786/92

سیرت

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ

مؤلف

سید فضل ابن احمد عفا اللہ عنہما

toobaa-elibrary.blogspot.com

ناشران

کریم سنز۔ کلیٹن روڈ۔ کراچی ۵

بار اول	جنوری ۱۹۶۶ء
تعداد	ایک ہزار
کتابت	حاجی عبدالحق قریشی
مطبع	مشہور پریس کراچی
قیمت	عمدہ کاغذ مجلد
	150/- روپے

toobaa-elibrary.blogspot.com

LANSDOWNE TRUST LIBRARY
Book No. 169
سوانح
RAWALPINDI

فہرست سیر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۳	سوانح کی غرض و غایت۔ اور اس کیلئے بڑی شخصیت کی جستجو	۳۱	اسلام میں آپ کا درجہ
"	معذرت	۳۲	ان صحابہ کے اسمائے گرامی جو دار ارقم میں داخلہ سے پہلے مسلمان ہوئے
۱۵	(دیباچہ، اسلام کے صداقت کی ایک دلیل آپ کے چند مناقب و حواری کی تعریف	۳۴	مکہ میں آپ کا مکان
۱۶	(اس تذکرہ کا مقصد)۔	۳۵	ہجرت، مدینہ میں آپ کے میزبان
۲۳	نام، کنیت، نسب	۳۶	مواخات کی ضرورت اور کئی بار مواخات ہوئی۔
۲۵	آپکی والدہ اور انکا حال (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا ایک واقعہ) ولادت، حلیہ، اسکی تحقیق کہ پیر کا زخم کب لگا تھا۔	۳۹	مدینہ منورہ میں آپ کا مکان
۲۷	لباس و پوشاک	۴۰	آپکی بیویاں اور آپکی اولاد (اسلامی مورخین کی حالت)
"	قبل اسلام آپ کی وجاہت و پیشہ	۴۱	آپکے تیسرے نکاح کی تاریخ اسلام میں امتیازی حالت۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

صفحہ	مضمون
۴۴	اسلام میں نکاح کی قیمت اور طلاق کیوں جائز ہے
"	طلاق کا اختیار مردوں سے کیوں مخصوص کیا گیا
۴۵	بیمار کی طلاق غیر معتبر ہونے کی مصلحت۔
"	وہ رقم جو صرف بیویوں کے حصہ میں آتی تھی، آپ کا ایک نکاح اور اس کا دلچسپ واقعہ۔
۴۶	ام کلثوم بنت عقبہ ابن ابی معیط کا حال
۴۸	ابراہیم کا حال۔ محمد کی ماں کون تھیں
"	حمید کا حال۔
۵۳	مرض الموت، اور آپ کی وفات
۵۵	آپ کا کفن اور اس کے متعلق دلچسپ روایت
"	نماز جنازہ، مدفن
۵۶	عمر شریف
۵۷	وصیت، آپ کی وفات پر صحابہ کا رنج
"	آپ کے رشتہ دار
۵۹	(دوسرا حصہ) اتقاء و پرہیزگاری، اسباب معاش
۶۰	کا اختیار و سلف صالح کا طرز عمل
۶۱	خشیت الٰہی (آپ کے فضائل)
۶۲	رقت قلب۔
۶۳	یاد مرگ، حیا۔
۶۴	مساوات، حج
۶۵	امارت حج، آپ کی فقاہت
۶۶	ذوق سخن، شاعری
۶۸	ضرار بن الخطاب، ضرار بن الازور کا حال
۶۹	غزوات میں شرکت و جنگی مشاغل، غزوہ بدر
۷۰	اور اس کے متعلق آپ کی خصوصیات۔ غزوہ بدر کا مقصد
۷۱	غزوہ احد
۷۳	غزوہ دومۃ الجندل اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ مبارک، مفتوح قوم کی عورتوں کو نکاح میں لانے کی مصلحت
۷۴	صلح حدیبیہ، غزوہ خیبر۔
۷۵	غزوہ تبوک اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ایک مخصوص فضیلت، جنگ قادسیہ۔
۷۷	واقعات گشت و نگرانی خلق۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

صفحہ	مضمون
۷۹	اطمینان وسکون کا ایک منظر
″	حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار سے
	خطابات واعزاز (امین کے معنی)
۸۱	اپنے باپ کے ہمراہ سفر تجارت کا واقعہ
۸۲	انکسار نفس و تواضع۔
۸۳	آپ کی ہمت۔
۸۴	ایک شبہ اور اس کا ازالہ
۸۷	آپکی زندگی کی نمایاں خصوصیت، احتیاط
۸۹	روایت حدیث میں احتیاط
۹۰	خدمت امہات المومنین۔
۹۱	آپ کے احباب حضرت ابوبکر رض
″	حضرت عمر رض کی خلافت کا آپ سے مشورہ اور آپکا جواب
۹۳	حضرت عمر رض سے بے تکلفی
۹۵	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں آپ کی وقعت
۹۶	اپنے ہمچشموں میں عزت
۹۷	خلافت اول کے وقت آپ کا خطبہ
۱۰۱	حضرت عثمان رض کی وصیت اور آپ کی

صفحہ	مضمون
۱۰۲	ناراضگی کی تحقیق
۱۰۴	حضرت عمر کی آپ کی خلافت کے متعلق رائے
۱۰۵	صحابہ کا آپ سے خلافت کیلئے اصرار۔
۱۰۸	حضرت عثمان رض کے رنج کی نوعیت۔
۱۱۰	دوستانہ تعلقات۔
۱۱۳	حضرت عثمان رض سے آپکے تعلقات اور اسکا اثر
۱۱۵	امتداد زمانہ کا واقعات کے انقلاب پر اثر اور اس کی مثال۔
۱۱۶	حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی وفات
″	ایک روایت اور اسکے معنی۔
۱۲۰	آزادی رائے۔
۱۲۱	عقل معاش، آپکی فراست کا نمونہ،
۱۲۳	حضرت عثمان کی خلافت اور آپ کی غیر معمولی فراست پر ایک نظر۔
۱۲۴	دوسرا واقعہ، عالی ہمتی کی ایک نظیر۔
۱۲۶	آمدنی کے ذرائع، وظیفہ، تجارت۔
۱۲۷	اصول تجارت اور اس پر ایک نظر۔
۱۳۱	تجارت کیوں شریف پیشہ ہے۔؟

toobaa-elibrary.blogspot.com

صفحہ	مضمون
۱۳۱	تجارت کا اصلی منشاء
//	مال و دولت
۱۳۳	آپ کی سخاوت
۱۳۶	محنت وجفاکشی
۱۳۷	آپ کے مشاغل کا اجمالی خاکہ
۱۳۹	حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں شکایت پیدا ہونے کے اسباب۔
۱۴۰	خلافت ثالثہ کے متعلق آپکی سعی۔
۱۴۳	شوریٰ کا واقعہ
۱۴۴	کسی واقعہ کے معلوم کرنے کا بہترین طریقہ۔
//	مسلمانوں کا ایک خاص امتیاز۔
۱۴۵	اسلام میں قیامت تک باقی رہنے کی صلاحیت۔
//	محدثین کا ذکر خیر
۱۴۶	امام بخاری کا اپنے طبقہ میں امتیاز۔
۱۴۷	اس روایت کے مقابلہ میں کوئی اور
۱۴۷	روایت کیوں قابل اعتبار نہیں ہو سکتی
۱۴۸	شوریٰ کے واقعہ میں آپ کا فریضہ اور اسکی وجہ۔
//	استخلاف کے متعلق آپ کا ذاتی خیال اور اس کے تغیر کے وجوہ۔
۱۵۰	موافق اور مخالف سبکو اس کا اقرار ہے کہ حضرت عثمان کے علاوہ اور کسیکے لوگ خواہشمند نہ تھے۔
۱۵۱	حضرت عبدالرحمٰنؓ پر حضرت علیؓ و حضرت عثمانؓ کا وثوق واعتبار۔
۱۵۲	حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے وثوق کی بڑی دلیل۔
۱۵۳	اعلیٰ طبقہ کے لوگوں سے کن موقعوں پر غلطی نہیں ہو سکتی۔
//	سعی استخلاف کا منشاء اگر مذہبی جذبہ نہ تھا تو پھر اور کیا وجوہ ہو سکتے ہیں۔
۱۵۴	آپ کے اخلاص کی بڑی دلیل۔
۱۵۵	آپ کے اخلاص کی دوسری دلیل۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۵۷	آپ کے ایثار کا اسلامی مورخین کو اقرار	۱۶۴	خلاصہ واقعہ اور اسکی بعض تشریحیں
"	حضرت سعد ابن ابی وقاص کی شخصیت	۱۶۶	سیرت شیخین کی شرط کے بڑھانیکے وجوہ۔
۱۵۸	چھٹا مقدمہ (آپکی سعی بالکل غیر جانبدار تھی)	۱۶۷	کیا شرائط بیعت حضرت علی پہ پیش کیے گئے۔
۱۶۱	مجلس شوریٰ کے ارکان۔	۱۶۸	اس واقعہ کی اہمیت
۱۶۲	شوریٰ کی روایت جو امام مالک اور امام بخاری نے کی۔	۱۷۰	متفرق واقعات

toobaa-elibrary.blogspot.com

ضمیمہ کتاب ہذا یعنی مسند عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

صفحہ	مضمون
۱۷۴	تمہید مسند۔ مسند کی تقسیم ایک مقدمہ تین حصہ اور خاتمہ پر۔
۱۷۹	عبادت و علم کا تفاوت۔
۱۸۰	پابندی و استقامت۔
۱۸۴	نبوت کی اصلی غرض۔ ان حدیثوں کا صحیح مطلب جن میں مدار نجات صرف توحید کو قرار دیا ہے۔
۱۸۸	(پہلا حصہ) احکام کی حدیثوں میں۔
"	غسل کی حدیث۔ اس حدیث سے بے تکلفی کا سبق، بلا دریافت مسئلہ بتلانا۔
۱۹۱	غسل کی دوسری حدیث۔ مشایخ کو نکی تعلیم کہ ہر جزئی بات کو پیر پر پیش کریں۔
۱۹۲	اس کی اصل۔
"	صف اول پر نزول رحمت کی حدیث
"	نمازیوں کی حاضری خیال کرنیکی حدیث
۱۹۳	ایذا دیکر پہلی صف میں جگہ لینا۔
۱۹۳	کسی کا عذر پذیرا کرنا چاہیئے۔
۱۹۴	عورت کے اہم فرائض اور بشارت کبریٰ۔
۱۹۶	عورتونکی اصلاح کی تدبیر۔
۱۹۷	ضروری باتیں جب پوری کر دیجائیں تو اور باتوں سے چشم پوشی کیجائے۔
۱۹۸	تراویح کی حدیث۔ تراویح کو رمضان شریف سے مناسبت اور بیس رکعت تک فوق الطاقت نہیں ہے۔
"	تراویح کی سنت کی وجہ۔
۱۹۹	روزہ کے معنی۔ روزہ صفت ربانی ہے
۲۰۰	روزہ ہمکو کیوں گناہ سے پاک کرتا ہے۔
"	روزہ کی جزا میں خصوصیت کے اظہار کی وجہ، شریعت اپنے رکھے ہوئے نام کی پابندی کرانا چاہتی ہے دوسروں سے مغلوب ہونیکو شریعت اچھا نہیں سمجھتی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

صفحہ	مضمون
۲۰۲	اہل سنت والجماعت کے بڑے امام نے چھ تکبیریں عیدین میں کیوں اختیار کیں
//	نماز تہجد کا بدل سنت کی نماز کی حدیث
۲۰۳	دعا کسوقت زیادہ قبول ہوتی ہے۔
//	لونڈی غلام آزاد کرنیکی فضیلت
۲۰۴	نماز میں شک ہوجائے تو اسکا قانون
۲۰۵	سجدۂ شکر۔
۲۰۶	کیا ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کا وقت مشترک ہے۔
۲۰۷	سفر میں روزہ کی حدیث، شریعت تکلیف ما لا یطاق کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتی
//	حجر اسود کو بوسہ دینے کی حدیث۔
۲۰۸	سفر حج کا واقعہ اور باہمی اختلاف سے اجتناب۔
۲۰۹	محرم جو ہرن کا شکار کرے
//	مدینہ شریف کی تحدید۔
//	وراثت انبیا کی حدیث، انبیا علیہ السلام کے وارث آل نبی صلعم کا امتیاز ان کیلئے

صفحہ	مضمون
۲۱۲	ضروری یاد داشت زکوٰۃ کی حرمت کی وجہ۔ سچے اور جھوٹے نبی کی پہچان
//	جزیہ، سلب کی حدیث۔
//	چور پر حد کے بعد تاوان نہیں ہے۔
۲۱۳	اُچکے کے ہاتھ کیوں نہ کاٹے جائیں۔
۲۱۴	طاعون جہاں ہو وہاں نہ جانیکی شرعی اور طبی وجہ۔
۲۱۵	جہاں طاعون ہو وہاں سے نہ بھاگنے کی شرعی ومعاشرتی وجہ۔
۲۱۶	مریض پر کھانے پینے کے بارہ میں اصرار نہ کرنیکی حدیث
//	علماء کی مداہنت کا عذاب۔
//	وعظ ہر انسان کا فرض ہے۔
۲۱۷	وعظ کا منصب عالی۔
//	وعظ ونصیحت چھوڑ دینے کی برائی۔
۲۱۹	(دوسرا حصہ) اخلاق کی حدیثوں میں
۲۲۱	اخلاق کی تعریف۔ دراصل اخلاق انسانی صفات میں اعتدال وتوسط اختیار کرنیکا نام ہے۔ عقل، جذبہ، غصہ۔ کا مصرف

toobaa-elibrary.blogspot.com

صفحہ	مضمون
۲۲۲	حکومت کا شوق کیوں ہوتا ہے حکمت کے معنی دہریت ہشیاری کا جنبی اتحاد
″	عفت و بدکاری کے حدود
″	بے حسی و دنائت کی حد
″	شجاعت کی تعریف۔ عدل
۲۲۴	صلۂ رحمی کی عظمت۔
۲۲۵	صدقہ سے کیونکر مال بڑھتا ہے
۲۲۶	مال کے جمع کرنے کی فطری خواہش
۲۲۷	انسان میں مال جمع رکھنے کی خواہش کیوں ہے، زکوٰۃ و صدقات دراصل ہمارے فطری جذبات کو ابھارنے کیلئے موضوع ہوئے ہیں۔
۲۲۸	ان کا پہلا فائدہ خود مالدار کو پہنچتا ہے اور فقرار کو ثانی۔
۲۲۹	زکوٰۃ کیطرح صدقات کی تحدید شریعت نے کیوں نہ کی۔
۲۳۰	معافی، رفع منزلت کا سبب ہوتا ہے
۲۳۱	سوال انسانی عزت و غیرت کے خلاف ہے

صفحہ	مضمون
۲۳۱	شریعت نے تاکید سے پہلے بار سوال کرنے سے منع کیا اور سختی سے ڈرایا کہ جس نے پہلے بار سوال کیا وہ ہمیشہ محتاج رہیگا۔
″	سوال ہم کو کیوں محتاج بناتا ہے پہلی وجہ
۲۳۲	دوسری وجہ (انا عند ظن عبدی بی)
۲۳۳	استغنا و قناعت۔
۲۳۴	ہجرت کی دونوں قسمیں۔
۲۳۵	عیادت مریض اور اسکی اہمیت۔
۲۳۶	(تیسرا حصہ) متفرق حدیثوں میں۔
″	عامل (گورنر) کی فضیلت۔
″	زمانہ رسالت کا عام واقعہ۔
″	عمامہ سے سرفرازی اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی
۲۳۷	عشرہ مبشرہ۔
″	قریش انصار جہینہ مزینہ قبائل کی فضائل
″	عامر بن فہیرہ کی فضیلت (انکے حالات)
۲۳۹	سند کے بعد قابلیت قابل لحاظ نہیں ہوا کرتی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

صفحہ	مضمون
۲۴۰	ہر شخص کو اپنے نیک ہونے کا معیار
۲۴۱	مہمانوں کی مہمانی۔ مسکینوں کو کھانا کھلانا سائل کو دینا۔ ان سب سے مقدم عیال کی نگہداشت ہے۔
۲۴۲	بال بچے اور متعلقین ملازمین کی نگہداشت کے بغیر مال پاک نہیں ہو سکتا۔
//	حضرت ابوہریرہ کی روایت کا محمل
//	بال بچوں کی خدمت کیوں مقدم رکھی گئی
۲۴۳	شریعت نے بدعت سے کیوں روکا مسلمانوں کی پستی کی وجہ۔
۲۴۴	سات حرفوں پر نزول قرآن کا مطلب
۲۴۵	اختلاف قراءۃ کی ایک روایت۔
۲۴۶	قل ہو اللہ قرآن کی ایک تہائی ہے
//	سورۂ اخلاص و سورۂ ملک کی فضیلت
//	سورۂ انشقاق میں سجدہ ہے
//	(خاتمہ) میں چند ناتمام واقعات کی حدیثیں
۲۴۷	روایت کے بیان کرنے میں احتیاط
۲۴۸	منافقین کے واپس ہونے کی روایت
//	احد کی روایت
۲۴۹	بدر کی روایت۔ تبوک کی روایت
۲۵۱	حلف مطیبین کی روایت۔ اس پر اعتراض اور اس کا جواب۔
۲۵۲	محاصرۂ طائف کی روایت
۲۵۴	مولف کی معذرت و حسن خاتمہ۔ آخری التماس

toobaa-elibrary.blogspot.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گذارش

انسانی اخلاق کی اصلاح و تکمیل انسان کی عملی زندگی کا بہترین کارنامہ ہے۔ اور اسکے لئے اس سے زیادہ صحیح اور مؤثر طریقہ نہیں ہو سکتا کہ پیکر اخلاق خود سامنے ہو اور اسکی عملی زندگی کا آئینہ ہمارے پیش نظر، مگر اپنی وضع کے پابند گردوں گردان کے ہاتھوں ایسی پاک ہستیاں کا ہمیشہ رہنا محال۔ اسلئے ہم ان کے بعد انکی تصویر سے اپنے مقاصد کے کامیاب ہونیکی سعی میں معذور رہیں۔

یہی ایک نکتہ ہے جسکا ادراک ہمیشہ متمدن اقوام نے کیا اور اپنے بزرگوں کے کارنامے اپنی وسعت کے حد تک محفوظ رکھے۔

یہ سچ ہے کہ ایک معمولی انسان کے حالات زندگی بھی حقیقت شناسی اور عبرت پذیری میں ہمارے دلیل راہ ہو سکتے ہیں۔ اسکی زندگی میں جد و جہد ہمت و غیرت، صدق و وفا غرضکہ ان تمام صفات کی جیتی جاگتی تصویریں ملتی ہیں جو دنیا کی اور بڑی بڑی ہستیوں کے عرصۂ حیات میں ہم پاتے ہیں۔

مگر اس فطرتی امر کو کیا کیا جائے کہ ہم ایک قسم کے حالات پڑھتے ہیں لیکن انکے متعلق جب یہ بتا دیا جاتا ہے کہ یہ امور ایک باعظمت ہستی سے تعلق رکھتے ہیں تو

toobaa-elibrary.blogspot.com

ان باتوں کی ہمارے دلوں میں ایک وقعت قائم ہو جاتی ہے۔ اور قلب پر ایک خلص اثر ہوتا ہے اور اپنے عمل پیرا ہونیکا ایک مخصوص جذبہ۔ اور اگر اس نسبت کو دور کر دیا جائے یا صرف بدل ہی دیا جائے تو انکا مطالعہ بھی طبیعت پر بار وگران ہوتا ہے۔

سوانح و تذکرہ کا مقصد اصلی یہی اور صرف یہی ہے کہ گزشتہ دور کے انسانوں کے بہترین اخلاق کا موجودہ زمانہ کے انسانوں کو سبق دیا جائے اور ان کے صفات حمیدہ سے یہ متاثر ہوں تو اب مجھ کو اپنی تحریر کے لئے ایک پر عظمت ہستی کا انتخاب ناگزیر امر تھا۔ اگر میں یہ عرض کروں کہ میری تالیف ایک انسانی تالیف ہونیکی وجہ سے غلطیوں سے پاک نہیں ہے تو آپ اسکو رسم کی پابندی سمجھکر بدعت کہیں گے مگر میں رسمی بدعت کے طریق پر نہیں بلکہ ایک واقعی امر کے طور پر یقین دلانیکی کوشش کرتا ہوں کہ میرا یہ سچا دلی اعتراف ہے کہ اس ظلوم جہول ہستی کے کمزور ہاتھوں جو کام بھی انجام پائے اسکا غلطی سے مبرا خیال کرنا اپنی ہستی سے آنکھیں بند کر لینا ہے۔

یہ ناچیز اس تحریر پہ ناز نہیں کرتا بلکہ یہ عرض بصد نیاز کرتا ہے کہ مجھکو میری غلطیوں پر متنبہ فرمادیں۔

ز تحریرم غرض عرض ہنر نیست ۔ دماغم راز ایں بو باخبر نیست

ناچیز

سید فضل ابن احمد عفا اللہ عنہما

toobaa-elibrary.blogspot.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مذہب کی صداقت کی جو دلیلیں ہیں۔ ان میں یہ دلیل یقیناً ایک ممتاز مرتبہ رکھتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالاتِ زندگی آپ کی اِک اِک ادا آپ کے نشست و برخاست کا اِک اِک پہلو آج تمام عالم کے سامنے ہے، اور بھی ایسے مضبوط و مستحکم ذرائع و وسائل سے کہ انسانی ادراک ان سے زیادہ مضبوط اور مستحکم واسطوں کے خیال سے قاصر ہے۔

اس سے زیادہ ایک مصنف غیر مسلم کو حیرت میں ڈالنے والی یہ بات ہے کہ آپ کے ہزاروں شاگرد آپ کے لاکھوں تربیت یافتہ کے سوانح و واقعات صفحاتِ دہر پر اس طور سے کندہ اب تک موجود ہیں کہ ان نقوش کو حوادثاتِ زمانہ مٹانا تو درکنار گھس بھی نہ سکے[1]

---

[1] ڈاکٹر اسپرنگر جرمنی پرنسپل مدرسہ عالیہ کلکتہ لکھتے ہیں کہ نہ ابھی کوئی قوم دنیا میں ایسی گزری

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہ تو نہایت آسان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ حیات کے واقعات آج ہر ملت و مذہب کا شخص اگر معلوم کرنا چاہے تو کر سکتا ہے مگر وہ آپ کی تربیت کے مبارک آثار اور آپ کی تعلیم کے مقدس نمونوں کو دیکھنا چاہے تو وہ آئے ہم صرف اسلامی روایات میں اس کا نہایت وافر ذخیرہ موجود دکھلائینگے اور انشاء اللہ العزیز وہ یہ بھی دیکھیگا کہ ہمارے دشمنوں کو بھی ہماری اخلاقی و روحانی قوت سے دبکر ہمارے بہتر و عمدہ اخلاق کا اقرار کرنا پڑا ہے

وَالْفَضْلُ مَاشَهِدَتْ بِهِ الْأَعْدَاءُ

کیا اس سے اعلیٰ درجہ کی کوئی دلیل ہو سکتی ہے کہ ہمارے اور ہمارے پیارے بلکہ خدا کے پیارے مذہب کے دشمن نہ صرف ہمارے اخلاق کے بہتر ہونے کے مقر ہیں بلکہ ان کی بے روح زبانیں ہمارے مذہبی جوش و ولولہ کیا تھا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال (بیوگرافی) کے ایسا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو جسکی بدولت آج پانچ لاکھ شخصوں کا حال معلوم ہو سکتا ہے"! ڈاکٹر صاحب موصوف یورپ کے مایۂ افتخار عربی فاضل ہیں عرصہ تک ایشیاٹک سوسائٹی میں کام کرتے رہے ہندوستان کے بعض اور مشہور کتب خانوں کا دلچسپی سے گہرا مطالعہ کیا اصابہ کو اپنی تصحیح اور اہتمام سے طبع کرایا۔ علامہ ابن حجر کی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات میں یہ بے نظیر تصنیف ہے۔ یہ ان کے علمی ذوق کی بڑی دیرپا دلیل ہے۔ اسکے دیباچہ میں یہ تحریر ہے اس رسالہ کی تالیف کے وقت ڈاکٹر صاحب موصوف ہی کا صحیح کردہ نسخہ میرے پیش نظر ہے ۱۲ منہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

بہترین سیاست اور تمام اقوام عالم کے ساتھ رواداری و عدالت کا اقرار کرتی ہیں اور پھر کیسی رواداری و عدالت جو اسی مذہب کے شیدائیوں نے کی، اور کرتے ہیں اور ان کے علاوہ تمام عالم سے غیر ممکن ہے۔

ان صحابہؓ کے حالاتِ زندگی کا ملنا جنھوں نے اپنی عمر کا معتدبہ حصّہ قومی زندگی میں بر سر منبر گذارا ہو، نہایت ہی آسان ہے خصوصاً ان واقعات کا جو سرا سر قومی ہی قومی ہوں، ان کے علاوہ اور صحابہؓ کے حالاتِ زندگی نہایت تلاش و تجسّس کے بعد بھی اتنے نہیں ملتے جس سے تشنہ کاموں کی پیاس بجھ سکے۔

اسلام کو یہ خصوصیت و امتیاز حاصل ہے کہ اس کا کوئی فرد بشر بھی مذہبی زندگی رکھ کر ایک لمحہ کے لئے قومی زندگی سے علیحدہ نہیں ہو سکتا بجز اسکے کہ وہ مذہبی زندگی سے دست برداری دے یا غلط طور پر مذہبی زندگی گذارنی شروع کرے۔

اس کلیہ کی بنا پر یقیناً کسی صحابی کے متعلق یہ خیال قائم کرنا کہ انھوں نے اسلامی زندگی نہیں گذاری اسلام کے جان نثاروں پر نہایت سخت دھبّہ ہے کیونکہ اس کا مان لینا در پردہ اس کا اقرار ہے کہ انھوں نے غلط طور پر مذہبی زندگی گذاری تھی،

ہاں یہ ضرور ہے کہ اہلِ سیر و تاریخ اکثر اوقات ایسے فرائض و اعمال کی تفصیل سے عمداً کنارہ کشی کرتے ہیں جو انکے وظائف حیات اور جزء اعمال تھے اور وہ امور ان کے لئے لازم زندگی بنگئے تھے۔

میں جس مقدس ہستی کی آج سوانح پیش کر رہا ہوں ان کی پوری

toobaa-elibrary.blogspot.com

زندگی اگرچہ مذہبی اور قومی ملی اور اسلامی حیات کا تمام حصہ قوم و ملت کی خدمت میں گذار اتھا مگر انداز طبیعت ایسا خاموش واقع ہوا تھا اور ایسے سکون و وقار سے مفوضہ خدمت انجام دیتے تھے کہ باوجود جامع فضائل ہونیکے آپکے حالات کا نہایت باخبر و باریک بین حضرات کو بھی خال خال علم ہوا۔

آپ نظرتاً کچھ ایسے خاموش صفت واقع ہوئے تھے کہ خود تو کبھی ایسا کام نہ کرتے جس سے برسرِ منبر آجائیں بلکہ اپنے لئے جو خدمات تجویز کراتے ان کا علم بھی بہت کم لوگوں کو ہو سکتا۔ آنے والے واقعات میں کثرت سے اسکی نظیریں آپ کو ملینگی۔

ناظرین! اگر آپ غور سے بعد کے واقعات پڑھینگے تو آپ ان ہی مختصر واقعات سے اندازہ کرسکیں گے کہ خداتعالیٰ نے آپکو کس درجہ کی فراست و دانائی سے نوازا تھا اور آپ اپنے معاصرین میں تدبر و فہم کے لحاظ سے کیا حیثیت رکھتے تھے۔ تو کیا اِن امور سے واقف ہونے کے بعد بھی اس شک کا موقعہ رہے گا کہ آپ میں اس کی قابلیت نہ تھی اور پردہ پوشی کی غرض سے یہ طرز عمل اختیار کیا تھا۔

میں اس مضمون میں نہایت افسوس کیساتھ اس امر کے اظہار پر مجبور ہوں کہ کچھ تو مذکورہ بالا وجہ سے اور زیادہ اپنی بے بضاعتی کے سبب سے پورے تفصیلی حالات نہ پیش کر سکا اور رنج آمیز ندامت کیساتھ یہ بھی ظاہر کرتا ہوں کہ ایک سیرت نویس کو جس مقدار و تعداد میں صفحات گردانی کرنی چاہیئے اس میں بہت زیادہ کمی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

سخت ناسپاسی اور ناشکری ہوگی اگر میں اس حقیقت کا اعتراف نہ کروں کہ یہ عنبر بیز جواہر ریزے مجھے اگلے علماء کی خرمن علم سے ہاتھ آئے ہیں میں نے اس کتاب میں صرف ترتیب و تنظیم کی خدمت انجام دی ہے اب دوعاؤں قبول کرنے والے سے دُعا ہے کہ اس کو قبول فرمائے۔ امین۔

مضمون کی ابتداء میں اس امر کا ظاہر کر دینا غیر مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ آپ کے حالات کو موضوع تحریر بنانے کی کیا خاص غایت ہے۔

یوں تو صرف آپ کا شرف صحابیت سے سرفراز ہونا اس بات کے لئے کافی سے زیادہ وجہ بن سکتی ہے کہ آپ کے حالاتِ زندگی عالم کے سامنے پیش کئے جائیں چہ جائیکہ حواری[1] سیدالانبیا ہونے کا شرف بھی آپ کو حاصل ہو عشرہ[2] مبشرہ کی فہرست میں بھی آپ داخل ہوں السّابقون الْاَولون میں بھی

---

[1] حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام حوارئین قریشی تھے انہیں حضرت عبدالرحمٰنؓ بھی تھے۔ مجدد لاعت رسول اللہ حضرت شاہ ولی اللہ علیہ رحمتہ اللہ فرماتے ہیں کہ حواری وہ ہے جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا اثر اتنا پڑا ہو کہ اس نے اسکی قوت عملیہ کو اس درجہ بڑھا دیا ہو کہ اعلاء کلمتہ اللہ میں وہ بے اختیار رہو اور یہ حالت اس پر طاری ہو سے

من نہ باختیار خود میروم از قفائے او آں دو کمند عنبریں میبردم کشاں کشاں

(ازالۃ الخفا مقصد ثانی ص۳) علامہ ابن عبدالبر صاحب استیعاب جو نہایت پایہ کے بزرگ ہیں فرماتے ہیں کہ حوارئین صحابہ کی اس مخصوص جماعت کا نام ہے کہ جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت و خلافت کی پوری طور پر صلاحیت تھی اور وہ اس قابل تھے کہ زمام حکومت اپنے ہاتھ میں رکھ سکتے ۱۲ منہ [2] (مستدرک حاکم ن ۳ ۔ ۱۲ منہ)

toobaa-elibrary.blogspot.com

آپ کا شمار ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مقربین بارگاہ کے حالات کا جاننا ہر مسلمان کے اہم ترین فرائض میں داخل ہے۔ اگر ہماری سمجھ میں اس درجہ قصور ہے کہ آنحضرت صلی علیہ وسلم کے ان مقدس تربیت یافتہ گروہ کے حالات سے ہم مسائل کا استنباط نہیں کر سکتے یا ان کے حالات ہمارے لئے اسوۂ حسنہ کا کام نہیں دے سکتے تو صرف اِن بزرگانِ ملّت کے واقعات کا یاد رکھنا اور پڑھ جانا ہی باعث ثواب ہے۔

مگر میں اس وقت اپنے ناظرین کی توجّہ مخصوص طور پر آپ کی اقتصادی حالت پر مبذول کرانا چاہتا ہوں اور اس سے صرف اس امر کا درس مقصود ہے کہ ہمارے زمانہ کے مسلمان ملاحظہ فرمادیں کہ مرفہ الحالی وتموّل[1] کی زندگی میں بھی انسان کو اس خدائے بے نیاز کی درگاہ میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں وہ درجہ حاصل ہو سکتا ہے جو حضرت زبیر یا حضرت عبدالرحمٰن یا حضرت ثابت بن قیس (رضوان اللہ علیہم) کو حاصل تھا۔

کیا مال وتنعم اس ذوالجلال کی حضرت تک رسائی کے مانع ہوتے ہیں کیا آج کوئی بڑے سے بڑا زاہد بڑی سے بڑا ولی اللہ ان کے خدام کی برابری کی

---

[1] ابن حبان اور ابو یعلٰی کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم قسم کھاکر فرماتے ہیں کہ بعض لوگ دنیا میں عمدہ عمدہ بچھونوں پر اللہ کی یاد کرتے ہیں اللہ تعالٰی انھیں بڑی بڑی جنتوں میں داخل کریگا (نقلاً عن الحصن الحصین) ۱۲ منہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

جراءت کر سکتا ہے۔

میرا مقصود یہ نہیں ہے کہ مال و تنعم کسی وقت میں بھی خدا سے اور اسکے احکام کی پیروی سے باز نہیں رکھتے ورنہ یہ غلط ہو جائیگا انّ عباد اللہ لیسوا بالمتنعمین[1] (اللہ کے بندے عیش پرست نہیں ہوتے) اور کیا فرعون اور سلاطین زمن کی گمراہی و فساد کا باعث مال کے سوا اور کوئی چیز ہے میری غرض یہ ہے کہ محض دولت و تمول ہرگز اس کا سبب نہیں بنتی یہ امر دیگر ہے کہ ہمارا غلط استعمال اور راستی سے ہٹا ہوا طریقہ، کار ہم کو جہنم کے کنارے آ لگا دے۔ یہ اپنا خیال نہیں بلکہ شریعت اسلامیہ (علی صاحبہا الف صلوٰۃ وتحیۃ) کا منشا صاف طور سے ظاہر کر دینا چاہتا ہوں کہ مال و دولت میں اگر اتنا خراب مادہ موجود ہے کہ جس کے پاس آتا ہے اس کو خدا کا گنہگار بندہ بنا دیتا ہے تو افلاس میں اس سے زیادہ متعفن مادہ موجود ہے جسکی وجہ سے انسان ابد الآباد کیلئے نجات سے محروم ہو جاتا ہے، نہایت سچ فرمایا ہے اصدق الصادقین صلی اللہ علیہ وسلم نے[2] کاد الفقر ان یکون کفراً (افلاس و تہیدستی کفر کا نہایت قریبی سبب ہے) اسی حدیث کے مضمون کو الفقر سواد الوجہ فی الدارین سے ادا کیا گیا ہے یعنی حاجت و تنگدستی دونوں جہان میں روسیاہی کا باعث ہے۔

---

[1] یہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث کا ایک ٹکڑا ہے صاحب مشکوٰۃ اس کو کتاب الرقاق باب فضل الفقراء میں لائے ہیں ۱۲ منہ

[2] ابو تراب حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس روایت کے راوی ہیں ۱۲ منہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں اس وقت اس دقیق علمی مبحث کے طے کرنے سے اس لئے پہلوتہی کرتا ہوں کہ اپنے مقصود سے بہت دور ہوجاؤنگا میں اپنے مضمون کو اس التماس سے شروع کرتا ہوں کہ مسلمانوں کو ان ہستیوں سے سبق حاصل کرنا چاہیئے جن کے متعلق خدا کا فرمان ہے لتکونوا شھداء علی الناس (تاکہ تم اے صحابہ کی جماعت لوگوں کیلئے نمونہ بن جاؤ) اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم ان کو تمام دینی دنیاوی باتوں میں اُسوہ بناؤ (وہ لوگ جن کو براہ راست میری تربیت سے سرفراز ہونے کا موقعہ ملا ہے) ستارے (مشعل ہدایت) ہیں ان میں سے جس کی بھی پیروی کرلوگے تو ہدایت کے راستہ سے نہ بھٹکوگے ھذا وان البدایۃ ومنہ الھدایۃ والیہ النھایۃ۔

ناچیز
سید فضل ابن احمد عفا عنہما الاحد

toobaa-elibrary.blogspot.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ

نام کنیت جاہلیت یعنی قبل ظہور اسلام آپ کا نام عبد الکعبہ[1] تھا یا عبد عمرو۔ البتہ بخاری شریف[2] اور تاریخ ابن عساکر[3] سے دوسرے نام کی تائید ہوتی ہے مگر اسلام کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام عبد الرحمن رکھا[4]۔ آپ کی کنیت ابو محمد ہے[5]

نسب یہ تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ آپ بھی قریشی ہیں۔ چنانچہ چھٹے سلسلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے ہیں اس طور پر عبد الرحمن ابن عوف ابن عبد عوف ابن عبد ابن الحارث ابن زہرہ ابن کلاب۔ کلاب کے فاطمہ بنت سعد کے بطن سے دو لڑکے تھے بڑے لڑکے زہرہ اور دوسرے زید جو قصی کے لقب سے

---

[1] استیعاب، اصابہ، طبقات ابن سعد ۱۲ ار[2] ص ۳۰ باب اذا وکل المسلم حربیا ۱۲ منہ [3] ابن عساکر ج ۲ ص ۲۲۶ [4] علامہ ابن قیم جوزی صفوۃ الصفوۃ میں آپ کا نام عبد الحارث لکھتے ہیں ۱۲ ارمنہ [5] صفوۃ الصفوۃ و مستدرک حاکم جلد سوم ۱۲ ار[6] عرب میں کنیت شرافت کی علامت ہے (حیوۃ الحیوان ج ۱) ۱۲ منہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

مشہور ہیں جنہوں نے سب سے پہلے بیت اللہ کی چار دیواری بنائی اور مسقف کیا۔[1]

آپ کی والدہ کا نام شفا تھا اور والدہ کا نسب نامہ اس طور پر ہے۔ شفا بنت عوف بن عبد بن الحارث بن زہرہ

آپ کی والدہ کے نسب نامہ میں زہرہ وہی ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ حضرت آمنہ کے پردادا ہیں اس طور پر حضرت عبد الرحمن والدہ کے سلسلے میں بھی پانچ پشت میں آپ سے ملتے ہیں۔ حضرت آمنہ اور آپکے قبیلہ کا ایک ہی نام بنو زہرہ تھا اور اسی وجہ سے آپکا اور نیز حضرت سعد ابن ابی وقاص کا شمار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ننہالی رشتہ داروں میں تھا آپ نے ہجرت بھی کی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کیوقت دایہ کی تمام خدمت انجام دی تھی اور سب سے پہلے آپ ہی نے اپنے ہاتھوں پر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لیا تھا۔[2]

---

[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے ڈیڑھ سو برس پیشتر کا واقعہ ہے دصبح الاعشی ج ۳ ص ۲۵۰ مطبوعہ مصر

[2] تعجب ہے کہ حافظ ابن حجر نے حضرت عبد الرحمن کے تذکرہ میں آپکی والدہ کا نام صفیہ بتلایا ہے شاید حافظ صاحب کو اس وجہ سے دھوکہ ہوا کہ آپ کی ایک بہن کا نام بھی شفا تھا جنہوں نے اپنی ہمشیر عاتکہ والدہ مسور بن مخرمہ کیساتھ ہجرت بھی کی تھی ساتویں جلد میں حضرت شفا کے حالات میں جو کچھ تحریر کیا ہے اس سے میری ہی تحریر کی تائید ہوتی ہے ۱۲ رحمۃ ۳ عبد عوف آپکے دادا ہیں اور عوف آپکے نانا اور یہ دونوں بھائی ہیں اور آپ کے باپ اور نانا یعنی چچا بھتیجے کا نام ایک ہی ہے ۱۲ ار ۴ تہذیب، اصابہ ۱۲ ۵ اصابہ وغیرہ ۱۲ ار ۶ الریاض المستطابہ از علامہ یحییٰ بن ابی بکر العامری الیمانی مطبوعہ شاہجہانی بھوپال ۱۲ ار

toobaa-elibrary.blogspot.com

ترجمان الحدیث حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ میں نے اس وقت ہاتف کی آواز سنی تھی اور ایسی روشنی دیکھی تھی کہ اسمیں مجھکو دمشق کے محل نظر آئے تھے[1]۔ آپکے انتقال پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ اپنی ماں کی طرف سے غلام آزاد کردوں تو آپنے اجازت دی اور آپکی بدولت مردوں کیطرف سے غلام آزاد کرنیکی سنت جاری ہوئی[2]۔

ولادت عام فیل کے دس سال بعد ۵۸۱ء میں آپکی ولادت ہوئی یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دس سال چھوٹے تھے اور شاید حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تین سال بڑے تھے[3]۔

حلیہ اونچا قد، خوبصورت چہرہ، نرم جلد، رنگ بہت صاف ملاحت لئے ہوئے تھا ناک بلند تھی، گردن بھی بلند تھی، آنکھیں بڑی بڑی، پلکیں بالوں سے بھری ہوئیں لانبی بھرے گوشت کی انگلیاں، پرگوشت ہتھیلیاں، زلف کے بال دراز اور گھنے تھے[4]۔ اُمیہ بن خلف سے تعلقات قدیم تھے اور ان ہی تعلقات کی بناء پر باہم معاہدہ ہوگیا تھا کہ اُمیہ مکہ میں آپکی جان و مال حفاظت کریگا اور آپ مدینہ میں اسکی جان و مال کے

---

[1] مدارج النبوۃ ج ۲ صفحہ ۳۲ طبع نولکشور۔ یہ روایت سیر کی ہے اور سیر کی روایتوں کے متعلق علامہ ابن حجر کے استاد حافظ زین الدین عراقی جو خود بھی بڑے پایہ کے محدث ہیں اپنی سیرت منظوم کے مقدمہ میں فرماتے ہیں

ولیعلم الطالب ان السیرا یجمع ما صح وما قد انکرا

طالب کو اس کا علم ہونا چاہیئے کہ سیر میں تو ہر قسم کی روایتیں ہوتی ہیں صحیح بھی اور منکر بھی ۱۲

[2] اصابہ ابن سعد ۱۲ [3] ابن سعد وغیرہ ۱۲ [4] ابن سعد وغیرہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

محافظ رہینگے بدر کے موقعہ میں ابوجہل کے مجبور کرنے سے جب موقعہ جنگ پر پہنچا تو
معاہدہ کی بنا پر حضرت عبدالرحمن رض شب کیوقت جب کہ لوگ سو گئے تھے[۵۲] اس کو پہاڑ پر
پناہ کی جگہ بتلانے جارہے تھے کہ اتفاق سے حضرت بلال رض کی نظر پڑ گئی چونکہ حضرت بلال رض
امیہ کے مظالم کے ایک زمانے تک تختہ مشق رہ چکے تھے اسلئے انھوں نے غل کردیا چند انصاری
اسکے تعاقب میں ہو گئے حضرت عبدالرحمن رض نے اسکے لڑکے علی ابن امیہ[۵۳] کو انصار کے سامنے کردیا
انصار[۵۴] نے جلدی سے اسکا کام تمام کرکے امیہ کا رخ کیا یہ موٹا تھا، اس سے بھاگا نہیں جاتا
تھا۔ مجبوراً حضرت عبدالرحمن رض نے اس کو بٹھادیا اور ہر طرف سے خود اسکو گھیر لیا حضرت عبدالرحمن رض
اپنے معاہدہ سے مجبور تھے انصار کو کوئی مجبوری نہ تھی جب کسی طرف موقعہ نہ ملا تو حضرت
عبدالرحمن رض کے پاؤں کے نیچے سے تلواریں چلائیں۔ جلدی میں غلطی سے حباب بن المنذر کی
تلوار حضرت عبدالرحمن رض کے پاؤں میں لگ گئی اسکی وجہ سے لنگ[۵۵] ہمیشہ باقی رہ گیا آپ کے
صاحبزادے ابراہیم راوی حدیث کا بیان ہے کہ حضرت عبدالرحمن رض نے خود زخم کا نشان انکو

---

۵۲ بخاری شریف ص۵۶۲ کتاب المغازی باب ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم من یقتل ببدر ۱۲ ۵۳ کتاب۔ تاریخ
کا بیان اس سے مختلف ہے مگر ظاہر ہے کہ بخاری کے بیان کو مورخین کے بیان پر ترجیح ہوگی ۱۲ ۵۴ فتح
الباری ۱۲ ۵۵ علی کو عمار بن یاسر نے قتل کیا تھا اور خود امیہ کے قاتل خبیب بن یساف ہیں معاذ بن عفراء
اور خارجہ بن زید بھی شریک تھے مستدرک میں ہے کہ رفاعہ بن رافع امیہ کے بغل کے نیچے خنجر بھونک کر
اسکے قتل میں شریک ہو گئے مقدمہ فتح الباری کتاب المغازی ۱۲ ۵۶ غزوہ احد میں نہایت پامردی کے
ساتھ آپ جانبازی کرتے رہے اور اکیس زخم آپ کے جسم پر زرہ نے تھے تو ضرور تھا کہ اس پامردی کی
یادگار قائم رہے پامردی کی یادگار کیلئے پیری کو زیادہ مناسبت ہے اسلئے پیر کا زخم ساری آپکی تکلیف کا باعث

toobaa-elibrary.blogspot.com

دکھایا تھا[1] خضاب کبھی استعمال نہیں کیا[2]۔

لباس و پوشاک

اکثر آپ کا لباس سادہ ہوتا تھا یہاں تک کہ آپ اپنے غلاموں میں کوئی ممتاز لباس و انداز نہیں رکھتے تھے[3]۔ لیکن کبھی کبھی نفیس و بیش قیمت کپڑا بھی استعمال فرماتے تھے چنانچہ آپ کی چادر یا حلّہ چار یا پانچ سو درہم کی قیمت کا ہوتا تھا جو زمانۂ حال کے سکۂ مروجہ کے حساب سے سَوا سو (۱۲۵) روپیہ کا ہوا اسکے ساتھ یہ بھی خیال رہے کہ اس زمانے کے سَوا سو (۱۲۵) روپیہ کی آجکل کیا قیمت ہے، سیاہ عمامہ اکثر باندھتے اور فرماتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا[4]۔

قبل از اسلام آپ کی کیا وجاہت تھی

آپ اپنی قوم کے زعیم (یعنی سردار) تھے، عرب میں تمام معاملوں میں بڑے معاملے صلح، جنگ، دیت اور اس کے متعلقات تھے ان تمام باتوں کا بار آپکی قوم کی طرف سے آپ پر تھا[5]۔

اس زمانے میں آپ کا کیا پیشہ تھا

حجاز کی سرزمین صنعت و حرفت سے معرا تھی اکثر شرفائے عرب کا یہ دستور تھا کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ہا یہ ابن سعد اور بعض دیگر محدثین کی رائے ہے مگر خود حضرت عبدالرحمٰن کا بیان ایسے واقعات میں زیادہ وقیع خیال کیا جائے گا اس پر مزید یہ کہ امام بخاری اپنی صحیح میں روایت کر گیا تعجب ہے ان حضرات سے جنکی صحیح پر نظر ہے مگر اپنی موقعہ پر یقیناً یا اتنا یا کچھ تذکرہ نہیں کرتے ۱۲ منہ [1] بخاری کتاب الوکالہ صفحہ ۳۰۸ باب اذا وکل المسلم حربیاً ۱۲ منہ [2] ابن سعد ۱۲ [3] صفوۃ الصفوہ ۱۲ [4] حلہ کم سے کم دو کپڑوں کو کہتے ہیں سادہ تمدن کے زمانہ میں ایک حُلّہ مکمل جوڑہ سمجھا جاتا تھا (حاشیہ نسائی از سیوطی کتاب الجمعہ ۱۲ منہ [5] ابن سعد ۱۲ استیعاب ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

ایام سرما میں یمن کی طرف بغرض تجارت جایا کرتے تھے[1]۔ اس سفر یا مشغلہ تجارت کے کیا برکات آپ پر فائض ہوئے اور اس مبارک مشغلہ کے طفیل میں کتنے معزز خطابات سے آپ سرفراز کئے گئے اسکی تفصیل تو آپ آگے ملاحظہ کرینگے مگر اس موقعہ پر اتنا عرض کرنا ضروری ہے کہ اسی مبارک پیشے نے آپ کو کفر و جاہلیت کی اندھیری گھاٹیوں سے نکالکر اسلام کے روشن اور جگمگاتے ہوئے شارع عام پر لا کھڑا کیا اس اجمال کی تفصیل یہ ہے۔

آپ کے اسلام میں داخل ہونیکا سبب

آپ فرماتے ہیں کہ میں نے یمن کا سفر بارہا کیا اور ہمیشہ عسکلان بن حواکن حمیری کے پاس قیام کرتا تھا اور وہ مجھ سے پوچھا کرتا تھا کہ تم میں کوئی شخص پیدا ہوا ہے جسکا چرچا لوگوں میں ہوا، اسکا لوگ تذکرہ کرتے ہوں، کوئی ایسا شخص ہوا ہے جو تمھارے آبائی دین کی مخالفت کرتا ہو، میں اسکا جواب برابر نفی میں دیتا رہا، جس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے آپ کا بیان ہے کہ اس سال میں پھر یمن گیا اور اسی کے پاس ٹھیرا اور مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا علم بالکل نہ تھا، اس زمانہ میں وہ بوڑھا ہوچکا تھا اور اونچا سننے لگا تھا میری اطلاع ہونے پر وہ باہر آیا اور پیٹی باندھی اور تکیہ لگا کر بیٹھ گیا اس کے اردگرد اس کے لڑکے پوتے سب جمع ہو گئے مجھ سے میرا نسب نامہ پوچھا میں بیان کرتا گیا جب زہرہ پر پہونچا تو اس نے کہا ٹھہر جا، کیا میں تم کو ایسی بات کی اطلاع نہ دوں جو تجارت سے بہت بہتر ہو، آپ نے جواباً کہا کہ آپ ضرور ایسا کیجئے

---

[1] قرآن شریف میں بھی خدا تعالیٰ نے اس سفر کو اپنے امتنان و احسان کے موقعہ پر ذکر فرمایا ہے

لِاِيلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ ۱۲ منہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس نے کہا کہ میں تم کو بشارت دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے پہلے مہینہ میں تمہاری قوم (قریش) میں ایک رسول مبعوث کیا ہے اور اس کو برگزیدہ اور مقبول بنایا ہے اور اس پر کتاب اتاری ہے اور اس کتاب پر عمل کرنیوالوں کیلئے ثواب مقرر کیا ہے۔ اسکی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ بتوں کی (یعنی اللہ کے سوا سب کی) پرستش کو منع کرتا ہے اور دعوت اسلام دیتا ہے۔ اچھے کام کا حکم دیتا ہے اور خود بھی اچھے کام کرتا ہے اور بیہودہ باتوں سے منع کرتا ہے۔ اور ان کو مٹاتا ہے۔ آپ نے دریافت کیا کہ وہ کس قبیلہ سے ہے تو اس نے جواب دیا کہ وہ نہ قبیلہ ازد[۲] سے ہے اور نہ ثمالہ[۳] سے وہ بنی ہاشم سے ہے اور تم اسکے ننھیالی رشتہ دار ہو اور آپ کو مخاطب کر کے کہا کہ اے عبدالرحمٰن اسکو تم پوشیدہ رکھو اور جلد واپس جاؤ اور ان سے جا کر ملو اور انکی دلدہی کرو اور میری طرف سے یہ التماس نامہ پیش کردینا۔

اشهد بالله ذی المعالی　　فالق اللیل والصباح

گواہ بناتا ہوں اللہ بڑائی اور بزرگی والے کو، جو رات دن کا ظاہر کرنے والا ہے

انك ذوالسر من قریش　　یا ابن المفدی[۵] من الذباح

بیشک آپ قریش میں رازدار ہیں　　اے اس شخص کے بیٹے جسکی قربانی کا فدیہ دیا گیا ہے

---

[۱] ربیع اور جمادی کے دو مہینے ہوتے ہیں یہاں ربیع کا پہلا مہینہ یعنی ربیع الاول مراد ہے ۱۲ منہ

[۲] قبیلہ کا نام ہے بنو قحطان کی تین بڑی شاخیں تھیں قضاعہ۔ کہلان۔ ازد۔ انصار ازد کی دو شاخیں ہیں اوس خزرج ان کے علاوہ ازد کی اور شاخیں خزاعہ۔ غسان۔ دوس تھیں ۱۲ منہ [۳] قبیلہ شنوأہ کی شاخ ہے (سبائک الذهب فی انساب العرب) ۱۲ منہ [۴] اہل کتاب (یہودی۔ عیسائی) کو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے کا انکار ہے اپنے بڑے عالم کی شہادت ملاحظہ فرمائیں ۱۲ منہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

ارسلت تدعوا الی یقین — و یرشد للحق والفلاح

رسول بناکر بھیجے گئے یقینی باتوں کی طرف آپ دعوت دیتے ہیں، اور حق اور بھلی باتوں کی ہدایت کرتے ہیں

اشھد باللہ رب موسیٰ — انک ارسلت بالبطاح

قسم ہے موسیٰ علیہ السلام کے رب کی کہ میں گواہی دیتا ہوں — کہ آپ بیشک بطحا میں رسول بناکر بھیجے گئے ہیں

فکن لی شفیعا الی ملیک — یدعو البرایا الی الفلاح

ہوجائیے شفیع اس مالک کے دربار میں — جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلاتا ہے

حضرت عبدالرحمٰنؓ فرماتے ہیں کہ یہ اشعار مجھکو یاد ہوگئے اور میں سفر سے بعجلت تمام واپس آیا اور حضرت ابوبکرؓ سے جن کے ساتھ میرے مراسم محبت پہلے سے تھے واقعہ بیان کیا انھوں نے اسلام لانے کی تحریک کی اور مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت خدیجہ کے گھر لے آئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر خوشی کے آثار نمایاں تھے۔ مجھکو دیکھکر فرمایا کہ ایسا چہرہ دیکھتا ہوں کہ جس کو دیکھ کر نیکی کی امید بندھتی ہے۔ اب خدا تعالیٰ کیا کرتا ہے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے فرمایا کہ ایک امانت ہے آپ نے فرمایا کہ ہاں ایک مرسل نے پیغام بھیجا ہے وہ مجھ کو پہنچا دیں میں نے اشعار

لہ اہل کتاب میں عرصہ سے یہ غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے کہ انبیا سب شام میں آئے ہیں چنانچہ عزیز مصر (مقوقس) نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوت نامے کے جواب میں ہدایا اور تحائف کے ساتھ جو عرضی روانہ کی تھی اسکے یہ الفاظ ہیں وقد علمت ان نبیاً بقی وکنت اظن انہ یخرج بالشام (یہ تو مجھ کو قطعاً معلوم ہے کہ ایک نبی کا آنا باقی رہ گیا ہے مگر اسکے ساتھ میرا یہ خیال تھا کہ وہ شام میں آئیگا (اصابہ) اسلئے اس عالم اہل کتاب نے اس مضمون کو بڑی تاکید سے بیان کیا کہ آپ بیشک ارض حجاز ہی میں رسول بنائے گئے ہیں۔ ۱۲ منہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

مذکورہ بالا اسناد دیئے ۔[1]

آپ کا اسلام اور اسلام میں آپکا درجہ

اسلام کے اولین فرزندوں کی جماعت میں ترتیب قائم کرنا کہ پہلا کون ہے اور دوسرا کون یہ ایک دشوار ہی امر نہیں ہے بلکہ ناممکن کی ایک عمدہ مثال ۔

ماحول کے مقتضیات اسکی اجازت نہیں دیسکتے تھے کہ نہایت معتبر اور بھروسہ کے دوست پر بھی اپنے صحیح اعتقاد کا اظہار کیا جائے ۔ اس آزادی کے زمانہ میں آج ہزاروں کی تعداد موجود ہے کہ ان کو خاندانی اور صحبت (سوسائٹی) کے تعلقات کی جکڑ بندی صحیح خیال اور اپنے واقعی مذہب کے اظہار کی اجازت نہیں دیتی ۔ معاشرتی مشکلات اور تمدنی دقتوں کا بھوت انکو خائف کرتا رہتا ہے حالانکہ اب اپنے خیالات کے ظاہر کرنے میں اسکے نصف بھی معاشرتی اور تمدنی دقتیں حائل نہیں ہوتیں جو زمانے کے اس دور میں ہوتی تھیں یا ہوسکتی تھیں ۔

اسلام اور حق کی قوت کی نظیر صرف ابوذر غفاری رضؓ، معلم الامۃ عبداللہ بن مسعودؓ اور عمر فاروقؓ ہی میں منحصر نہیں، اسلامی روایات کے خزانہ میں اسکا ایک معتد بہ ذخیرہ ہے ۔ تاہم گرد وپیش کے حالات سے متاثر ہونا اور اپنے خاندان اور ملک کیخلاف کسی تہذیب کی طرف پیشقدمی کرنا انسان کی معمولی فطرت سے بالا ہے ۔

عرب کی جو مذہبی حالت تھی (گو وہ اسفل السافلین کی کسی حد تک پہنچی ہوئی ہو) تاہم اسمیں ان کا شغف ایک منٹ کیلئے اسکی اجازت دیسکتا تھا کہ ان کے باطل اور

---

[1] سیرۃ نبویہ علامہ زینی دحلان صفحہ ۱۶۱ ج ۱ مطبوعہ ۱۲ مصر

toobaa-elibrary.blogspot.com

بے سروپا عقیدوں کیخلاف کوئی شخص صحیح خیالات کو بھی ظاہر کرسکے تو کیا ایسی حالت میں آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس وقت کے مسلمان اپنے اسلام کو دوسروں پر ظاہر کرتے ہونگے ہاں! جب جمع قلت سے مسلمانوں کی افراد متجاوز ہو کر کثرت کے وسیع حلقہ میں آگئی تو اب چنداں مضائقہ نہ رہا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اب دار ارقم میں ایک مجلس قائم کی جسکے خاص احباب اور مخلص اصحاب ممبر قرار دئے گئے جنکو پہلے خود اسلامی احکام کا درس دیا جاتا تھا اور اسکے بعد خود انکے اخلاق اور اعمال دوسروں کیلئے معلّم بنجاتے تھے اس کے قبل کفار و مشرکین کو اطلاع تو درکنار خود مسلمانوں کو بھی ایکدوسرے کے مسلمان ہونیکا علم دشواری سے ہوتا تھا۔[1] اس مسئلہ کو یوں

---

[1] اس موقع پر یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مختصر فہرست ان صحابہ کی دیدوں جنکے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دار ارقم میں داخل ہونے سے پہلے مسلمان ہوئے اس کیساتھ ساتھ یہ بھی یاد رہے کہ ارقم یا تو ساتویں مسلمان ہیں یا گیارہویں ان کے اسلام کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس ان ہی کے گھر میں ہوتی تھی جو کوہ صفا پر تھا۔ اور اسی مکان میں تمام فرائض انجام دئے جاتے تھے یہانتک کہ اللہ کے حبیب کی دعا قبول ہوئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بعثت کے چھٹے سال اسلام میں داخل ہوئے۔ (اصابہ ج ۲ ص ۸۹)

ابوبکر رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ	ان تینوں کے متعلق علیحدہ علیحدہ یہ تصریح موجود ہے کہ سب سے پہلے یہ مسلمان ہوئے (ملاحظہ ہو تاریخ کامل و طبقات ابن سعد۔)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو دعوی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا کر تیسرا مسلمان میں ہوں

عمرو بن عبسہ رض	مورخین اپنے معتبر ذرائع سے ان میں سے ہر ایک کے متعلق

toobaa-elibrary.blogspot.com

سمجھ لیجیئے کہ ابتدائی عہد کے مسلمان وہی لوگ ہیں جن کے پاک دلوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و عبادت کی محبت گھر کر گئی تھی[1]۔ اور از دیاد محبت کی وارفتگی نے عاشق کے نام کا مستحق کر دیا تھا۔ اب عشق و محبت کے جذبات کا تقاضہ ظاہر ہے کہ اپنے ول

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔

ابوذر غفاری رضؓ
زبیر بن العوام رضؓ
خالد بن سعید

بیان کرتے ہیں کہ یہ چوتھے مسلمان ہیں یا پانچویں اور اس کیساتھ ساتھ یہ بھی کہ ان کے قبل حضرت بلال رضؓ مسلمان ہو چکے ہیں

عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ
مقداد رضؓ
معلم الامۃ عبداللہ بن مسعود
خباب بن الارت رضی اللہ عنہ

ان میں سے ہر ایک اس امر کا دعویدار ہے کہ مجھ میں پانچ ہستیاں تو ضرور ایسی ہیں جن کو تقدم اور سبقت کا شرف حاصل ہے اور ان پانچ کے بعد پہلا میں ہی ہوں۔

عثمان بن عفان[1]، عبدالرحمٰن بن عوف[2]، ابو عبیدہ[3]، سعید بن زید[4]، طلحہ بن عبیداللہ[5]، عثمان بن مظعون[6]، قدامہ بن مظعون[7]، عبداللہ بن مظعون[8]، ابو حذیفہ[9]، عامر بن فہیرہ[10]، معمر بن الحارث[11]، عبیدہ بن الحارث[12]، ابو سلمہ بن عبدالاسد[13]، خنیس بن حذافہ[14]، واقد بن عبداللہ[15]، عامر بن ربیعہ بن مالک[16]، عبداللہ بن جحش[17]، ابو احمد بن جحش[18]، عبیداللہ بن جحش[19] رضوان اللہ علیہم یہ سب وہ حضرات ہیں جنمیں سے ہر ایک کے متعلق ابن سعد کے یہ الفاظ ہیں۔ اسلم قبل ان یدخل صلی اللہ علیہ وسلم دار ارقم (آپ کے دار ارقم میں داخل ہونے سے قبل مسلمان ہوئے) اسکے قبل تیرہ نفوس کے نام پہلے سے پڑھ چکے ہیں ۱۲ مر۔

[1] دوسرے الفاظ میں آپ یوں کہہ سکتے ہیں کہ قرآن ان لوگوں کے دلوں میں گھرا اثر پیدا کر لیا تھا۔ حضرت سعد ابن ہشام نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے درخواست کی کہ مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق سے اطلاع دیں تو حضرت عائشہ رضؓ نے نہایت تعجب کے لہجہ میں فرمایا (ولم تقرء القرآن) کیا تم نے نہیں پڑھا۔ آپ قرآنی اخلاق کا صحیح نمونہ تھے۔ (مسلم شریف سنن نسائی باب صلوٰۃ اللیل) ۱۲ [2] حضرت ابوہریرہ رضؓ

toobaa-elibrary.blogspot.com

پر بھی اس کا اظہار گوارا نہیں[1] کہ ہم اور تم ایک ہی نگاہ کے کشتہ ہیں۔ آپ نے نہیں سنا ؎

عشق است و ہزار بدگمانی ⁂ باسایہ ترا نمی پسندم

اسلئے آپکے متعلق بھی عام مورخین جو لکھتے ہیں اپنے الفاظ میں نقل کردیتا ہوں اور انشاء اللہ العزیز زیادہ دیدہ ریزی بھی مفید نتیجہ نہ پیدا کر سکیگی۔ آپ کے اسلام لانے کا واقعہ ابھی ابھی آپ پڑھ چکے ہیں آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دار ارقم میں داخل ہونے سے پہلے حلقہ بگوش ہوچکے تھے آپ کے اسلام میں داخل ہونے سے چھ کا عدد پورا ہوا اور ایک حساب سے آپ پنجتن کے متمم ہیں کیونکہ آپ سے ایک روز قبل حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ داخل اسلام ہوئے تھے اور یہ چوتھی ہستی تھی جو ظلمتکدہ کفر سے نکل کر اسلام کے نورانی عالم میں آئی تھی[1]۔ آپ اور حضرت ابوعبیدہ رض ایک روز مسلمان ہوئے۔ آپکے اور نیز حضرت ابوعبیدہ رض اور حضرت عثمان رضوان اللہ علیہم وغیرہ کے اسلام لانے کا ثواب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے نامۂ اعمال میں مثبت ہوا کیونکہ یہ سب لوگ آپ ہی کی تحریک سے مسلمان ہوئے تھے[2]

مکہ میں آپکا مکان | بنو زہرہ آپ کا قبیلہ مسجد حرام کے پہلو میں آباد تھا۔ مگر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔) نے بھی اس رقابت کے جذبہ کی مثال اپنے ایک بدوی دوست سے نقل ہے کہ عین نماز کی حالت میں اس نے اپنے مالک کو پکارا۔ اللّٰھم ارحمنا و محمداً ولا ترحم معنا احداً (بخاری ابوداؤد۔ نسائی) اے اللہ ہم پر رحم کر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے محبوب پر اور کسی پر نہیں اور یہ کوئی تعجب انگیز امر نہیں ہے ایک درجہ اس سے اور اوپر ہے جہاں اپنے کو آپ سے رقابت پیدا ہو جاتی ہے ؎

غیرت از چشم برم روے تو دیدن ندہم ⁂ گوش را نیز حدیث تو شنیدن ندہم ۱۲ منہ

[1] ازالۃ الخفا ۱۲ و[2] ازالۃ المقصد دوم صفحہ ۹ و تاریخ التواریخ وغیرہ ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

اب وہ حصہ حدودِ حرم میں داخل ہوگیا ہے آپ کے بہنوئی مخرمۃ بن نوفل کا مکان صفا مروہ کے درمیان میں تھا۔ مگر کوہ صفا کی نسبت مروہ سے قریب تھا۔ آپکا مکان عطاروں کی گلی میں، تھا[1] اس گلی سے حضرت خدیجہ کے گھر کو راستہ جاتا تھا آپ حسب مکہ آتے تھے تو اپنے قدیم مکان پر فروکش ہونا ناپسند فرماتے تھے[2]

ہجرت آپ حبشہ کی دونوں ہجرتوں[3] میں تمام مسلمانوں کی مصائب و تکالیف کے شریک حال تھے[4] اور تیسری بار بھی خدا اور اس رسول کی محبت میں اپنے وطن مالوف یعنی مکہ معظمہ کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہا۔

مدینہ میں آپکے میزبان آپ مدینہ تشریف لائے تو حضرت سعد[5] ابن ربیع کے مہمان ہوئے

---

[1] مجموعہ تاریخ مکہ مطبوعہ یورپ جس میں الاعلام علامۂ ازرقی کے علاوہ اور کتابیں بھی شامل ہیں ۱۲ [2] ابن سعد

[3] بعثت کے پانچویں سال یعنی ۶۱۲ء میں پہلی مرتبہ گیارہ بارہ شخصوں نے حبشہ کیطرف ہجرت کی تھی اسمیں آپ بھی تھے اور غلط خبر اڑجانے کی وجہ سے واپس آئے (فتح الباری ص ۵۹ ج ۳) مگر یہاں آکر دیکھا کہ اہل مکہ کی حالت میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوئی اسلئے وہ دوبارہ پھر حبشہ تشریف لیگئے (زاد المعاد) ۱۲ [4] صفوۃ الصفوۃ ابن جوزی قلمی ۱۲ [5] یہ انصاری غزوہ بدر میں شریک تھے اور عقبۂ اولی اور ثانیہ میں حاضر تھے۔ غزوہ احد میں جام شہادت نوش کیا خارجہ بن زید اور آپ ایک ہی قبر میں مدفون ہوئے (ابن سعد) آپکی بیوی محمد بن سلمۃ کی بیٹی غزوۂ احد کے بعد آپ کے بھائی کی زیادتی کی شکایت لیکر حضرت کے دربار میں آئیں کہ یتیم لڑکیوں کے چچا نے تمام مال پر قبضہ کرلیا ہے اسوقت آیت میراث نازل ہوئی اور حضور اقدس نے لڑکیوں کو حصہ دلوایا (ابوداود کتاب الفرائض) آپ تمام انصار میں مال کے اعتبار سے ممتاز تھے (بخاری کتاب البیوع ص ۲۷۵ باب ماجاء فی قول اللہ فاذا قضیت الصلوٰۃ) جاہلیت میں آپ لکھنا بھی جانتے تھے (مستدرک حاکم ج ۳ ابن سعد) فتوح البلدان میں بلاذری لکھتے ہیں کہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت سعد نے جس فراخدلی اور بلند حوصلگی سے مہمانداری کے فرائض کو انجام دیا ہے وہ آج تک ہل من مثیل کا نعرہ بلند کر رہا ہے ۔

مدینہ منورہ میں آپ کے تعلقات (مواخات)

ہر جماعت میں جب تک اسکے افراد میں کثرت و بہتات نہیں ہوتی ایک دوسرے کی ہمدردی و غمخواری کا خیال و جذبہ ایک فطرتی امر ہے اور یہی جذبہ ایک حد تک اسکی ترقی کا باعث ہوتا ہے ۔

اسکے علاوہ خود اخوت اسلامی ایک ایسا مضبوط و مستحکم رشتہ ہے کہ اس رشتہ میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) آپ عربی اور عبرانی دونوں لکھتے تھے آپکی صاحبزادی عائشہ بنت سعد بھی لکھنا جانتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ میرے باپ نے مجھکو لکھنا سکھایا تھا ۔ غزوۂ احد کے ختم ہونے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سعد کی کون خبر لاتا ہے ۔ کعب رض گئے اور سکرات کے عالم میں آپکو پایا مگر جاں نثاران اسلام کی شجاعت و جانبازی ملاحظہ فرمایئے کہ نشتر زخم لگے ہیں (مستدرک جز ۳) خون کے فوارے جاری ہیں مگر اسکے قبل کہ حضرت کعب رض کچھ پوچھیں خود دریافت کرتے ہیں کہ کہو کیا حال ہے جب حضرت کعب رض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سلامتی کی خبر ملتی ہے اور حضرت کعب رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام پہنچاتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ میری طرف سے بھی سلام نیاز عرض کرنا اور کہدینا کہ بارہ زخم آرپار ہو گئے ہیں زیست کی امید بالکل نہیں ہے اور حضرت کعب رض سے کہا کہ میری قوم کو میری طرف سے یہ پیغام پہنچا دینا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چشم زخم بھی آیا اور تم میں سے ایک بھی زندہ بچا تو خدا کو یہاں وہ کس منہ سے جواب دیگا ۔ حضرت کعب رض نے ارادہ ہی کیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دیں جیسے حضرت کعب رض نے ان سے مفارقت کی ویسا ہی حضرت سعد کی روح ان کے جسم سے مفارقت کر کے حوروں سے ہمکنار ہو گئی (موطا مالک ہمراہ مسوّی ج ۲ ص ۲۷۲ اسد الغابہ) ۱۲ ؎ بخاری شریف کتاب المناقب ص ۵۳۳ باب اخاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ منہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

منسلک ہونے کے بعد کسی مزید اتحاد و اخوت کا قیام فضول دبیکار معلوم ہوتا ہی لیکن وہ حضرات جنکو قوموں کے تدریجی ترقی کے فلسفہ پر کبھی غور کرنیکا اتفاق ہوا ہی یا ایسے امور کے سرانجام دینیکا موقع ملا ہے، کہ جسکا تعلق صرف ایک ذات سے ہو انکو انکا تجربہ اس امر کے تسلیم کرنے پر مجبور کرتا ہی کہ میزبانوں کی کثرت مہمانوں کو بسا اوقات تکلیف پہنچاتی ہے اس انتظام کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین والانصار میں ایک جدید رشتہ اخوت (بھائی چارا) قائم کردیا۔ تاکہ جو لوگ گھر سے بچھڑ گئے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں مال و دولت کی محبت سے ہاتھ دھونے کے علاوہ خود مال و دولت سے بھی محروم کردیے گئے ہیں ان سے پرانی رشتہ داریاں اور محبتیں منقطع کردیگئی ہیں انکی فی الجملہ مکافات ہوجائے اور اس کے لئے اس سے بہتر اور کوئی طریقہ نہ تھا کہ ہر مہاجر کی ذمہ داری علیحدہ علیحدہ طور پر ایک ایک انصاری کے سر کردی جائے اب رہے یہ سوالات کہ مواخات کئی بار ہوئی اور کہاں ہوئی اور اس میں کیا مصلحتیں تھیں اور اس آیت کے نازل ہونے پر ہوئی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمنوا وھاجروا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللّٰہ و الذین اٰووا ونصروا اولئک بعضھم اولیاء بعض (سورۂ انفال رکوع اخیر)	بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی (یعنی مہاجرین) اور جہاد کیا خدا کے راستہ میں اپنی جان و مال سے اور وہ لوگ جنھوں نے پناہ دی اور مدد کی (یعنی انصار) تو وہ ایک دوسرے کے ولی ہیں

یا اس کے قبل اور اس کا حکم کب منسوخ ہوا آیا اس آیت کے نزول پر۔

واُولوا الارحام بعضھم اولیاء بعض فی کتاب اللّٰہ من المومنین والمھاجرین	اور رشتہ دار ایک دوسرے کے ولی ہیں خدا کے حکم میں مسلمانوں سے اور مہاجرین سے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

یا اس آیت کے نزول پر جو سورۂ انفال میں ہے[1] اور ابن قیم کے سوالات میرے موضوع تحریر سے خارج ہیں لیکن بعض امور پر سرسری نظر ڈالنی ناگزیر ہے۔

اسمیں اختلاف ہے کہ مواخات مکہ معظمہ میں ہوئی یا صرف مدینہ منورہ میں علامہ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی فرماتے ہیں۔

كانت المواخاة مرتين مرة فيما بين المهاجرين خاصة وذلك بمكة ومرة بينهم وبين الانصار (استيعاب)

کہ مواخات دوبارہ ہوئی ایک بار صرف مہاجرین میں اور یہ مکہ میں ہوئی اور دوسری بار مہاجرین اور انصار میں۔

دوسرا اختلاف یہ ہے کہ مواخات کب ہوئی علامہ ابن حجر فرماتے ہیں

قالوا ان المواخاة في المدينة بعد بناء المسجد قيل والمسجد يبنى قيل بعد قدومه خمسة اشهر وانها في المسجد۔ (فتح الباری)

مواخات مدینہ میں مسجد بننے کے بعد ہوئی اور لوگوں کا خیال ہے مسجد کے زمانہ تعمیر میں ہوئی اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ کی تشریف آوری کے پانچ ماہ بعد اور مسجد ہی میں ہوئی۔

علامہ قسطلانی تحریر فرماتے ہیں

كانت المواخاة مرتين الاولى بين المهاجرين خاصة بمكة قبل الهجرة

کہ مواخات دو بار ہوئی پہلے مکہ میں صرف مہاجرین کے درمیان حق اور ایک دوسرے کی دلدہی پر

---

[1] یہ ابن عباس کی روایت ہے۔ بخاری شریف میں ابن عباس ہی سے منقول ہے کہ پہلے تقسیم میراث رشتہ داروں میں نہیں ہوتی تھی مگر جب سورۂ نساکی آیت ولكلٍ جعلنا موالي مما ترك الوالدان والاقربون نازل ہوئی تو مواخات منسوخ ہوگئی اور اقربا میں میراث تقسیم ہونے لگی (کتاب الکفالۃ باب الله والذين عاقدت ايمانكم مخرجہ) ۱۲ منہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

علی الحق والمواساة ولما نزل المدینة آخی بین المهاجرین والانصار علی الحق والمواساة فی دار انس بن مالک	اور جب مدینہ آئے تو انصار و مہاجرین میں بھائی چارہ ہوا حق اور ایک دوسرے کی دلدہی پر حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر میں۔

مگر آپ کی مؤاخات کے متعلق صحیح تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سعد ابن ربیع رض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا بھائی چارہ کرایا تھا۔[1]

ہمارے لئے یہ بات بہت آسان تھی کہ علامہ ابن سعد اور علامہ ابن عبدالبر کے اس قول کو کہ

آخی بینہ وبین عثمان (کہ آپ نے حضرت عبدالرحمن اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما میں بھائی چارہ کرایا تھا) کو تعدد واقعہ پر محمول کر دیتے مگر علامہ ابن حجر اس کے متعلق پہلے فیصلہ فرما چکے ہیں کہ[2] هو وهم من رواية عمارة بن زاذان یہ غلطی ہے عمارہ کے روایت کی۔

مدینہ میں آپ کا مکان

مکہ میں آپ کا قبیلہ حرم محترم کا پڑوسی تھا اسی مناسبت سے مدینہ میں بھی آپکو حرم نبوی سے متصل اسکے عقب میں زمین عطا ہوئی اس قربت کا صحیح منشا تو یہ تھا کہ آپ کو خدمت نبوی میں سہولت ہو اور یہی وجہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم حضرت معلم امت عبداللہ بن مسعود رض کو بھی آپ کے مکان کے متصل ہی زمین عنایت ہوئی تھی۔[3] آپ کو جو زمین عطا ہوئی تھی وہاں چھوٹی قسم کے کھجور کے درخت تھے جنکو سیراب کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔[4]

---

[1] بخاری شریف کتاب الکفالة باب والذین عاقدت صفحہ ۳۰۶ ۱۲ منہ [2] فتح الباری کتاب النکاح باب الولیمة والمواساة ۱۲ منہ [3] طبقات ابن سعد جزء ثالث ۱۲ منہ [4] طبقات ابن سعد ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

وہاں آپ نے ایک عالیشان مکان بنوایا وہ مکان اتنا بڑا تھا کہ صاحب معجم نے اسکو قلعہ لکھا ہے[1]

ازواج و اولاد

آپ نے سترہ نکاح کئے۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ آپ نے فاطمہ بنت قیس فہری سے بھی نکاح کیا[2]۔ تو اب تعداد اٹھارہ ہو جاتی ہے۔

اسلامی مورخین کے دل و دماغ کسی خاص مقصد (پروپیگنڈا) سے ہمیشہ پاک رہے۔ اور اپنا فنی فرض صرف اسقدر سمجھتے تھے کہ جو واقعات انتک پہنچیں وہ جمع کر دیئے جائیں۔ اسلئے انکی تاریخوں میں واقعات کے ترتیب کی تلاش اور اس قسم کے دوسرے امور کا تجسس فضول نہیں تو کوہ کندن و کاہ برآوردن کا مصداق تو ضرور رہے۔

ہاں ان کے عطا کردہ معلومات میں زیادہ ذخیرہ صحیح معلومات کا رہتا ہے اسلئے تھوڑی محنت کے بعد تسلسل قائم کرنا زیادہ دشوار باقی نہیں رہتا۔

یہ بات میرے منصب سے بالاتر ہے کہ میں اس پر بحث کروں کہ سوانح نویس کیلئے یہ ضروری ہے یا نہیں کہ واقعات کو اس تسلسل سے بیان کرے کہ

---

[1] معجم البلدان جغرافیہ مدینہ منورہ ج ۷ صفحہ ۴۳ ۱۲ منہ

[2] تاریخ طبری صفحہ ۲۷ واقعات سنہ ۲۳ھ یہ خیال شاید اس وجہ سے ہے کہ حضرت عمر کے بعد مجلس شوریٰ آپ ہی کے مکان میں قائم کی تھی یہ وہی فاطمہ ہیں جن کو ان کے شوہر نے طلاق دی تھی اور معاویہ اور ابوالجہم نے نکاح کا پیغام دیا تھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورہ کی بنا پر آپ نے حضرت اسامہ سے نکاح کیا۔ نسائی کی روایت ہے کہ اس وقت حضرت عبدالرحمٰن نے بھی پیغام دیا تھا علامہ نووی ان کے عقل و کمال کے مدح سرا ہیں اصابہ۔ میں علامہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ عقل و شعور کے ساتھ بہت صاحب جمال تھیں چونتیس حدیثیں آپ سے مروی ہیں۔ ضحاک بن قیس انکے بھائی تھے جو دس سال ان سے چھوٹے تھے۔ ۱۲ منہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

صحیح واقعات پر بھی افسانے اور داستان کا گمان ہونے لگے۔

دور ازکار قیاسات کا استعمال کرنا اور صرف قیاسات کی بنا پر واقعات کا سلسلہ جوڑنا تاریخی نقطۂ نظر سے اگر مستحسن بات ہوتی تو انشاء اللہ العزیز حضرت عبدالرحمن رضؓ بن عوف حالات میں ایسے دلچسپ قیاسات کا ایک معقول ذخیرہ آپ ملاحظہ فرماتے۔

گو ایسا زائیدہ مورخین کو اس بات پر ناز ہے۔ مگر ہم یہ کہتے ہوئے ؎

آنکہ فخر تست وان ننگ من است، حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کی ازدواج اور اولاد کی تفصیل میں ان کا نام شمار کرا دینا اور ان کے متعلق جو صحیح معلومات ہم تک پہنچے ہیں انکا بیان کر دینا کافی سمجھتے ہیں[۱]

اسلام سے قبل آپ کے دو نکاح ہوئے، شاید پہلا نکاح عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی ام کلثوم سے ہوا۔ اس سے ایک لڑکی اور ایک لڑکا سالم نامی پیدا ہوا[۲] اور دونوں قبل از اسلام فوت ہو گئے۔ مگر آپ خود اسلام کی دولت سے بہرہ اندوز ہوئیں[۳]۔ دوسرا نکاح شیبہ بنت ربیعہ بن عبد شمس سے ہوا اس سے ام قاسم قبل از اسلام پیدا ہوئیں گویا بڑی اولاد آپ ہی تھیں۔ آپ نے تیسرا نکاح ابوالحیسر[۴] انس بن رافع کی صاحبزادی اسماء یا اس سے کیا تھا اور

---

[۱] اس تفصیل میں گو زیادہ مدد ابن سعد و فتح الباری سے لیگئی ہے مگر بعض جگہ اور کتابوں کا نام بھی آپ پائینگے ۱۲ منہ [۲] حضرت معاویہؓ کی خالہ ہیں ۱۲ منہ [۳] علامہ یحییٰ ابن ابی بکر صاحب الریاض المستطابہ آپکے ایک صاحبزادہ کا نام محمد بتلاتے ہیں اور انکی تائید اس سے ہوتی ہے کہ علامہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ محمد حضرت عبدالرحمنؓ کے سب سے بڑے بیٹے تھے ابن سعد کا سالم کو اکبر اولاد کہنا اور ابن حجر کا محمد کو اکبر اولاد بتلانا کچھ باہم متعارض نہیں ہو سالم تمام اولاد کے اعتبار سے اکبر اولاد ہیں اور محمد صرف ان اولاد سے بڑے ہیں جو بعد از اسلام پیدا ہوئیں ۱۲ منہ [۳] ابن سعد تذکرہ ام کلثوم ۱۲ منہ [۴] یہ ابوالحیسر وہی ہیں جو عبدالاشہل کے چند نوجوانوں کیساتھ یوم بعاث کے بعد قریش کے پاس مکہ اتحاد کیلئے آئے تھے۔ تاریخ ابن اثیر ج ۲ ص ۲۵ مطبوعہ مصر ۱۲ منہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

اپنی مالی استطاعت کے مطابق سوا روپیہ یا ڈھائی روپیہ[1] مہر مقرر کیا تھا۔ یہ اسلام کے بعد پہلا نکاح تھا جو مدینہ میں فرمایا کیونکہ آپ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو حضرت سعد ابن ربیع نے فرمایا[2] کہ تم میرے بھائی ہو اور تمہارے بیوی نہیں ہے۔ انت اخی لا امرأۃ لک۔ ان کے بطن سے آپ کے صاحبزادے عبد اللہ تھے جنگ افریقیہ میں اپنے بھائی سالم اصغر اور عمرو نا اکبر کے ساتھ فتح کے دن شہید ہوئے عبد اللہ کے ایک بھائی اور تھے قاسم ابن سعد[3] نے بجائے قاسم کے اسمٰعیل لکھا ہے۔ سالم کی والدہ کا نام سہلا بنت سہیل تھا اور عمرو اکبر کی والدہ کا نام بحریہ بنت ہانی بن قبیصہ تھا۔ یہ زوجہ قبیلہ بنی شیبان سے تھیں۔

حضرت عبد الرحمٰن کا تیسرا نکاح اسلامی تاریخ میں ایک امتیازی حیثیت رکھتا ہے اور وہ اس لئے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے کپڑوں پر ایسا دھبہ دیکھا جو مردوں کے مناسب نہ تھا تو آپ سے استفسار فرمایا۔ آپ سے جب معلوم ہوا کہ آپ نے نکاح کر لیا ہے تو آپ کو دعا دی بارک اللہ لک (اللہ تم کو مبارک کرے) اور آپ کو

---

[1] بخاری شریف باب وآتوا النساء صدقاتھن نحلۃ صفحہ ۷۶۷ کتاب النکاح ۱۲ منہ [2] فتح الباری کتاب النکاح باب الولیمۃ ولو بشاۃ ۱۲ منہ [3] فتح الباری بحوالہ بالا ۱۲ [4] آپ ہجرت حبشہ کے قبل مسلمان ہو کر بیعت کے حلقہ میں داخل ہوئیں اس وقت آپ ابو حذیفہ ام قاسم آپ کی صاحبزادی کے مامون کے نکاح میں تھیں اور انہیں کے ساتھ حبشہ ہجرت کر گئیں۔ ان سے ایک لڑکا محمد تھا اسکے بعد عبد اللہ بن اسود کے نکاح میں آئیں ان سے ایک لڑکا سلیط پیدا ہوا اسکے بعد شماخ بن سعید کے نکاح میں آئیں ان کے بعد آپ کے نکاح میں آئیں (ابن سعد وغیرہ) ۱۲ منہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

حکم دیا[1] اولم ولو بشاۃ (ولیمہ کرو اور کم سے کم ایک بکری) اس روز سے دعوت ولیمہ کا شمار دعوت مسنونہ میں ہونے لگا۔ ایک نکاح سہلہ بنت عاصم[2] بن عدی انصاریہ سے ہوا ان سے تین لڑکے معن۔ عمر[3]۔ زید[4] اور ایک لڑکی امۃ الرحمٰن الصغریٰ ہوئی انکا دین مہر آپ نے تیس ہزار مقرر فرمایا اور یہ وہ دین مہر تھا جو آپ نے فوراً ادا کر دیا معاف کرنیکی نوبت نہیں آنے دی۔ سہلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ خیبر میں گئیں تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اور آپکی بیٹی کو حصہ بھی دیا تھا[5]۔ آپ نے ایک نکاح صرف امتثال امر نبوی میں دومۃ الجندل[6] کی رئیس کی لڑکی تماضر[7] سے کیا تھا ان کے بطن سے ابوسلمہ[8] پیدا ہوئے رئیس زادی ہونے کا اثر [redacted]

حضرت عبدالرحمٰن نے بہت نباہنا چاہا اور عرصہ تک نباہا ایک روز بہت تنگ آکر فرما دیا

---

[1] بخاری ص۲۷۷ کتاب النکاح باب کیف یدعیٰ للمتزوج ۱۲ [2] ان سے آپ نے ایک دفع ایک جاریہ خرید کی تھی مگر بعد کو معلوم ہوا کہ اس کا شوہر موجود ہے تو آپ نے واپس کر دی (موطا محمد ص۲۴۲) ۱۲ منہ [3] بڑے قوی اور بہادر تھے حجاج کے معزول کرانے میں ساعی تھے (معارف) ۱۲ منہ [4] لاولد فوت ہوئے ۱۲ منہ [5] ابن سعد غزوہ خیبر ۱۲ منہ [6] اس سے قبل اس قبیلہ کی کسی عورت کا نکاح قریشی سے نہیں ہوا تھا [7] حضرت عبدالرحمٰن کی وفات کے بعد دوسرا نکاح حضرت زبیر سے کیا تھا انھوں نے سات دن کے بعد طلاق دیدی (اصابہ) تیسرا نکاح خالد ابن عقبہ بن ابی معیط (حضرت عثمانؓ کے اخیافی بھائی) سے کیا تھا۔ جس سے ایک لڑکا اُجیح یا اخیخ نامی تھا۔ (ابن عساکر ج۲ ص۲۳۵) ۱۲ منہ [8] آپکا نام عبداللہ یا اسمٰعیل تھا بہتر برس کی عمر میں ۹۴ھ میں وفات پائی امیر معاویہ نے مدینہ کا گورنر بنایا تھا مروان نے اپنے زمانہ میں معزول کر دیا۔ مدینہ کے فقہا سبعہ کے ایک رکن آپ بھی ہیں (تہذیب التہذیب ابن سعد) ۱۲ [9] اصابہ ج۸ ص۴۸۶ مطبوعہ کلکتہ ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

چاہتی ہو تو میں تم کو طلاق دیدوں گا۔[۲] تماضر نے جواب دیا کہ خدا کی قسم آپ ضرور طلاق دیدیجئے حضرت عبدالرحمنؓ نے خیال کیا کہ اسوقت ان کو غصہ ہے دوسرے وقت پر ٹال دینا چاہیئے ان سے کہا کہ اس مرتبہ معمول غسل سے جب تم کو فراغت ہو تو مجھکو اطلاع دینا اور مقصد صرف

---

[۱] نکاح چونکہ نظام عالم کا ایک ایسا اہم رکن ہے کہ اسکے بغیر بہت سی معاشرتی اور تمدنی ضرورتیں قریب قریب ناممکن ہو جاتی ہیں اس لئے اس کے باقی اور قائم رکھنے کے لئے اسلام نے نہایت زبردست اور مضبوط قوانین نافذ کئے باہمی امداد و تعاون میں نکاح ہی کو زیادہ دخل تدبیر منزل میں ہے اگر اس کے باقی رکھنے سے خانگی زندگی بے لطف ہو جاتی ہو اور اصلاح کی امید نہو تو یہ بے لطفی صرف آپکی ذات تک محدود رہکر صرف آپکے عیش کو منغص نہیں کریگی بلکہ آپ اضطراری حالت میں ملک و قوم کی تہذیب کے دائرہ سے باہر قدم رکھکر ایک ہیبتناک صورت میں قوم و ملک کی اقتصادی اور معاشرتی حالات پر ضرر رساں اثر ڈالینگے تو اب اسلام آپکو اس قید سے آزاد ہونے (طلاق) کا اختیار دیتا ہے لیکن یہ اختیار اس جنس تک محدود رکھا گیا جو عقل اور تجربہ و بردباری میں دوسری صنف سے فوقیت رکھتی ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ ایک طرف تو بااختیار جنس کو جتلادیا گیا کہ بے موقع اختیار کے عمل میں لانے سے خدا کے (دین کے) دشمنوں میں تمہارا شمار ہوگا (ابوداؤد) دوسری طرف اس نازک صنف کو متنبہ کر دیا گیا کہ بلا ضرورت تنک مزاجی یا ناقص العقلی کیوجہ سے اگر اس نے اپنی آزادی (طلاق) پر اصرار کیا تو جنت کی بو بھی اسکو نصیب نہوگی۔ (ترمذی) اور صاحب اختیار کو تمام ان حالتوں میں طلاق دینے سے نہایت سختی سے روکا گیا جنمیں معمولی طور پر نفسانی خواہشات کے پورا کرنیکا موقع نہ ہوتا ہو اور کوئی طبعی رکاوٹ ہوتی ہو تاکہ جب کبھی طلاق دیجائے تو اسکی واحد وجہ صرف معاشرتی دقتیں اور خانگی مشکلات ہوں اور ہوا پرستی اور انقیاد نفس کا شائبہ نہو حضرت عبدالرحمنؓ نے جس طور پر طلاق دی ہے دراصل شریعت کیطرف سے اسکی اجازت دیگئی ہے اسکے علاوہ جس طور سے بھی طلاق دیکر اپنے اختیار کو کوئی شخص عمل میں لائے تو اسے اس مطلق العنانی کی سزا بھگتنے کیلئے آمادہ رہنا چاہیئے ۱۲ ر

[۲] موطا مالک باب طلاق المریض ۱۲ ر

toobaa-elibrary.blogspot.com

آنا تھا کہ اس درمیان میں ان کو غور کرنے کا موقعہ اچھی طرح ملیگا جب آپ کو معمول غسل سے فراغت ہوئی تو قاصد کے ذریعہ سے اطلاع بھیجی کہ اب مجھ کو فراغت ہوگئی ہے طلاق دیدیجئے۔ آپ نے پھر اصرار کیا کہ اپنی قسم کا کفارہ دیدو مگر انھوں نے نہ مانا اسلئے مجبور ہو کر ایک طلاق دی اور کہا دوسرے طہر میں دوسری طلاق دونگا چنانچہ دوسرے طہر میں دوسری طلاق دی اور اسی کے کچھ دنوں بعد آپ کا انتقال ہوگیا۔[1] آپ نے انکی خدمت کیلئے ایک جاریہ (لونڈی) بھی عنایت کی تھی۔[2] مگر آپ کی یہ دوسری طلاق مرض میں ہوئی تھی اور ایسے وقت میں خاص موقعہ اس بدگمانی کا ہے کہ یہ طلاق صرف اس نیت و ارادہ سے دیگئی ہو کہ عورت کو ورثہ سے محروم کیا جائے (گویا یہاں اس کا موقعہ بالکل نہ تھا) اسلئے شریعت نے اس بات کا موقعہ بھی نہیں دیا کہ اس قسم کی بدنیتی کا کوئی شخص قصد کرسکے شریعت نے صاف لفظوں میں یہ فیصلہ فرمادیا کہ ایسی حالت میں طلاق واقع نہوگی چنانچہ حضرت عثمانؓ نے آپکی وفات کے بعد تماضرؓ کو اسّی[3] ہزار درہم پر راضی کیا یہ تین لاکھ تیس ہزار کا چوتھا حصہ تھا اور یہ تین لاکھ تیس ہزار وہ رقم ہے جو صرف بی بیوں کے حصہ میں آئی تھی۔

آپ کا ایک نکاح ام حکیم بنت قارظ بن خالد سے ہوا تھا ان سے آپ کے ایک صاحبزادے ابوبکر[4] نامی تھے۔

---

۱ موطا مالک اور اسکی شروح کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس مرتبہ آپ نے دو طلاق دیں یا اس کے قبل دو طلاق ہوچکی تھیں اور یہ تیسری تھی ۱۲ منہ ۲ موطا مالک باب متعۃ الطلاق واصابہ زرقانی شارح موطا نے اس جاریہ کی قیمت اسّی دینار (اشرفی) بتلائی ہے۔ ۱۲ منہ ۳ تاریخ صغیر امام بخاری ص ۱۲ منہ ۴ علامہ ابو تمام نے اپنے حماسہ کے باب تسییب میں آپ کے دو شعر نقل کئے ہیں ۱۲ منہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

آپ کے نکاح کا دلچسپ واقعہ ناظرین کی تفریح طبع کی خاطر بخاری شریف سے نقل کرتا ہوں ایک دن ام حکیم نے حضرت عبدالرحمن رضؓ سے بیان کیا کہ بہت سے لوگ مجھ سے نکاح کی خواہش کرتے ہیں آپ جہاں مناسب سمجھئے کر دیجئے حضرت نے فرمایا کہ اپنے نکاح کا پورا اختیار مجھکو دیتی ہو آپ نے کہا کہ ہاں! فوراً آپ نے فرمایا کہ میں تمکو اپنے نکاح میں لاتا ہوں۔

ایک نکاح اسماء بنت سلامہ سے ہوا ان کے صاحبزادے کا نام عبدالرحمن ہے اور ایک نکاح آپ کا ام کلثوم بنتؓ جو عقبہ بن ابی معیط کی بیٹی تھیں ان سے ہوا تھا ان کے بطن سے

(فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۲۰۲)
ا؎ کتاب النکاح باب اذا کان الولی ہو الخاطب و فتح الباری ۹/۱۰۲ آپ ممتاز صحابیہ ہیں آپ لکھنا بھی جانتی تھیں۔

آپ مکہ ہی میں داخل اسلام ہو چکی تھیں اور قبل ہجرت بیعت بھی کر چکی تھیں آپکو تمام مہاجرین طبقہ نساء میں یہ امتیاز حاصل ہے کہ ماں باپ کے کافر رہنے کے باوجود تنہائی کی حالت میں آپ نے ہجرت کی آپ حدیبیہ کے زمانے میں پیدل مدینہ تشریف لائیں آپکی ہمت ملاحظہ فرمائیے کہ مکہ سے تن تنہا صرف خدا کے فضل کے بھروسہ پر نکل کھڑی ہوئیں معاہدہ کے خیال پر آپ کے ۲ دو بھائی ولید بن عقبہ اور عمارہ بن عقبہ آپ کو لینے آئے مگر اسوقت یہ آیت نازل ہوئی۔

یاایھا الذین امنوا اذا جاءکم المومنات مھاجرات فامتحنوھن اللہ اعلم بایمانھن فان علمتموھن مومنات فلا ترجعوھن الی الکفار لاھن حل لھم ولا ھم یحلون لھن (سورہ ممتحنہ پ ۲۸)

اے مسلمانو جب مسلمان عورتیں ہجرت کر کے تمہارے پاس آویں تو ان کا امتحان کر لو اللہ ان کے ایمان کی حالت سے اچھی طرح واقف ہے اور جب تمھیں ان کے مسلمان ہونیکا یقین ہو جائے تو پھر کفار کیطرف واپس نہ کرو وہ انکے لئے حلال ہیں اور نہ کفار ان کے لئے۔

اس روز سے کفار پر اچھی طرح واضح ہو گیا کہ معاہدہ عورتوں کے حق میں نہیں ہے امام بخاری نے اپنی صحیح میں

toobaa-elibrary.blogspot.com

دو صاحبزادیاں تھیں جمیلہ - امۃ الرحمن اور چار صاحبزادے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ - پورا اصلحنامہ نقل کیا ہے اسکے الفاظ یہ ہیں - وعلی انہ لا یاتیک منا رجل الا رددتہ الینا کہ ہمارا کوئی مرد تمہارے پاس آئے گا تو تم واپس کر دو گے -

آپ قابل نکاح ہو چکی تھیں چنانچہ زید بن حارثہ سے آپ نے نکاح کر لیا. جمادی الاولیٰ ۸ھ میں وہ شہید ہو گئے ان کے بعد حضرت زبیر سے نکاح کیا ان سے آپ کو تکلیف ہوتی تھی آپ برابر طلاق کا تقاضا کیا کرتی تھیں آپ حاملہ تھیں - ولادت کے دن قریب تھے. جس دن آپکو ولادت کا درد شروع ہوا. اسی حالت میں آپ نے حضرت زبیر سے طلاق کا بیحد اصرار کیا. آپکی اس حالت کا علم ان کو نہ تھا انھوں نے ایک طلاق دیدی کچھ ہی دیر بعد آپکی ولادت ہوئی اور زینب پیدا ہوئیں. حضرت زبیر کے کسی رشتہ دار نے اسکی اطلاع دی تو آپ بڑے نادم ہوئے. اسکے بعد آپکے پاس نکاح کے پیام آنے لگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بسرۃ بن صفوان کو بلا کر پوچھا کہ کس کس نے نکاح کا پیام دیا ہے انھوں نے چند لوگوں کے نام بتلائے اور حضرت عبدالرحمنؓ کے پیام کا بھی تذکرہ کیا. حضرت نے فرمایا کہ عبدالرحمنؓ سے نکاح کرو وہ مسلمانوں میں ایک بہترین فرد ہیں ام کلثوم نے جب یہ سنا تو اپنے بھائی ولید سے کہلا بھیجا کہ میرا فوراً عبدالرحمنؓ سے نکاح کر دو (تاریخ صغیر امام بخاری ص۲۷) چنانچہ اخیر ۹ھ یا اس کے بعد آپ سے نکاح ہوا -

امام بخاری نے اپنی صحیح میں آپ کی ایک روایت بھی درج کی ہے "اس شخص کو کذاب نہیں کہا جا سکتا جو لوگوں میں صلح کراتا ہو اور اپنی طرف سے کوئی اچھی بات بڑھا دیتا ہو" (کتاب الصلح باب لیس الکاذب الذی یصلح)

مرض الموت میں حضرت عبدالرحمن پر کچھ دیر کیلئے غشی طاری ہوئی تو آپ فوراً مسجد جا کر نماز میں مشغول ہو گئے اور اس سخت مصیبت کے وقت خدا کے دربار میں صبر اور نماز سے اعانت کی خواستگار ہوئے (ابن سعد) یہ دعا کا اثر فرمایئے یا اور کچھ لیکن اسکے بعد ایک ماہ اور حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف زندہ رہے. حضرت عمر نے

toobaa-elibrary.blogspot.com

حمیدؓ۔ محمدؓ ۔ اسمٰعیل ۔ ابراہیم۔ ان کو آپکے تمام صاحبزادوں میں یہ امتیاز و تفوق

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ آپ کیلئے ہزار درہم وظیفہ مقرر فرمایا تھا (تذکرہ فاروقی طبقات ابن سعد) حضرت عبدالرحمٰنؓ کے انتقال کے بعد حضرت عمرو ابن العاص سے نکاح کیا اور ان ہی کے نکاح میں ایک ماہ رہکر انتقال کیا آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اخیافی بہن تھیں فتح مکہ کے دن آپکی ایک ہندہ مسلمان ہوئیں (فتح ج۹ ص۲۲۹۔ اسد الغابہ اصابہ) فتح البلدان میں ص۴۶۲ بلاذری نے لکھا ہے کہ آپ لکھنا بھی جانتی تھیں ۱۲ (لہ آپ مالدار ہونے کے باوجود بہت ہی باعزت وبا وقار واقع ہوئے تھے۔ اہل مدینہ پر آپ کا اثر تھا۔ (معارف) تہتر برس کی عمر میں سنہ ۹۵ھ میں وفات پائی (تہذیب) ۱۲ (لہ حضرت عبدالرحمٰنؓ کے صاحبزادے ام کلثوم بنت عقبہ کے بطن سے چار ہیں اس پر اکثر ائمہ رجال اور شراح حدیث متفق ہیں مگر شارح مسلم علامہ نووی تہذیب الاسماء میں بجائے اسمٰعیل کے زید لکھتے ہیں اور علامہ صاحب الریاض المستطابہ زید محمد کے عوض لکھ رہے ہیں اور محمد کو ام کلثوم بنت عتبہ کا فرزند بتلاتے ہیں۔ بنت عتبہ اور عقبہ دونوں آپکی بیوی ہیں اور دونوں کا ایک ہی نام ام کلثوم ہے اور عقبہ اور عتبہ میں باہمی خطی تشابہ بھی بہت زیادہ ہے اسلئے یہ غلطی کچھ بعید نہیں۔ علامہ ابن عبدالبر صاحب استیعاب نے ام کلثوم بنت عقبہ کے تین بیٹے۔ ابراہیم، اسمٰعیل، حمید لکھے ہیں اور محمد کو بنت عتبہ کا بیٹا بتلایا ہے اور یہی رائے میرے نزدیک صحیح معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ مجھ کو حضرت عبدالرحمٰن اور دیگر مشائخین بدر کے برابر نشست میں جگہ دیتے تھے تو حضرت عبدالرحمٰنؓ نے فرمایا ان لنا ابناء مثلہ، کہ ابن عباس کو تم ہمارے برابر بٹھاتے ہو حالانکہ وہ ہمارے بچوں کا ہم عمر ہے اگر آپ کے صاحبزادے محمد کی والدہ بجائے ام کلثوم بنت عتبہ کے ام کلثوم بنت عقبہ ہوں تو یہ ہرگز صحیح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ امر یقینی ہے کہ اخیر سنہ ۹ھ یا اسکے بعد بنت عقبہ آپکے نکاح میں آئیں اور ابن عباس وفات نبوی کے وقت یعنی سنہ ۱۱ھ میں کم از کم دس سال کے تھے (استیعاب) اور زیادہ سے زیادہ محمد کی عمر ایک یا ڈیڑھ سال کی ہو سکتی ہے۔ انکی اور اولاد بقول ابن حجر محمد سے خرد سال ہیں تو ایسی صورت میں ان لنا ابناء مثلہ کیسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا اور علامہ عبدالبر اور صاحب الریاض کی رائے کے مطابق کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ ام کلثوم

toobaa-elibrary.blogspot.com

حاصل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پیدا ہو چکے تھے اور آپ نے حضرت

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ بنت عتبہ آپکے نکاح میں آپکے اسلام سے قبل ہی آئی تھیں۔ ۱۲۰ ہ سنہ ۳ھ (فتح الباری ج ۸ ص ۵۲۵) اسکے ساتھ ساتھ علامہ ابن حجر کی یہ تصریح کہ محمد اکبر اولاد میں کچھ معارض نہیں۔ کیونکہ وہ تصریح کر رہے ہیں کہ صغرسنی میں انکا انتقال ہو گیا (تفسیر سورہ نصر) اور علامہ موصوف نے تعجیل المنفعۃ میں اور ابن قتیبہ نے معارف میں عبدالواحد بن محمد بن عبدالرحمن بن عوف رض کا جو ذکر کیا ہے وہ دوسرے محمد ہیں۔ علامہ عبدالبر نے آپ کے دو صاحبزادوں کا نام محمد لکھا ہے۔ مگر یہ صرف احتمالات ہیں ان سے واقعات کا پتہ چلنا دشوار ہے۔ غور کا مقام ہے کہ ان معمولی باتوں میں اتنا اختلاف نظر آتا ہے اور اسکے متعلق صحیح فیصلہ دشوار و غیر ممکن ہے اب وہ مسائل و واقعات جن کا اثر محبوب یا مبغوض شخصیتوں پر پڑتا ہو یا اصول مذہب کو ٹھیس لگتی ہو۔ وہ یقیناً امکان کے احاطہ سے خارج ہوں گے۔ اس قسم کے مواقع پر ان بزرگ ہستیوں کیلئے دل سے دعائیں نکلتی ہیں جو روایت کے نشہ سے سرشار تھے۔ ان کو اس کا کچھ پتہ نہ تھا کہ اسکے بیان کرنے سے خود ان کے مذہب پر کیا اثر پڑتا ہے روایت کے نام سے جو چیز بھی ان کو پہنچائی جاتی اسکو نہایت اہتمام سے لیتے اور دوسرے کو بھی پہنچانے میں مضائقہ نہیں فرماتے تھے بلکہ بڑی دریا دلی سے اپنے سے اخذ کرنیوالی ہستیوں کا خیر مقدم کرتے۔ اور جیسے کو خود اسکیلئے تیار رہتی کہ جب کبھی حسن تمنا کی آواز ان کے کانوں میں پڑے بصد شوق اسے سنتے اور انتہائی اہتمام سے اس کو محفوظ رکھتے ویسے ہی اہتمام سے ان لوگوں کو پہنچا دیتے جو اسکے قدرشناس و مشتاق ہوتے اور انکے حفظ و اہتمام کی محنت کو ضائع نہیں ہونے دیتے۔

جب کبھی ہمکو کسی واقعہ کی تلاش ہو تو ہمکو اسی قسم کے حضرات سے اس واقعہ کے معلوم کرنیکی کوشش کرنی چاہیئے کیونکہ انکی احتیاط کا تو یہ حال ہے کہ جو سنتے ہیں وہ دوسرے تک پہنچا دیتے ہیں گو اسکا معز اثر ان پر ہی کیوں نہ ہوتا ہو تو اب کونسی وجہ ہے کہ ایسے لوگوں کے بیان پر وثوق نہ کیا جائے اور انکی بات نہ مانی جائے گو اسکے ساتھ ہم ان

toobaa-elibrary.blogspot.com

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا۔ اور آپ کے کسی اور بھائی کو یہ شرف

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ فقہائے محدثین کے کچھ کم ممنون کرم نہیں ہیں جنکی کوششوں کی بدولت دودھ کا دودھ پانی کا پانی علیحدہ علیحدہ نظر آتا ہے۔

بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی ابراہیم کی کنیت ابو اسحٰق یا ابو عبد اللہ ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب محصور تھے تو آپ خدمتگزاری کیلئے حاضر تھے ۹۵ھ یا ۹۶ھ میں چھتر برس کی عمر میں وفات پائی۔ عمر کی جو تعداد بیان کی ہے وہ بہت زیادہ کم ہے۔ ابھی آپ نے معلوم کیا کہ حضور کی حیات میں آپ پیدا ہو چکے تھے اور سب سے آخری سال لیا جائے تو ۱۱ھ میں یقیناً آپ کی پیدائش ہو جانی چاہئے تو اب ۹۵ھ میں آپ کی عمر چوراسی ہوتی ہے اور پھر یہ امر اس کے اور مؤید ہے۔ کہ آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ اگر ۲۰ھ میں آپ کی پیدائش لیجائے جس سے ۹۵ھ میں آپ کی عمر چھتر سال کی ہو جاتی ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت آپ صرف تین چار ہی برس کے ہوں گے۔ اور حیات نبوی میں آپ کی پیدائش صحیح نہ ہو گی حرہ کے واقعہ میں آپ مقید ہو کر مسلم کے سامنے پیش کئے گئے۔ اس نے آپکو بٹھا نے کی درخواست کی اور آپ سے کہا کہ آپ یاد کیجئے کہ معاویہ کے پاس آپ تشریف فرما تھے ایک شخص آیا تھا جسکی ان کے پاس شکایت پہنچی تھی وہ اپنے عذر بیان کرتا تھا اور قسم کھاتا تھا اور معاویہ نہ عذر سنتے تھے اور نہ قسم کا اعتبار کرتے تھے آپ نے ان سے فرمایا کہ جب عذر کرتا ہے تو آپ کے شایانِ شان نہیں ہے کہ اس کا عذر رد کر دیں اور اسکی قسم کا اعتبار نہ کریں۔ چنانچہ آپ کے فرمانے سے اس کا قصور معاف کر دیا۔ یاد کر کے آپ اسکو پہچان سکتے ہیں آپ نے فرمایا کہ واقعہ یاد دلانے سے یاد تو آتا ہے مگر اس شخص کو پہچان نہیں سکتا۔ اس نے کہا میں وہی شخص ہوں جو مجرم کی حیثیت سے اسوقت حاضر تھا میں آپکا کشتۂ احسان و ممنون کرم ہوں اس لئے آپ اور جس کو آپ امان میں کہدیں وہ امان میں ہے چنانچہ آپنے جن جن کے متعلق سفارش کی سب کو چھوڑ دیا (ابن عساکر ج ۲ صفحہ ۲۵۳) آپ بہت زیادہ کوتاہ قد تھے آپ سے

toobaa-elibrary.blogspot.com

حاصل نہ ہوا تھا۔

ایک نکاح ام حریث جو بہراء کی قیدیوں میں آئیں تھیں ان سے ہوا تھا انسے ایک صاحبزادے مصعب[1] اور دو صاحبزادیاں آمنہ اور مریم تھیں۔ آپکے صاحبزادے ابو الابیض سہیل[2] کی والدہ مجد[2] بنت یزید بن سلامہ تھیں۔ اور آپکے صاحبزادے عثمان[3] کی والدہ غزال[3] بنت کسریٰ (یکے از اسیران مدائن) تھیں۔ اور آپکی صاحبزادی ام یحییٰ کی والدہ زینب[4] بنت صباح بن ثعلبہ (یکے از اسیران مدائن) تھیں۔ اور جویریہ[5] آپ کی صاحبزادی کی ماں کا نام بادیہ بنت غیلان[6] ثقفی

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا نے نکاح کیا تھا مگر عرصہ تک قائم نہ رہ سکا (الاعلاق النفیسہ لابن رستہ) پھر حضرت سعد ابن ابی وقاص کی صاحبزادی سے نکاح ہوا۔ ہشام کے زمانے میں آپ مدینہ کے قاضی بھی رہے (معارف ابن قتیبہ) ۱۲ ر ۱ انکا نکاح انکی چچازاد بہن لیلیٰ بنت الاسود سے ہوا تھا انکے بطن سے دو اولاد تھیں زرارۃ جسکی وجہ سے آپکی کنیت ابو زرارہ تھی اور دوسری کا نام عبد الرحمن تھا (ابن سعد) آپ بہت بہادر تھے۔ عبد الملک نے ایک اپنے فوجی سے جو کہ شامی تھا دریافت کیا کہ سب سے زیادہ بہادر تم نے کسکو پایا۔ اسنے کہا کہ مصعب بن عبد الرحمن کو حضرت عبد اللہ بن زبیر کے ساتھ شہید ہوئے۔ صاحب استیعاب نے انکی والدہ کا نام نفیسہ بتلایا ہے جو قبیلہ بہر سے تھیں ۱۲ ر ۲ انکا نکاح ثریا سے ہوا انکی اولاد مدینہ میں رہی (معارف) تہذیب التہذیب میں عبد المجید بن سہیل بن عبد الرحمن عوف لکھا ہے معلوم نہیں کہ سہیل کے علاوہ کوئی آپکی اولاد میں سہیل بھی ہے یا نہیں۔ امام بخاری نے بھی کچھ نہیں لکھا۔ اپنی تاریخ میں عبد المجید کا تذکرہ کرتے ہیں اور سہیل بن عبد الرحمن ہی لکھتے ہیں۔ ۱۲ ر ۳ انکی اولاد بصرہ منتقل ہو کر چلی آئی (معارف) ۱۲ ر ۴ حضرت عبد الرحمن کے بھانجے مسور بن مخرمہ کے نکاح میں آئیں جن سے ایک لڑکی ام ابراہیم پیدا ہوئی (ابن سعد) ۱۲ ر ۵

toobaa-elibrary.blogspot.com

تھا آپ کے تین لڑکے ام ولد سے تھے جن کے نام عمرو، یحییٰ ۔ بلال ۔ تھے۔

آپ کا ایک نکاح ام حبیبہ بنت جحش سے (جو ام المومنین حضرت زینب بنت جحش کی بہن تھیں) ہوا تھا۔[۱] ان کے بطن سے حضرت عبدالرحمٰن کی کوئی اولاد نہیں ہوئی ابن سعد کا خیال ہے کہ آپ کا نام حبیبہ ہے اور کنیت ام حبیب بعد میں لوگوں نے اختلاط کر دیا ہے آپ سات سال تک امراض نسوانی میں سخت مبتلا رہیں۔[۲]

سعید ابن العاص فتح شام کے بعد جب مدینہ آئے تو ایک روز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تفریحاً جا رہے تھے۔ آبادی کے باہر چند عورتیں نظر آئیں جنھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سلام کیا حضرت نے ان کا حال دریافت کیا معلوم ہوا کہ سفیان بن عویف کی بیوی اور انکی بچیاں ہیں، انکی بیوی نے دربار خلافت میں یہ عرض کیا کہ سفیان تو شہید ہو گئے اب یہ لڑکیاں قابل نکاح ہو چکی ہیں آپ کچھ انتظام فرمائیں چنانچہ آپ نے ایک لڑکی کا نکاح سعید سے اور ایک کا نکاح حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف سے کر دیا۔[۳]

تفصیل بالا میں آپ کو اکیس اولاد ذکور کے نام ملے ہونگے ۔ اور آٹھ[۴] اولاد اناث کے غرضیکہ گویا آپ کو اب تک آپکی کل انتیس اولاد کا پتہ چلا ہے مورخ نیشاپوری اور

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ۔ اصابہ اسد الغابہ دونوں میں آپکا ذکر ہے مگر اس کا تذکرہ نہیں کہ آپ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں مگر علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں اسکی تصریح کی ہے کہ آپ حضرت عبدالرحمٰن کے نکاح میں آئیں یہ وہی ہیں جنکے حسن جمال کی تعریف مخنث نے کی تھی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اتفاق سے سن لیا تھا۔ اور اسوقت یہ حکم فرمایا تھا کہ آج سے مخنث زنانہ میں نہ آیا کریں (فتح الباری کتاب النکاح باب ما نہی من دخول المتشبہین) ۲ آپ ایک عرصہ تک امراض نسوانی میں مبتلا رہیں ۲۰ سنن نسائی کتاب الطہارۃ ۱۲ ۳ بخاری شریف

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور صاحب تراجم ابن اسحاق نے صالح بن ابراہیم آپ کے پوتے کو آپ کا بیٹا لکھدیا ہے، ابن قتیبہ نے معارف میں مسور بن عبد الرحمٰن صالح کے بھائی کو آپ کا بیٹا لکھا ہے اور لکھا ہے کہ حرہ کے واقعہ میں شہید ہوئے۔

مرض الموت اور آپکی وفات

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ۳۱ھ میں جب نکسیر کے مرض میں سخت مبتلا ہوئے[1] تو اکثر صحابہ کو آپ کی حیات سے نا امیدی ہوگئی تھی لوگوں نے آپ سے اپنا خلیفہ بنانے پر اصرار کیا[2] اسی اصرار کی بناء پر آپ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بلا کر وصیت کی کہ میرے بعد میرے قائم مقام تم ہونا انھوں نے صاف انکار کر دیا[3] اسکے بعد آپ نے حضرت عبد الرحمٰن کے متعلق اپنے کاتب حمران سے وصیت لکھا دی اس نے ناسمجھی سے قبل از وقت ظاہر کر دیا چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس پر سخت ناراض ہوئے اور جلا وطن کر کے بصرہ بھیجدیا[4] یہی واقعہ ابن مسکویہ نے تجارب الامم میں نقل کیا ہے"۔ حمران کے جلا وطن کرنے کی وجہ یہ ہوئی کہ حضرت عثمان نے اپنی بیماری میں اس سے کہا کہ میرے بعد کیلئے عبد الرحمٰنؓ کے نام وصیت نامہ لکھو۔ اس نے وصیت نامہ لکھا اور حضرت عبد الرحمٰنؓ کے پاس چلا آیا اور بڑی مسرت وشادمانی کے لہجہ میں کہا کہ

---

[1] اس سال یہ مرض بہت کثرت سے پھیلا تھا چنانچہ اس سال کا نام ہی عام الرعاف ہوگیا یعنی نکسیر کا سال ۱۲ [2] بخاری باب مناقب الزبیر۔ بخاری شریف میں یہ بھی ہے کہ آپ نے وصیت بھی کر دی مگر کسکو منتخب کیا اس کا تذکرہ نہیں ہاں جب لوگوں نے حضرت زبیر کا اس موقعہ پر تذکرہ کیا تو آپ نے عمدہ الفاظ ان کے متعلق فرمائے ۱۲ [3] ابن عساکر جلد ۳ ص ۳۶۱ ۱۲ [4] فتح الباری جلد ۷، مناقب زبیر ص ۶۲ ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

خوشخبری اور مبارکباد ہو، حضرت عبد الرحمٰنؓ نے قاعدہ کے مطابق کہا کہ اللہ تعالٰی تم کو بھی مبارک کرے اس کے بعد اس نے واقعہ کی اطلاع دی حضرت عبد الرحمٰنؓ اس کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس چلے آئے اور ان سے واقعہ کہا اس سے حضرت عثمان کو جو اس پر اطمینان تھا وہ جاتا رہا اس کو اپنے پاس سے علیحدہ کر دیا اور سزا جلا وطن بھی کر دیا۔"

مختصر یہ کہ حضرت عثمان کی یہ وصیت آپ پر بہت شاق ہوئی آپ نے خدا سے دعا کی کہ اے میرے مولا مجھ کو عثمان سے پہلے اپنے پاس بلا لے دعا اجابت کے وقت ہوئی تھی قبول ہوگئی عالم اسباب میں یوں سلسلہ جوڑا گیا کہ آپ بیمار ہوگئے اور علالت نے طوالت اختیار کی، آپ سن طبعی کو بھی پہنچ چکے تھے، ضعف بڑھتا گیا اب جسم میں اتنی طاقت بھی نہیں رہی کہ روح جیسی لطیف شئے کے بار کی بھی متحمل ہو۔ وفات کے قبل آپ غشی طاری ہوئی اس کے بعد ہوش آیا تو آپ نے فرمایا کہ میرے پاس دو فرشتے سخت مزاج آئے اور کہا اسکو خداوند ذوالجلال کے دربار میں لے چلو وہاں اس سے بازپرس کی جائے گی معاً دو فرشتے خوش خلق نرم گفتار ظاہر ہوئے ان دونوں نے کہا کہ اس سعادت شقاوت یہ ماں کے پیٹ ہی میں غالب آچکی ہے۔[۵]

---

[۱] الریاض المستطابہ ۱۲۱ [۲] ابن سعد وغیرہ حاکم نے مستدرک میں اس واقعہ کو اس طور سے نقل کیا ہے کہ آپ پر غشی طاری ہوئی تو لوگوں نے سمجھا کہ آپ کی وفات ہوگئی لوگ آپ کے پاس آئے اور آپ کو کپڑا اوڑھایا گیا اور آپ کی بیوی ام کلثوم مسجد گئیں اور نماز میں مشغول ہوگئیں تھوڑی دیر کے بعد آپ کو افاقہ ہوا اور آپ نے اللہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

کفن

آنحضرت صلی علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں ایک عورت ایک نئی چادر لیکر آئی اور عرض کیا کہ حضور اپنے ہاتھ سے بن کر لائی ہوں آپ نے اس کو ازار کے طور پر استعمال فرمایا اور بڑی تعریف کی حضرت عبدالرحمن رض بن عوف حاضر تھے آپ نے طلب کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً ہی باندھا تھا اسلئے کچھ دیر استعمال کے بعد آپ کو بھجوا دی آپ نے لوگوں سے بیان کیا کہ میں نے کفن کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو طلب کیا ہے ورنہ مجھکو کپڑے کی ضرورت نہ تھی راوی کا بیان ہے کہ وہی چادر آپ کے کفن میں استعمال کی گئی۔[1]

نماز جنازہ

جنازہ کی نماز پڑھانے کے لئے آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو وصیت کی[2]۔ اور وصیت کے مطابق آپ ہی نے نماز پڑھائی[3]

مدفن

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں رفیقوں سے آپ کے جو تعلقات تھے اس پر اس واقعہ سے بھی روشنی پڑتی[4] ہے کہ آپ کے مرض الموت میں حضرت عائشہ نے آپ کی استدعا کے بغیر یہ کہلا بھیجا کہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اکبر کی تکبیر بلند کی آپ کی معیت میں سب گھروالوں نے تکبیر کہی پھر آپ نے پوچھا کیا مجھکو غشی ہوگئی تھی لوگوں نے جواب دیا کہ ہاں اس کے بعد آپ نے فرمایا وہ فرشتے میرے پاس آئے جسمیں ایک سخت مزاج تھا اس نے کہا کہ چلو قادر مطلق کے دربار میں۔ یکایک ان کو ندا آئی کہ اسکے پاس سے لوٹ جاؤ یہ تو ان لوگوں میں سے ہے جنکی تقدیر میں سعادت ونجات انکے پیدا ہونے سے پہلے لکھدی جاتی ہے۔ اور ابھی اسکی اولاد اس سے متمتع ہوتی رہیگی چنانچہ اس کے ایک ماہ کے بعد آپ نے انتقال فرمایا (مستدرک) ۱۲ [1] بخاری باب النساج وباب من استعد الکفن ۱۲ [2] استیعاب ۱۲ [3] ابن سعد ۱۲ [4] الریاض المستطابہ ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ہمنشینوں کے ساتھ دفن ہوں	ان يدفن مع النبي صلى الله عليه وسلم وصاحبيه

مگر آپ نے پاس ادب ملحوظ رکھتے ہوئے انکار کیا اور یہ کہلا بھیجا کہ مجھ سے اور عثمان بن مظعون سے معاہدہ ہو چکا تھا کہ ہم میں جو آخر میں وفات پائے وہ پہلے کے پہلو میں دفن ہو چنانچہ آپ ان کے پہلو میں دفن ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادے ابراہیم کو آپ ہی کے پہلو میں دفن کیا تھا اور فرمایا تھا[1]

ہمارے اگلے لوگوں یعنی عثمان بن مظعون سے ملگیا	الحق لسلفنا عثمان بن مظعون

چنانچہ جنۃ البقیع میں تینوں حضرات ایک ہی قبر میں آرام فرماتے ہیں[2]۔ اور عجیب اتفاق کہ آپ کی زندگی میں معلم الامۃ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آپکے رفیق وجار تھے مرنے کے بعد بھی وہ آپ کے پڑوسی رہے اور یہیں آپکے قریب دفن ہوئے[3]

عمر شریف سنہ ۳۱ھ میں آپ کی وفات بیان کیجاتی ہے مگر میرے نزدیک ان مؤرخین کی رائے زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے جو سنہ ۳۲ھ میں آپ کی وفات بیان کرتے ہیں کیونکہ سنہ ۱ عام فیل میں آپ کی پیدائش ہے[4] اور آپکی ولادت کے تینتالیس برس بعد سنہ ۱ھ شروع ہوتا ہے اور سنہ ۳۲ھ میں وفات تسلیم کیجائے تو آپ کی عمر چھتر برس کی ہوگی[5] اور عمر کے بارے میں صحیح ترین قول ہے۔ دوسرا امر یہ ہیکہ محدثین عام طور سے اسی کے مؤید پائے جاتے ہیں کہ سنہ ۳۲ھ میں وفات ہوئی

---

[1] جمع الفوائد نقلاً عن الطبرانی الکبیر ۱۲ [2] الریاض المستطابہ ۱۲ [3] ابن سعد ۱۲

[4] مستدرک ۱۲ [5] فتح الباری ج ۷ ص ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

وصیت

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو اپنے چھوٹے بچوں کی نگہداشت کی وصیت کی[1] چنانچہ حضرت زبیرؓ آپ کے بعد آپ کے مال و اسباب کی نگرانی کرتے اور آپکی اولاد پر حسب ضرورت صرف کرتے[2]

کاشت کے لئے جو زمینیں آپ کے پاس تھیں وہ تمام آپکی ملکیت میں داخل نہ تھیں بلکہ بعض حصوں کے اور لوگ مالک تھے اور آپ متعین شرح سے اسکا کرایہ (لگان) ادا کرتے تھے کچھ کرایہ (لگان) باقی رہ گیا تھا۔ اپنے صاحبزادوں کو اسکے ادا کی وصیت کی[3]

آپکی وفات پر صحابہ کا رنج

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ شیریں پانی تم پی گئے اور تلخ و ناگوار ہمارے لئے چھوڑ گئے[4]

حضرت سعد ابن ابی وقاص کو آپ کی وفات کے صدمے نے ہوش بجا نہیں رکھا تھا ایک وارفتگی کے عالم میں چیخ چیخ کر پکارتے تھے۔ وا جبلاہ اے میرے پہاڑ۔ اے میرے پہاڑ[5]

آپکے رشتہ دار

آپ چار بھائی تھے۔ سب سے بڑے حمنن تھے۔ آپ اسلام لائے اور اسلام میں آپکی عمر ساٹھ برس گذری لیکن اپنے وطن سے اتنی محبت تھی کہ ایک بار بھی مدینہ تشریف نہ لائے[6] اور اکیس برس کی عمر میں وفات پائی[7] ایک بھائی کا نام اسود تھا۔ یہ آپ کے حقیقی بھائی تھے۔ اور آپکے متعلق صحیح قول یہی ہے کہ قبل فتح مکہ ایمان لائے[8]۔ اور ہجرت بھی کی[9]۔ حضرت عائشہ کیساتھ واقعہ جمل میں

---

[1] ابن عساکر حالات زبیر ۱۲ [2] اصابہ تذکرہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ۱۲ [3] موطا مالک۔ باب کراء الارض ۱۲ [4] ابن سعد [5] آپکی نظر کے سامنے تمام واقعات تھے خیر القرون کا دور گذر رہا تھا۔ باب فتنہ وا ہو چکا تھا انہی تمام امور کیطرف اشارہ ہے ۱۲ [5] طبقات ابن سعد ۱۲ [6] اصابہ ۱۲ [7] اسد الغابہ اشعاب ۱۲ [8] القول المختار فی طبقات الصحابہ والتابعین الاخبار قلمی مخزونہ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن ۱۲ [9] صاحب اسد الغابہ کا بیان ہے کہ فتح مکہ میں ایمان لائے۔ استیعاب ابن اسعد ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

شریک تھے۔ اور اسی جنگ میں شہادت پائی۔[1]

ایک بھائی عبداللہ بن عوف تھے جو فتح مکہ میں ایمان لائے۔[2] اور مدینہ آکر قیام کیا ابو لؤلؤہ نے جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو خنجر سے زخمی کیا تھا اور آپ کے علاوہ اور متعدد لوگوں کو زخم لگا چکا تھا، اسوقت عبداللہ ہی کو یہ ترکیب سوجھی تھی کہ چادر اس پر اس طور سے ڈالدی جائے کہ اس کے ہاتھ بندھ جائیں اور اپنی تدبیر پر سب سے پہلے خود ہی عمل کیا اور اس پر اپنی چادر پھینکی اور انتہائی سرعت و تیزی سے اسکی گردن جھٹکی اور اس طریقہ سے وہ گرفتار ہوگیا۔[3] حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی وفات کیوقت آپ مدینہ ہی میں مقیم تھے انکے لڑکے کا نام طلحہ تھا جنکی شادی مسور بن مخرمہ کی لڑکی ام ابراہیم سے ہوئی تھی طلحہ کی ایک شادی ام ابراہیم کے بعد ان کی علاتی بہن امۃ الرحمٰن سے ہوئی تھی۔[4]

مؤطا مالک کی ایک روایت سے آپ کے ایک اور بھائی مکمل بن عوف کا پتہ چلتا ہے۔ یہ نہیں معلوم کہ قبل از اسلام وفات پا گئے۔ ہاں! انکی اولاد مشرف باسلام ضرور ہوئی ہے۔ علامہ ابن حجر کا خیال یہ ہے کہ یہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے بھائی نہیں چچا ہیں، مگر نسب نامہ پر نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ چچا نہیں ماموں ہیں۔ یہ امر دیگر ہے کہ رشتہ میں چچا بھی ہوتے ہوں۔

انکی والدہ کے تذکرہ میں آپ کی دو بہنوں شفا، عاتکہ، کا تذکرہ آچکا ہے دار قطنی کی ایک روایت ہے کہ آپکی بہن سیدنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ علامہ نے

---

[1] معارف ابن قتیبہ ۱۲ [2] اصابہ ۱۲ [3] فتح الباری جلد ۷ واقعہ شہادت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ۱۲ [4] ابن سعد ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

تلخیص الجبیر میں ان کا نام ہالہ بتلایا ہے۔ اصابہ میں صرف دار قطنی کے واقعہ کا تذکرہ کیا ہے ان کے اور حالات زندگی نہیں ہیں۔ علامہ ابن عبد البر نے استیعاب میں بھی آپ کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔

آپ کے دو چچا زاد بھائی تھے۔ طلیب بن ازہر۔ مطلب بن ازہر۔ یہ بھی ابتدائی عہد کے مسلمانوں میں ہیں مگر ہجرت حبشہ کی وجہ سے غزوۂ احد و بدر کی شرکت سے محروم رہے۔ شاید طلیب کے ایک بھائی عبد الرحمٰن بن ازہر اور تھے غزوۂ حنین میں حاضر تھے[1]۔ آپ کی ایک اخیافی پھوپی تھیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوتیلے چچا مصعب بن عبد المطلب کی ماں تھیں[2]۔

اخلاق، ذاتی اوصاف، دینی خدمات

اتقا و پرہیزگاری

آج ہم مسلمانوں میں ایک ایسا نقصان پیدا ہو گیا ہے جو یقیناً ہماری بہت سی اخلاقی بیماریوں کا سبب ہے۔ اور اسکا ہمکو قعر ذلت میں دور تک پہنچانے میں بہت زیادہ حصہ ہے، وہ یہ کہ ہم نے اسباب معاش کے اختیار و تارین کو دو خطوط متوازی تصور کر لیا ہے۔ اور ایک ایسی خلیج حائل سمجھ رکھی ہے

---

[1] تجرید اسماء الصحابہ ۱۲ ار ۲۵ ابن عساکر ج اص (۲۹) ۱۲ ار

جو کہیں بھی جا کر ان کو ملنے نہیں دیتی۔

ایک وہ برکت سے بھرا ہوا زمانہ تھا کہ ایک وقت ایک ہی ہستی ملائکان عرش کے رشک کا باعث ہوتی تھی تو دوسری طرف بڑے بڑے تجار کی آنکھیں پھٹک کر رہ جاتی تھیں۔ جہاں آپ یہ ملاحظہ کرینگے کہ حضرت عبدالرحمن رض نے اتنا سونا اپنے متروکہ میں چھوڑا جو کلہاڑوں سے کاٹ کر تقسیم کیا گیا[1]۔ وہاں اس پر بھی آپکی نظر پڑیگی کہ حضرت عبدالرحمن رض بہت طویل نماز پڑھتے تھے اور خدا کی بارگاہ میں عرض معروض کرنے میں ایک معتدبہ حصہ خرچ فرماتے تھے اذان سنتے ہی مسجد جانے کی تیاری کرتے[2]۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ شب کو اتفاقیہ طور پر آپ کے مکان چلے گئے تو آپ کو نماز میں مشغول پایا اور اس اطمینان کے ساتھ کہ مجبوراً حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جلد نماز ختم کرنے کا تقاضا کیا[3]۔ مسور بن مخرمہ کو کچھ رات گذرنے کے بعد اٹھایا اور کہا جاؤ حضرت عثمان رض اور حضرت علی رض کو بلاؤ اور خود نماز میں مشغول ہو گئے وہ دونوں صاحب آئے تو ختم نماز کا انتظار کیا[4]۔

حافظ ابن عساکر اور علامہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ آپ ظہر کے قبل بڑی طویل نماز پڑھتے تھے[5]۔ آپ کا خیال فرمائیے جو شخص نفل نماز میں اتنا وقت صرف کرتا ہو وہ اپنے فرض کو کس طور سے ادا کرتا ہوگا۔

اس میں کیا شک ہے کہ یہ تمام باتیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت کا

---

[1] طبقات ابن سعد ۱۲ ار [2] اصابہ ۱۹۹ مطبوعہ کلکتہ ۱۲ ار [3] تاریخ کامل ابن اثیر ج ۳ ۱۲۴۳ ار [4] تاریخ طبری واقعات ۲۲ھ ۱۲ ار [5] تہذیب ابن عساکر ۱۲ ار

toobaa-elibrary.blogspot.com

ادنیٰ کرشمہ تھیں مگر تاہم فطری قابلیت وصلاحیت شرط ہے ؎

صحبت اندر جوہر قابل کند تاثیر و بس — ورنہ شاخ گل ز بوئے گل چرا محروم شد

اور اسی فطری صلاحیت کا ایک معمولی اثر تھا جس نے کفر کی حالت میں بھی ہمیشہ شراب سے مجتنب رکھا۔[1]

خشیت الٰہی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بلا واسطہ سن چکے تھے کہ آپ نے بلا کسی شرط کے فرما دیا ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف فی الجنۃ[2] السابقون الاولون من المہاجرین میں داخل تھے اس مبارک غزوہ میں شریک تھے کہ جس کے متعلق حدیث قدسی میں حق تعالیٰ کا فرمان ہے قد غفرت لکم فاعملوا ما شئتم، حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے تھے کہ عبدالرحمٰن[3] نیک ہیں، صابر ہیں، سچے ہیں، امین ہیں۔ صالح ہیں[4] مگر پھر بھی خشیت الٰہی کا یہ عالم تھا کہ ایک گھڑی کے لئے بھی اپنے خاتمہ سے بےخوف نہیں رہتے تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن کے پوتے حضرت ابراہیم روایت کرتے ہیں کہ حضرت روزہ سے تھے اور افطار کا وقت ہو گیا یکایک خداوند ذوالجلال کی بے نیازی کا نقشہ آنکھوں کے سامنے ہوا اور اپنے رفیقوں کی یاد نے ایسا بےچین کیا کہ آپ[5] زار زار

---

[1] اصابہ ۱۲ [2] قرآن شریف کی آیت کا ٹکڑا ہے پوری آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ مہاجرین اور انصار کی جماعت میں جو لوگ مسلمان ہونے میں سابق ہیں اور وہ لوگ جنھوں نے اخلاص سے انکی پیروی کی اللہ تعالیٰ ان سے خوش ہو اور وہ اللہ سے۔ اور اللہ نے انکے لئے ایسی جنتیں بنائی ہیں کہ جن میں نہریں بہتی ہیں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہینگے اور یہ عظیم الشان کامیابی ہے ۱۲ [3] ترمذی ۱۲ [4] مسند حنبل ۱۲ [5] علامہ ابن عبدالبر اسکو مرض الموت کا واقعہ کہتے ہیں (فتح الباری غزوہ احد)

toobaa-elibrary.blogspot.com

رونے لگے۔ اور یہ کہتے جاتے تھے کہ بہت اچھے وقت چلے گئے دنیا میں جو اتنی مال و دولت دیگئی ہے کہیں ہماری نیکیوں کا بدلہ تو نہیں ہے جو دنیا ہی میں دیدیا گیا ہو اور وہاں کچھ باقی نہ رہا ہو۔ یہ کہکر بے اختیار رونے لگے اور اس وقت کا کھانا بھی نہ کھا سکے اور آپ کے صاحبزادے ابراہیم کے لڑکے سعد واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا کہ حضرت عبدالرحمنؓ روزہ سے تھے افطار کے بعد کھانا لایا گیا۔ آپ نے یہ حدیث بیان فرمائی

قتل حمزۃ فلم یوجد ما یکفن الا ثوب واحد[۱]	حضرت حمزہ کا انتقال ہوگیا۔ بجز ایک کپڑے کے کچھ اور میسر نہ ہوا۔

رقت قلب

خشیت آلٰہی کا یہ اثر تھا کہ قرآن شریف پڑھتے وقت آپ پر ایک خاص حالت طاری ہوتی تھی حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ

فلم ادر احدا یجد من الاقشعریرۃ ما یجد عبدالرحمنؓ عند القرأۃ	میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ قرآن شریف پڑھتے وقت عبدالرحمن بن عوفؓ کی طرح اسکے بھی رونگٹے کھڑے ہوتے ہوں[۲]

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک مجلس میں ایک شخص نے دردناک لہجہ میں قرآن شریف پڑھا تمام حاضرین کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے حاضرین میں آپ ہی ایک شخص تھے جن کے آنکھ سے آنسو نہ نکلے تھے یہ بدگمانی کا موقع تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو مخصوص تعلقات آپ سے تھے اس کا تقاضہ ہوا کہ خاص طور پر اس بدگمانی کو رفع کریں چنانچہ آپ نے حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا۔

---

[۱] بخاری شریف باب غزوہ احد ص۵۷۹ و کتاب الجنائز باب اذا لم یوجد الا ثواب واحد ص۱۷۰ ج۱ مسند ج۱ ص۱۹۲

[۲] اتحاف المہرۃ ج۲ ص۱۷۲ کتاب الحدود باب رحم الحبلی فتح الباری ج۱۲ ص۱۲۷، ج۱۲ مسند ص۵۵ کنز العمال ج۱۲ مسند

toobaa-elibrary.blogspot.com

گو عبدالرحمٰن کی آنکھ سے آنسو نہ نکلے مگر ان کے قلب پر رقت طاری ہوئی۔

ان لم یکن عبدالرحمٰن فاض علینہ
فاض قلبہ

ایک اور واقعہ ابو رباح فرماتے ہیں کہ فرط خشیت سے طواف میں دعا فرماتے تھے اللّٰھم قنی شح نفسی اے اللہ مجھے نفسانی طمع سے محفوظ رکھیو۔

یاد مرگ حضرت نوفل بن ایاس نے ایک روز اپنے احباب کے جلسہ میں حضرت عبدالرحمٰن کا تذکرہ اچھے الفاظ میں کیا اور یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک روز ہم کو مکان پر لے گئے خود اندر جاکر غسل کیا اور ہاتھ میں روٹی اور گوشت کا پیالہ لیکر باہر نکلے اور آپ پر گریہ طاری تھا۔ حضرت نوفل کے اصرار پر فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم سے رحلت کر گئے اور جو کی روٹی بھی شکم سیر نہیں کھائی میں بجز اس کے اور کچھ سمجھتا کہ ہمارے لئے جو بہتر چیز تھی (یعنی موت) اس میں تاخیر کر دیگئی ہے[۲]۔

حیا آپ کے صاحبزادے ابراہیم سے ایک شخص نے واقعہ بیان کیا کہ مجھ سے ایک شخص نے کہا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے ملکر ان سے گفتگو کرونگا چنانچہ وہ مدینہ آئے تو سب لوگوں سے ملاقات ہوئی حضرت عبدالرحمٰنؓ کو دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ انکی زمین کچھ موضع جرف میں ہے وہاں گئے ہوئے ہیں وہ صاحب وہاں پہنچے تو حضرت لنگی باندھے ہوئے تولیہ سے بدن کے نیچے کا حصہ

---

[۱] استیعاب ۱۲ [۲] شمائل ترمذی ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

پوچھ رہے تھے۔ انکا بیان ہے کہ مجھکو دیکھتے ہی تو لپیٹ کر پھینکدیا۔ اور فوراً لنگی باندھ لی انھوں نے اپنی گفتگو کا جواب لیا اور واپس چلے آئے[1]

مساوات کا سچا نمونہ فرزندانِ اسلام کے حلقہ میں جس کثرت سے نظر آئیگا اسکی نظیر سے دوسری قومیں عاجز ہیں، خدا کی تمام مخلوق کو ایک نظر سے دیکھنا، مالک اور مملوک کا فرق نکرنا، حاکم محکوم کے امتیاز کو عملاً بالائے طاق رکھنا مسلمانوں ہی کے لئے ہمیشہ طرۂ افتخار رہا ہے۔

صحابہؓ جو واقعی اسلام کی سچی تعلیم کے سچے نمونے ہیں اس میں اسکی نظیر بڑی کثرت سے پائی جاتی ہے

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے تموّل اور عزت کے واقعات کچھ آگے آئینگے مگر باایں ہمہ آپ کی سادہ معاشرت کا نمونہ علامہ ابن قیم کے الفاظ میں یہ ہے[2] کہ

کان لا یعرف من بین عبیدہ ٭ آپ میں اور آپ کے غلاموں میں کوئی امتیاز نہ تھا

حج آپ حج کو کل کئی بار تشریف لے گئے اسکا معلوم کرنا دشوار نظر آتا ہے مگر آپ کا سات حجوں میں موجود ہونے کا مورخین کی تصریح سے ذکر کرتے ہیں جو آپ نے مدینہ میں آنے کے بعد یعنی ہجرت کے بعد کئے پہلی مرتبہ شاید حضرت ابوبکرؓ جب امیر حج بناکر بھیجے گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے عقب میں سورۃ براۃ کا اعلان سنانے گئے تھے اس سال آپ بھی بنفس نفیس تشریف لے گئے تھے اسکے بعد حجۃ الوداع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمرکابی میں اسکے

---

[1] ابن عساکر ج ۳ ص ۲۲۶ ۱۲ [2] صفوۃ الصفوۃ قلمی از علامہ ابن جوزی ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

بعد ۱۱ھ و ۱۲ھ اور ۱۳ھ میں لگاتار تشریف لیگئے اور ۲۳ھ و ۲۴ھ میں پھر گئے ۲۹ھ[1] میں بھی آپ تشریف لیگئے تھے اور شاید اپنی وفات تک ازواج مطہرات کیساتھ برابر حج کو جاتے رہے جب مکہ تشریف لاتے تو اپنے قدیم مکان پر ٹھیرنا پسند فرماتے تھے[2]

امارت حج

۱۳ھ میں حضرت عمرؓ نے آپ کو امیر حج بناکر روانہ کیا[3] اور حضرت عثمانؓ کو ازواج مطہرات کی خدمت کے لئے روانہ کیا تھا آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اتنا آگے رکھتے تھے کہ حضرت عثمانؓ ازواج مطہرات میں سے کسی کے قریب نہیں ہو سکتے تھے۔ اور خود اتنے پیچھے رہتے تھے کہ کسی کے قریب نہیں ہوتے تھے۔ ۲۳ھ میں بھی آپ نے حضرت عثمانؓ کیساتھ یہ خدمت انجام دی[4]

حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں بھی آپ نے ایک بار یہ خدمت اور انجام دی[5]۔ ۲۴ھ میں دوبارہ حضرت عثمانؓ نے امیر حج بناکر بھیجا، بعض مورخین ۱۱ھ میں عتاب بن اسید کے عوض آپ ہی کو امیر حج لکھتے ہیں[6] اور بعض ۱۲ھ میں بھی بجائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آپ ہی کو امیر حج بتاتے ہیں[7]۔

آپ کی فقاہت و افتا

یہ موضوع ایک مستقل اور بڑا موضوع ہے آپ کے فتاوی اور مسائل کیمتعلق اگر رائیں جمع کیجائیں تو ایک دفتر تیار ہو جائے۔ اصابہ کے مقدمہ میں علامہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ

صحابہ میں سات شخصوں کے فتاوی بہت زیادہ ہیں اکثر الصحابة فتوىً سبعة ولیهم

۱؎ تاریخ کامل وطبری ۱۲ ؎۲ ابن سعد ۱۲ ؎۳ تاریخ الیعقوبی صفحہ ۱۸۲ ۱۲ ؎۴ بخاری شریف جلد ۱ باب حج النساء ۱۲ ؎۵ فتح ج ۴ صفحہ ۶۲ ۱۲ ؎۶ ابن اثیر ج ۲ صفحہ ۱۹۵ وطبری ۱۲ ؎۷ ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۱۸۷ ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

تعداد میں ہیں اور ان ہی کے قریب بیس اور صحابہ بھی ہیں کہ ان کے فتاوی کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے گو نسبتاً ان سات سے کم ہے۔	عشرون وھم ابو بکر و عبد الرحمٰن بن عوف الخ ( ) ص[1]

اس کے بعد ان بیس کے نام شمار کرائے ہیں اس میں حضرت عبد الرحمٰن رضی کا نام نامی بھی ہے، اسی وجہ سے اس موقعہ پر صرف اتنا تذکرہ کیا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آپ فتوٰی دیتے تھے چنانچہ علامہ ابن حجر مقدمہ فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ

کان عبد الرحمٰن بن عوف ممن یفتی علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔	عبد الرحمٰن بن عوف رض ان لوگوں میں تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں فتوٰی دیتے تھے

اس کے بعد عہد صدیقی، عہد فاروقی، اور عہد عثمانی تینوں عہدوں میں بھی آپ کے متعلق افتار کی خدمت رہی[2] صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ سے مسائل میں مشورہ لیتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جزیہ آپ کے فرمانے ہی پر مجوسیوں[3] سے لیا۔

ذوق سخن، شاعری،

سیر و تاریخ کی صفحہ گردانی ہم کو کسی ایسے واقعہ کا پتہ نہیں دیتی کہ ہم فیصلہ کر سکیں کہ آپ شاعر تھے یا نہیں اور اگر تھے تو کس پایہ کے تھے۔ اور مجھ کو اپنی اس

---

[1] فصل سابع کتاب الصلح ج۲ ص۳۲۹، ۱۲ [2] ابن سعد ۱۲ [3] بخاری کتاب الجہاد باب الجزیۃ ص۴۴۷، ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

مایوسی پر کچھ افسوس بھی نہیں ہے کیونکہ میں نے ادب کی کتابوں میں پڑھا ہے
کہ حضرت ابوبکرؓ نے شعر نہیں کہا اور نہ حضرت عمرؓ نے — ولم یقل ابوبکر ولا عمر ولا عثمان
اور نہ حضرت عثمانؓ نے۔ — شعراً

جب آپ کے رفیق اور ہر وقت کے پاس بیٹھنے والوں نے ما ینبغی لہ کا اتنا ادب ملحوظ رکھا تو اس فضیلت میں بھی آپ ان کے دوش بدوش نظر آتے ہیں تو کیا تعجب کی بات ہے میں اس کا دعویٰ نہیں کرتا کہ تحقیق کی آخری حد یہی ہے لیکن صاحب تاریخ النحاۃ یہ دعویٰ فرماتے ہیں

صحیح طریقے سے یہ بات پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچی — ما صح عندنا ولا بلغنا ان علی ابن ابی
اور نہ ہی ہم کو معلوم ہوا کہ حضرت علی ابن ابی طالب — طالب رضی اللہ عنہ قال شعراً الا
رضی اللہ عنہ نے شعر کہا بجز ان دو بیتوں کے — ھذین البیتین۔

فطرتِ انسانی کو عموماً اور عرب کی سرزمین کو خصوصیت کے ساتھ شاعری سے کیا نسبت ہے یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ ہر معمولی پڑھا لکھا انسان بھی اس سے اچھی طرح واقفیت ہی نہیں بلکہ اس کے متعلق کافی معلومات رکھتا ہے گو آپ شاعر نہ ہوں تو ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ آپ باذوق تھے آپ ایک حج[2] کے سفر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عامر ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھے اپنی ایک ہمسفر خوات[3] بن جبیر

---

[1] حاشیہ مغنی اللبیب دوم ج ا صلا ۱۶۶ ۱۲ [2] ازالۃ الخفاء صفحہ ۲۰۸ مقصد دوم ۱۲ [3] خوات بن جبیر انصاری ذات النحیین کے شوہر تھے تمام غزوات میں شریک ہوئے بعض محدثین کو انکی شرکت بدر میں اختلاف ہے اختلاف کی بنا میرے خیال میں یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپکو مال غنیمت سے حصہ دیا

toobaa-elibrary.blogspot.com

نامی سے فرمایا کہ ضرارؓ کے اشعار یاد ہوں تو پڑھو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اپنے ہی اشعار پڑھو چنانچہ حضرت خواتؓ نے تعمیل ارشاد کی اور تمام لوگ اس ذوق سے سنتے رہے کہ ساری رات گذر گئی اور صبح کی نماز کے وقت حضرت عمرؓ کے اس فرمانے پر کہ بس کرو خبردار ہوئے۔ علامہ ابن حجر نے سائب کی روایت سے ایک واقعہ اور نقل کیا ہے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عبدالرحمنؓ سفر میں تھے کہ آپ نے ریاح بن معترف سے کہا کہ کچھ اشعار پڑھو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ حالانکہ آپ جنگ میں شریک نہ تھے اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ جنگ سے قبل اسی جنگ کے تہیہ میں تھے کہ کفار کی طرف سے تیر آیا جس سے آپ کو سخت چوٹ آئی اور آپ بیکار ہو گئے (ابن سعد طبری) میانہ قد کے آدمی تھے۔ مہندی کا خضاب استعمال کرتے تھے۔ (ابن سعد) ۳۲ھ یا ۳۳ھ میں چوہتر برس کی عمر میں انتقال کیا ۱۲ ارلہ ضرار بن الخطاب میدان رزم و بزم دونوں کے شہسوار تھے بڑے خوشگوار شاعر تھے ان کے باپ بنی فہر کے سردار تھے فتح مکہ میں اسلامی حیات کا دور شروع ہوا اور جنگ یمامہ میں شہید ہوئے مگر یہ غلط ہے کیونکہ آپ فتح مدائن اور فتح شام وغیرہ میں شریک رہے ہیں۔ تعجب ہے کہ مورخ ابن اثیر جمادی الاولی ۱۳ھ اجنادین کے واقعہ میں انکی شہادت لکھتے ہیں اس کے بعد ۱۴ھ میں فارسیوں کا سب سے بڑے علم کے چھینے والے کا نام ضرار ابن الخطاب ہی بیان کرتے ہیں اور ۱۶ھ میں حضرت سعد کے ساتھ مدائن میں شریک بتلاتے ہیں اور تاریخ کامل ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۶ھ میں ایک فوجی دستہ کے سردار کی خدمت انجام دی مگر یہ امر یقینی ہے کہ آپ شہید ہوئے ہیں خواہ ۱۳ھ میں یا اس کے بعد، اور شہادت کے بعد زندہ ہونا بھی مانی ہوئی بات ہے صرف یہ امر کہ اس عالم کے لوگ بھی ان کو دیکھ سکتے ہیں یا نہیں ضرور محل نظر ہے ایک دن حضرت صدیقؓ سے آپنے فرمایا کہ میں آپکی نسبت اپنے قبیلہ یعنی قریش کیلئے بہت بہتر ثابت ہوا آپنے جس قریشی کو مارا جہنم رسید کیا اور میرے ہاتھ سے جسکی جان گئی وہ حوروں سے ہمکنار ہوا (اصابہ) ۱۲ منہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

کہا کہ اگر اشعار پڑھتے ہو تو ضرار[1] کے پڑھنا[2]۔ لیکن عرب میں ہجو اور فخریہ اشعار کا رواج تھا آپ کو اس سے نفرت تھی چنانچہ حضرت حسانؓ نے آپ کے ایک حلیف موہب بن رباح اشعری کی ہجو کی موہب نے جواب دیا اس کا جواب الجواب حضرت حسانؓ نے دیا تو حضرت حسان کو بلا کر کہا کہ تم نے موہب کو اپنے شعر میں غلام کہا ہے اپنے منہ بولے غلام کی جو قیمت مانگو وہ تجھ سے لو اب سلسلہ کو مسدود کرو۔ حضرت حسان آپ سے رقم وصول کر لی اور آئندہ کے لئے اس کو معافی دی[3]۔

غزوات میں شرکت اور جنگی مشاغل

آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ تمام غزوات میں رہے[4]

غزوۂ بدر

میں سواریوں کی قلت تھی چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اور آپ باری باری سے ایک ہی اونٹ پہ

---

[1] گریہ ضرار ابن الخطاب ہیں تو ان سے آپ ابھی ابھی واقف ہو چکے ہیں اور اگر ضرار بن الازور ہیں تو یہ بھی بڑے پایہ کے شاعر ہیں۔ عرب کے مشہور شاعر ابن زبعری کے ہمپایہ تھے۔ ہمنام ہونیکی وجہ سے مورخین نے آپ کے واقعات ابن الخطاب کے واقعات میں اور ضرار بن الخطاب کے حالات کو آپ کے واقعات میں درج کر دیا ہے۔ ابن سعد نے آپکا بھی یمامہ میں شہید ہونا لکھا ہے مگر واقعہ یہ ہے کہ آپ حضرت ابو عبیدہ رضؓ کیساتھ فتح دمشق میں شریک رہے اور ۱۳ھ میں فحل کو جو فوج روانہ کیگئی تھی اس میں سواروں کے دستہ کے سالار آپ ہی تھے ۱۵ھ میں یرموک کی لڑائی میں حضرت عکرمہ رضؓ نے اپنے دستہ کو مخاطب کر کے کہا کہ کون ہے جو موت پر بیعت کرتا ہے۔ چار سو آدمیوں نے موت پر بیعت کی اور اس سرفروشی اور جانبازی سے یہ دستہ لڑا کہ چار سو کا چار سو کام آگیا۔ اسمیں ضرار ابن الازور بھی تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپکو بنی اسد پر عامل بھی مقرر کیا تھا (تاریخ کامل ج ۲ وغیرہ) [2] ایضاً ۱۲ [3] اصابہ ۱۲ [4] ابن عساکر تذکرہ حسان (۷ ... ۱۲ [4] ابن سعد ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

سوار ہوتے تھے[۱]۔ معاذ اور معوذ عفرا کے دونوں بیٹے قاتلانِ ابو جہل، ابو جہل کو پہچانتے نہ تھے ان دونوں نے آپ ہی سے دریافت کیا تھا کہ ابو جہل کون ہے[۲]۔

غزوۂ بدر[۳] ہی کے متعلق یہ خاص بات یاد رکھنے کے قابل ہے آپ کے قبیلہ بنو زہرہ کے ہاتھ نہ کسی مسلمان کے خون سے رنگین ہوئے اور نہ بنو زہرہ کی تلواریں اس موقعہ پر خونچکاں دیکھی گئیں یہ اس امر کا قوی قرینہ ہے کہ وہ قبیلہ جسمیں آپ پیدا ہوئے تھے اس میں سعادت کا مادہ شقاوت کی نسبت بہت زیادہ تھا۔

---

[۱] تاریخ کامل سیرۃ ابن ہشام۔ حالات غزوۂ بدر ۱۲ [۲] بخاری شریف باب من لم یخمس الاسلاب صفحہ ۴۴۲ مسند احمد حنبل کی روایت میں بجائے معوذ بن عفرا کے معاذ بن عمرو بن الجموح ہے ملاحظہ ہو مسند حنبل ج ۱ احادیث عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ۔ [۳] غزوۂ بدر میں مشرکین نے جو چڑھائی کی تھی اس کا مقصد عمرو حضرمی کے خون کا بدلہ تو تھا ہی لیکن ان قبیلوں کو جن کو حضرمی سے خاص تعلق نہ تھا بعض اور طریقوں سے جنگ پر آمادہ کیا گیا تھا۔ آپ کے قبیلہ سے یہ غلط بیانی کی گئی تھی کہ شام سے جو قافلہ تجارت آرہا ہے اس پر مسلمان حملہ کرینگے اسمیں تمہارے قبیلہ کے سردار مخرمہ بن نوفل (حضرت عبد الرحمٰن کے بہنوی) بھی ہیں ہمارے سردار بھی ہیں اسلئے اسکی حفاظت جس طور پر ہم پر فرض ہے بعینہ اسی طور پر تم پر بھی اس کے حفاظت کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے چنانچہ جب مسلمانوں نے اس قافلہ سے کوئی تعرض نہیں کیا اور وہ صحیح سالم نکل گیا تو ان قبیلوں نے واپس جانا چاہا اور عتبہ بن ربیعہ نے حضرمی کی دیت کا وعدہ کر کے اور تمام قبیلوں کو بھی واپس لیجانا چاہا مگر ابو جہل کی شرارت انگیز حکمت عملی سے مجبور ہو کر خود مع اپنے ہمراہیوں کے جہنم کا لقمہ بنا مگر بنو زہرہ کے حلیف خنیس بن شریق الثقفی نے جحفہ میں بنو زہرہ کو مخاطب کر کے کہا کہ خدا نے تمہارے مال اور تمہارے سردار مخرمہ کو بچا دیا اب واپس چلو (ابن ہشام ج ۲ و طبری صفحہ ۱۴) چنانچہ حضرت حکیم بن حزام جو ابتک مسلمان نہیں ہوئے تھے فرماتے ہیں۔ فلم تشهد احد من مشتی کیجھم یعنی بنو زہرہ کے مشرکین سے ایک شخص بھی شریک نہیں ہوا۔ (ابن عساکر ج ۴ صفحہ ۲۱۹) ۱۲ منہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

غزوۂ احد

میں نہایت ثابت قدمی کے ساتھ لڑتے رہے[1]، آپ کو اپنے اس استقلال پر ناز تھا اور بجا ناز تھا۔ دو دانت آپ کے شہید ہوئے[2]۔ اس غزوہ میں اکیس زخم آپ کے پیوند جسم ہوئے تھے لیکن سب کے سب سامنے تھے پشت نے یہ داغ نہیں اٹھایا تھا حاکم صاحب مستدرک، ابن قیم کے علاوہ اور بھی محدثین کا خیال ہے کہ آپ کا لنگڑا پن اسی غزوہ کی یادگار تھا[3]۔ اپنی تحقیق پہلے گذر چکی ہے۔ غزوۂ احد میں آنحضرت[4] صلی اللہ علیہ وسلم نے پریشان ہو کر فرمایا کہ کیا وجہ ہے کہ مجھ کو عبدالرحمٰن[رض] نظر نہیں آتے حارث ابن ا[لصمہ] (راوی واقعہ) کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا حضور! میں ابھی پہاڑ کی ایک طرف[5] …

---

[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ آدمی باقی رہ گئے تھے اس میں علامہ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں آپکا نام بھی گنایا ہے (صفحہ ۲۵۹ مطبوعہ انصاری دہلی) ۱۲ [2] اسد الغابہ ۱۲ [3] صفوۃ الصفوۃ قلمی مخزونہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن ۱۲ [4] معجم کبیر طبرانی میں یہ واقعہ اس طور پر حضرت حارث سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک درہ میں تھے اور خود مجھ سے پوچھا کہ تم نے عبدالرحمٰن[رض] بن عوف کو دیکھا ہے میں نے عرض کیا حضور میں نے پہاڑ کے پہلو میں ان کو دیکھا تھا اور مشرکین کی ایک جماعت ان پر تھی میں ایک حضور دکھلائی دئے اور یہاں حاضر ہو گیا اس پر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کے ہمراہ فرشتے مصروف جنگ ہیں حارث کہتے کہ میں لوٹ کر حضرت عبدالرحمٰن[رض] کے پاس آیا دیکھا کہ سات نعشوں میں آپ کو گھرا پایا اس پر میں نے پوچھا کہ ان سب کو آپ ہی نے جہنم کے گھاٹ اتارا ہے (آپ نے دو کو متعین کر کے فرمایا) کہ اس کو اور اس کو تو میں نے تہ تیغ کیا ہے اور بقیہ کو ان لوگوں نے قتل کیا ہے جو مجھ کو نظر نہیں آئے (مجمع الفوائد غزوۂ احد) ۱۲ منہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

دیکھکر آیا ہوں مگر ان کے مقابل مشرکین کی ایک جماعت ہے اور وہ صرف اکیلے ہیں میں اُدھر جا رہا تھا کہ یکایک جمالِ جہاں آرا پر نظر پڑی اور کشاں کشاں یہاں چلا آیا حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اکیلے نہیں ہیں ان کے ساتھ فرشتوں کی جماعت مصروف پیکار ہے۔ حارث کا بیان ہے کہ پھر میں دریافت حال کیلئے آپکے پاس آیا تو بہت سے مشرکین کو آپ کے قدموں پر کشتہ پایا ان سے دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ اُن لوگوں کو ایسے لوگوں نے قتل کیا ہے جو اس سے قبل کبھی مجھ کو نظر نہیں آئے

غزوہ دومۃ الجندل

۵ھ شعبان[۲] میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر ہوئی کہ دومۃ الجندل میں ایک بڑا لشکر مجتمع ہوا ہے اور ان کا مدینہ منورہ پر حملہ کرنیکا قصد ہے[۳] تو آپ نے حضرت عبد الرحمٰن کو بلاکر بہت سے صحابہ کے سامنے حکم دیا کہ سفر کی تیاری کرو آج یا کل تم کو دومۃ الجندل[۴] جانا ہوگا۔ دوسرے دن آپ کو صبح کی جماعت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضر پایا اور آپ کو رات ہی کو روانگی کا حکم دیدیا گیا تھا آپ نے اپنی فوج کے سات سَو

---

۱ زوائد مسند بزار تذکرہ غزوہ احد از علامہ ابن حجر عسقلانی قلمی مخزونہ کتبخانہ آصفیہ۔ ۲ ربیع الاول ۵ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی تھی کہ کفار کا ایک بڑا لشکر دومۃ الجندل میں مدینہ پر حملہ کرنیکے ارادہ سے مجتمع ہوا ہے چنانچہ آپ نے بنفس نفیس ایک ہزار کی جمعیت کیساتھ تشریف لیجانے کا قصد کیا۔ مگر کفار بھاگ گئے۔ اسلئے کچھ دور جاکر واپس آگئے مگر تاہم شرارت سے باز نہیں آتے تھے انکے استیصال کیلئے آئندہ سال آپ نے حضرت ابن عوف رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا (ابن سعد) ۱۲ ۳ (ابن سعد ص ۴۴ ج ۲) ۴ مدینہ سے تیرہ مرحلے ہیں اور کوفے سے دس مرحلے ہیں اس کے گرد دیہات ہیں مگر پھر بھی کنووں سے سیرابی کی ضرورت ہوتی ہے (ابن عساکر ج ۱ ص ۴۹) ۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

آدمیوں کو سویرے ہی جرف[1] روانہ کر دیا تھا۔ آپ سے دریافت فرمایا کہ تمہارے ساتھ کی فوج چلی گئی تم کیوں پیچھے رہگئے آپ نے عرض کیا کہ میری آرزو یہ تھی کہ جاتے وقت سب سے آخری ملاقات آپ ہی سے ہو اس تمنّا کے پورا کرنے کے ارادہ سے ٹھیر گیا ہوں تو اس وقت ایک کثیر مجمع صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا حاضر تھا شفقت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بلایا اور اپنے سامنے بٹھایا حضرت عبدالرحمٰن رضؓ کے سر پر عمامہ تھا اور ایک عمدہ تلوار حمائل تھی آپ نے اپنے دست مبارک سے انکا عمامہ اتار کر اپنا سیاہ عمامہ اپنے ہی دست مبارک سے باندھا اور دونوں شانوں کے درمیان تھوڑا شملہ لٹکار ہنے دیا[2] اور ایک عجیب انداز سے فرمایا کہ عبدالرحمٰن! عمامہ یوں باندھا کرو اور اس کے بعد وصیت کی کہ خدا کا نام لیکر جہاد کرنا خدا کے سرکش بندوں کے وجود سے دنیا کو پاک وصاف کر دینا۔ خیانت نہ کرنا۔ بدعہدی نکرنا۔ اور کسی بچہ کو نہ مارنا اور جب تم کو خدا تعالیٰ کامیاب کرے تو وہاں کے رئیس کی لڑکی سے تم خود نکاح کرنا[3] اور اپنا ہاتھ پھیلا کر اور آپ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر ایک عام خطبہ دیا۔

اے لوگو! بلاؤں کے نازل ہونے سے قبل پانچ باتوں کا خیال رکھو کسی ملک میں

---

[1] اس موضع میں آپ کاشت فرماتے تھے ۱۲۔ [2] طبرانی نے اوسط میں چار انگشت یا اس سے کچھ زائد مقدار بیان کی (خون المعبود ج ۴ صفحہ ۹۶ باب فی العمائم) ۱۲ منہ [3] ابن سعد۔ عورتوں سے متمتع ہونے کے اور طریقے اختیار میں تھے مگر مفتوح قوم کے دلوں میں گھر کرنے کیلئے اس سے بڑھکر موثر طریقہ کوئی اور نہیں کہ مفتوح قوم کی افراد کو عزت سے ہمنشینی کا موقع نہیں بلکہ حق دیا جائے اور اس کی اولاد کو اپنی اولاد کا سہیم وشریک بنایا جائے یہی باتیں ہیں جو ملک کے فاتح اور رحمت عالم میں امتیاز کا باعث ہیں صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

جب کم تولنے کا رواج ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ قحط نازل کرتا ہے اور پھلوں میں کمی آجاتی ہے اور جب کسی قوم میں بدعہدی رواج پذیر ہوجاتی ہے تو خدا تعالیٰ ان کے دشمنوں کو ان پر مسلط کر دیتا ہے اور جب زکوٰۃ ادا نہیں کیجاتی تو بارش موقوف ہو جاتی ہے۔ اگر بے زبان جانور نہوں تو ایک قطرہ بھی نہ برسے اور جب کسی قوم میں بے حیائی شائع ہوجاتی ہے طاعون پھیلتا ہے، اور جب قرآنی احکام پر عمل چھوڑ دیا جاتا ہے تو ان میں اختلاف پڑجاتا ہے اور ایک دوسرے کے دشمن ہوجاتے ہیں۔

خطبہ سننے کے بعد حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں سے جاکر مل گئے اور دومۃ الجندل پہنچ کر تین دن تک داعی اسلام کے بھیجے نائب کی حیثیت سے اسلام کی دعوت دیتے رہے پہلے تو انھوں نے جنگ پر آمادگی ظاہر کی مگر تیسرے دن ان کا سردار اصبغ بن عمرو کلبی مسلمان ہوگیا اسکی وجہ سے بہت سے لوگ حلقہ بگوش ہوگئے یہ تمام کا سب سے پہلا غزوہ تھا[1]

حدیبیہ کے سفر میں آپ شریک تھے۔ اس موقع پر جو عارضی صلحنامہ لکھا گیا تھا اسمیں آپ کی بھی شہادت تھی[2]

غزوۂ خیبر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گدھوں کے حرام ہونے کا اعلان متعدد صحابہ رضوان اللہ علیہم کے ذریعہ سے کیا تھا۔ نسائی کی روایت ہے کہ آپ کو بھی حکم دیا تھا کہ اعلان کردو چنانچہ {امر عبد الرحمٰن بن عوف ان اذن فی الناس لا یحل لحوم الحمر الانسیۃ لمن یشهد ان} شخص مجھ کو نبی اور رسول مانتا ہے اسکے لئے

---

[1] اس کی تفصیل ابن عساکر ج ۱ ص ۹۱ سے درج کیگئی ہے ۱۲ / [2] ابن سعد ج ۳ ق ۱

toobaa-elibrary.blogspot.com

گدھوں کا گوشت حلال نہیں ہے۔ | رسول اللہ (کتاب الصید ص۲۶۵)

سنن ابوداؤد کی روایت ہے کہ اسی غزوہ خیبر میں آپ نے حضرت عبدالرحمٰن ہی کو حکم دیا کہ گھوڑے پر سوار ہو کر اعلان کردو کہ جنت بجز ایماندار کے اور کسی کیلئے حلال نہیں | ارکب فرسك ثم ناد ان الجنة لا تحل الا لمؤمن (کتاب الخراج ص۱۳۵)

غزوہ تبوک ۹ھ کی شرکت اور ایک مخصوص فضیلت

اس غزوہ میں میمنہ پر حضرت طلحہؓ مقرر کئے گئے اور میسرہ پر حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف[1]

حضرت مغیرہ ابن شعبہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے کہ آپ نے اپنی اونٹنی کو قافلہ سے علیحدہ کر لیا اور دوسری طرف بڑھ گئے تو مجھ کو خیال ہوا کہ آپ ضرورت سے تشریف لیجا رہے ہیں میں بھی ساتھ ہو گیا یہانتک آپ لوگوں سے علیحدہ ہو کر دور نکل گئے پھر اپنی اونٹنی سے اتر کر اتنا آگے بڑھ گئے کہ میں آپ کو نہ دیکھ سکا پھر کچھ دیر کے بعد تشریف لائے اور مجھ سے دریافت کیا کہ تم کو کچھ کہنا ہے میں نے کہا کہ حضور مجھ کو تو کچھ عرض کرنا نہیں ہے دوبارہ مجھ سے دریافت کیا کہ تمھارے پاس پانی ہے میں نے کہا جی حضور، اور یہ کہکر کجاوہ کے پچھلے حصہ میں مشکیزہ لٹکی ہوئی تھی اس کو اتار لیا میں نے آپ پر پانی بہایا آپ نے اچھی طرح ہاتھ پہنچوں تک دھوئے۔ اور مجھ کو یہ بھی خیال آتا ہے کہ آپ نے ہاتھ مٹی سے بھی ملے پھر منہ دھویا اس کے بعد ہاتھ دھونے کے ارادہ سے آستین چڑھانے لگے مگر بہت تنگ تھی۔ آپ نے

---

[1] تاریخ یعقوبی ج ۲ صفحہ ۱۲ ر منہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

آستین سے ہاتھ باہر نکالے دھوئے پھر پیشانی پر عمامہ کے ساتھ مسح کیا اور جرابوں پر بھی مسح کیا پھر سوار ہو کر تشریف لائے تو لوگوں کو دیکھا کہ انھوں نے نماز شروع کر دی تھی۔ اور ایک رکعت ختم ہو چکی تھی، راوی کا بیان ہے، کہ میرا قصد ہوا کہ حضرت عبد الرحمن رض کو (جو نماز میں امام تھے) اسکی اطلاع کر دوں مگر آپ نے منع فرمایا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت جماعت سے پڑھی اور ایک رکعت نماز قضا کی۔ نماز کے بعد فرمایا ما قُبِضَ نبیٌّ قطّ حتیٰ یُصلّی خلف رجلٍ صالحٍ من اُمّتہٖ جب تک کہ اپنی امت کے ایک رجل صالح کے پیچھے نماز نہیں پڑھ لی کسی نبی کی وفات نہیں ہوئی۔ یہ صبح کی نماز کا واقعہ ہے تمام صحابہ میں بجز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کوئی صحابی اس فضیلت میں آپ کا سہیم و شریک نہیں[2]

سنہ ۱۴ھ میں قادسیہ کی جنگ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بہت مصروفیت تھی حج سے قبل تمام اطراف میں لوگوں کو جمع ہونے کا حکم دے گئے تھے۔ حج کے بعد مدینہ میں آکر دیکھتے ہیں تو آدمیوں کا ایک جنگل نظر آیا۔ حکم دیا کہ لشکر نہایت ترتیب سے آراستہ ہو اور فرمایا کہ میں خود سپہ سالار بنکر چلونگا۔ ہراول پر طلحہ میمنہ پر زبیر میسرہ پر عبد الرحمن بن عوف رضوان اللہ علیہم مقرر کئے گئے۔ حضرت عمر کی مستعدی سے ایک عالم امنڈ آیا تھا مگر بڑے بڑے صحابہ حضرت عمر کا تشریف لیجانا مناسب نہیں سمجھتے تھے مگر عوام یک زبان تھے کہ بغیر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گئے

---

[1] سنن نسائی باب المسح علی الخفین والعمامۃ ۱۲ [2] گو محدثین کی ایک جماعت اسی طرف گئی ہے کہ حضرت ابوبکر رض نے اپکی امامت نہیں کی مگر الفاظ حدیث صاف طور پر اسکے شاہد ہیں کہ حضرت ابوبکر بھی اس سعادت سے ایکمرتبہ ہم آغوش ہوئے ہیں ۱۲ ر

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہ مہم سر نہ ہوگی چنانچہ حضرت عمرؓ ایک منزل چلے بھی آئے اور صرار میں آکر مقیم ہوئے[1] یہاں آکر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے کہاکہ لڑائی کے دو نوں پہلو ہیں اگر شکست ہوئی اور اسلام کو کچھ صدمہ پہنچا تو پھر اسلام کا خاتمہ ہے[2] حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک پُر اثر خطبہ دیا اور لوگوں اس پر راضی کیاکہ وہ کسی منتخب شدہ امیر کیساتھ جنگ میں جائیں اور خود حضرت عمرؓ مدینہ میں تشریف رکھیں۔ حضرت ابوعبیدۃ اور خالد رضی اللہ عنہما شام کی مہم میں مصروف تھے حضرت علیؓ سے درخواست کی گئی انھوں نے انکار کیا حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاص کا نام پیش کیا[3] حاضرین نے تائید کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے نہ تھی مگر منظور کر لیا۔

مسلمانوں کی حراست یعنی چوکیداری

آپ خود بیان فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیساتھ اس خدمت کے انجام دہی کا موقعہ بھی ملا ہے ایک بار کا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیساتھ گشت میں تھاکہ دور سے روشنی کی جھلک معلوم ہوئی تو ہم دونوں نے روشنی کے پاس جانیکا ارادہ کیا جب قریب پہنچے تو کچھ شور و غوغا کی آواز سنی تو حضرت نے آہستہ سے میرا ہاتھ دبا کر پوچھا کہ تمکو معلوم ہے یہ کس کا مکان ہے میں نے نفی میں جواب دیا تو خود فرمایاکہ ربیعہ بن امیہ بن خلف کا یہ گھر ہے۔ اسوقت یہ لوگ مست ہیں تمہاری کیا رائے ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیاکہ ہم بہت غیر مناسب جگہ چلے آئے خدا نے

---

[1] ابن اثیر کامل جز(۲) ۱۲ رمنہ [2] تاریخ طبری ۱۲ ر [3] تجارب الامم صفحہ ۲۵۱ ابن مسکویہ ۱۲ ر

toobaa-elibrary.blogspot.com

تعالیٰ فرماتا ہے لَا تَجَسَّسُوْا (لوگوں کے عیوب تلاش نہ کرو) حضرت عمرؓ یہ سنتے ہی خاموش ہوگئے اور واپس تشریف لے آئے۔[1]

دوسرا واقعہ یہ بیان فرمایا کہ عشاء کے بعد ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے مکان پر تشریف لائے میں نے عرض کیا کہ مجھکو بلوا لیا ہوتا خود کیوں تکلیف کی آپ نے فرمایا کہ مجھکو ابھی اطلاع ملی ہے کہ مدینہ کے باہر ایک قافلہ اترا ہے اور اہل قافلہ تکانِ سفر سے غافل ہو کر سو گئے ہیں میرے ساتھ چلو۔ آپ حضرت عمرؓ کے ساتھ گئے اور شب بیداری کے لئے نماز کو بہانہ بنا لیا غرضکہ صبح تک بجائے ایک فرض کے دو فرض انجام دئے۔[2]

۱۶ھ میں عراق کی فتوحات کے خاتمہ میں جب جلولاء سے مال غنیمت زیادہ لائے تھے تو شام ہونیکی وجہ سے تقسیم نہو سکا صحن مسجد میں رکھدیا گیا حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور عبداللہ ابن ارقم میر منشی نے رات بھر پہرہ دیا۔[3] صبح کے وقت جب چادر ہٹائی گئی ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظر جواہرات پر پڑی آپ بے ساختہ رونے لگے حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا کہ یہ تو مسرت کا مقام ہے نہ رونے کا آپ نے فرمایا یہ سچ ہے مگر واقعہ یہ ہے کہ جس قوم کے پاس یہ چیزیں آتی ہیں اس میں بغض و حسد پھیل جاتا ہے اور یہی بدبختی کی ابتداء ہے۔[4]

۲۱ھ میں نہاوند سے جب خمس آیا تھا اُس وقت بھی آپ نے

---

[1] ابن عساکر ج ۶ ص ۲۹۹ و ازالۃ الخفا ۱۲ [2] تاریخ طبری ص ۲۷۴۳ واقعات ۲۱ھ مطبوعہ یورپ ۱۲
[3] تاریخ کامل ج ۲ ص ۲۵۷ ۱۲ [4] تجارب الامم ابن مسکویہ ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

حراست کی خدمت انجام دی تھی[1]۔

اطمینان قلب آپ کا تموّل اور ثروت ضرب المثل ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے غلبہ نے قلب میں انتہائی درجہ کا استغنا پیدا کر دیا تھا۔ مدینہ میں ایک دفعہ مال آیا تھا اور تمام لوگ خطبہ کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر چلے گئے تھے[2]۔ گو اس فضیلت و سعادت میں تمام عشرہ مبشرہ اور معلم الامتہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور سیدنا حضرت بلالؓ بھی شریک تھے[3] کہ ان لوگوں نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملازمت و صحبت کو دنیاوی مرافق و منافع پر مقدم رکھا مگر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو یہ ایک خاص فوقیت رہی باوجودیکہ آپ ہی کا مال آیا ہوا تھا[4] مگر آپ کے اطمینان میں ذرا فرق نہیں آیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارگاہ میں تقرب و خصوصیت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے تو حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کو بھوک سے روتے دیکھا حضور اقدس کو بھی ان صاحبزادوں کے رونے سے ملال ہوا اتنے میں حضرت عبدالرحمٰنؓ کچھ سالن اور روٹی لیکر آئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی اور فرمایا کفاک اللہ امر دنیاک ناما اٰخرتک فانا لھا ضامن خدا تعالیٰ تمہارے دنیاوی امور کی کفایت کرے باقی رہا معاملہ آخرت سو اسکا میں ضامن ہوں[5]۔

---

[1] تاریخ طبری ۱۲/۲ [2] بخاری شریف ۱۲/۳ [3] قسطلانی کتاب البیوع باب قول اللہ اذا راؤ تجارۃ ۱۲ [4] فتح الباری کتاب الجمعہ باب اذا نفر الناس (۳۵۲/۲) ۱۲ [5] ابن عساکر وغیرہ ۱۲ [6] طبقات انبیاء علیہم السلام کے اقتباسات کا مسئلہ ایک جدا مسئلہ ہے مگر اس موقع پر ضمانت امر ہستی کی ہے جو عشرہ مبشرہ میں داخل ہے غزوۂ بدر کی شرکت کے علاوہ اور بہت فضائل کا جامع ہے ۱۲ منہ

کنٹونمنٹ پبلک لائبریری
لارڈ اوکن سلمیا مال روڈ راولپنڈی

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا کہ دنیا و آخرت دونوں میں تم میرے دوست ہو[1]۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جب حضرت عبد الرحمٰنؓ نے خلافت ثالثہ کے شوریٰ کیوقت پوچھا کہ مجھکو وکیل بناتے ہو تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب رسول اللہ علیہ وسلم نے آپ کو امین[2] فی اھل الارض و امین فی اھل السماء کے خطاب سے سرفراز فرمایا ہے تو کیا میں آپکی وکالت سے ناراض ہو سکتا ہوں[3]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے لئے برکت کی دعا فرمائی اور اس کے بعد بعض بعض اصحاب کیلئے مخصوص دعائیں کیں چنانچہ حضرت عبد الرحمٰنؓ کے لئے اللھم وقر عبد الرحمن[4] فرمایا۔

غزوہ دومۃ الجندل میں آپ سالار فوج تھے رخصت ہونیکے لئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے تو سر پر عمامہ تھا تلوار حمائل تھی غایت شفقت سے اپنے قریب آپکو بلایا اور اپنے سامنے بٹھایا اور اپنے دست مبارک سے آپکا عمامہ کھولکر اتارا اور اپنا سیاہ عمامہ خود اپنے ہی مقدس ہاتھوں سے حضرت عبد الرحمنؓ کے سر پر باندھا اور ایک عجیب انداز سے فرمایا۔

عبد الرحمٰن! عمامہ یوں باندھا کرو } ھکذا فاعتم[5] یا ابن عوف

امام محمدؒ سیر کبیر[6] میں اس واقعہ کے تذکرہ کے بعد فرماتے ہیں۔

---

[1] انت ولیی فی الدنیا و الآخرۃ ۔ الریاض ا ۱۲

[2] حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت اور صدق وحیا کا جسمیں اتنا اثر آگیا ہو کہ نفس ہم چشموں میں اس کو امتیازی حیثیت حاصل ہو اسکو امین کہتے ہیں (ازالۃ الخفا مقصد دوم ص ۳) ۱۲ [3] ایضاً ۱۲ [4] استیعاب طبقات ابن سعد ۱۲ [5] ابن عساکر ج ۳ ص ۱ ۱۲ [6] شرح سیر کبیر باب العمائم فی الحرب (ج ۱ ص ۶) ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

وانما فعل ذلك اكراما له خصه آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا اعزاز بڑھانے کیلئے بهذه المكرامة من بين الصحابة ایسا کیا تمام صحابہ میں آپ کو اس شرافت وشفقت سے مخصوص فرمایا یہ آپ کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مخصوص تعلقات کو ظاہر کرتا ہے۔

ایک واقعہ مسند حنبل میں حضرت انسؓ کے واسطے سے اور تاریخ ابن عساکر میں ابوسلمہ کے واسطے سے منقول ہے کہ حضرت خالد سیف اللہ جب بنی جذیمہ سے واپس آئے اور آپ کی غلطی سے کچھ لوگ مسلم قتل ہو گئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اکثر صحابہ حضرت خالد پر خفا ہوئے۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بھی خفا ہوئے اور کہا تم نے ان کو اس لئے مارا کہ انھوں نے تمہارے چچا کو مارا تھا[۱] حضرت خالد نے کہا کہ میں نے اس لئے ان کو مارا کہ انھوں نے تمہارے باپ کو مارا تھا حضرت عبدالرحمٰنؓ نے جواب دیا کہ یہ بالکل جھوٹ کہتے ہو میں نے اپنے باپ کے قاتل کو اپنے ہاتھ مار کر بدلہ لیا ہے۔ اور عثمان میرے گواہ ہیں اور فرض کر لیا کہ کفر کی حالت میں اگر انھوں نے مارا تھا تو ایمان اور اسلام کے بعد ان سے بدلہ لینا کیسے جائز ہو سکتا ہے، حضرت خالدؓ سے غلطی ہوئی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمرؓ وغیرہ سب ان پر اسی معاملہ کے متعلق خفا ہوئے تھے ایسے وقت انسان کا غصہ میں آجانا ایک فطری

لہ اس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ یمن سے مال تجارت لئے ہوئے حضرت خالدؓ کے چچا فاکہ بن المغیرۃ اور حضرت عبدالرحمٰنؓ کے والد عوف مکہ آرہے تھے راستہ میں بنی جذیمہ کا قبیلہ پڑتا تھا یہ لوگ چشمہ کے کنارے پانی کے لئے اترے تھے بنی جذیمہ کو خبر ہوئی تو انھوں نے حملہ کر دیا فاکہ اور عوف دونوں کام آئے (تاریخ کامل ج ۲ ص ۱۲۳) حضرت عبدالرحمٰنؓ اس واقعہ میں خود شریک تھے اور اپنے والد کے قاتل کو خود مارا تھا (تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۶۲) ۱۲ منہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

امر ہے اس لئے غصہ میں حضرت عبدالرحمٰنؓ سے سخت کلامی کرنے لگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا علم ہوا تو آپ حضرت خالدؓ پر بہت خفا ہوئے اور فرمایا کہ احد کے برابر بھی اگر سونا خرچ کرو گے تب بھی عبدالرحمٰنؓ کے نصف دن کی خدمتگذاری کا مقابلہ نہ کرسکو گے
اس کی وجہ دیباچہ میں عرض کردی گئی ہے کہ آپ کی پوری زندگی کا کارنامہ پیش کرنا دشوار ہے مگر مذکورۂ بالا حالات کو ایک سوانح زندگی کا نمونہ ضرور کہا جاسکتا ہے اور یہ واقعات اس بات کی تصدیق کیلئے کافی ہیں کہ آپ قومی خدمات میں بہت زیادہ منہمک رہتے ہر شخص اپنے لئے اس سے اور زیادہ کیا تمنا کرسکتا کہ اس کو قومی خدمات کا خوش اسلوبی سے انجام دینے کا موقعہ ملا ہو مگر آپ کی اس خوش قسمتی کے حسن کو ذاتی استغنا۔ اخلاص۔ اور تواضع نے اور دوبالا کر دیا۔

انکسار نفس و تواضع ابن عساکر نے ایک واقعہ نقل کیا ہے ایک شخص آپکی خدمت میں حاضر ہوا اور نہایت گستاخانہ لہجہ میں سوال کیا کہ

هل جاءكم الا ما جاءنا } آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے آپ لوگوں کو کوئی
هل علمتم الا ما علمنا } اور پیغام پہنچا ہے یا کوئی ایسی بات بتلائی گئی ہے جس سے ہم لوگ محروم ہیں

آپ نے نہایت نرمی سے جواب دیا کہ نہیں، جو تم جانتے ہو وہی میں جانتا ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو پیامات تم تک پہنچے ہیں ان ہی سے میں واقف ہوں مگر آپ کے اس نرم جواب پر اسکی تسکین نہیں ہوئی تو اس نے انتہائی بیباکی سے آپ سے کہا کہ

فما لنا نزهد في الدنيا وترغبون } تو پھر اسکی کیا وجہ ہے کہ ہم دنیا سے کنارہ کشی کرتے اور آپ لوگ

لہ ابن عساکر ج ۵ ص ۹۹

toobaa-elibrary.blogspot.com

اسکی طرف مائل ہوتے ہیں اور وہ لوگ جہاد کیلئے کمربستہ رہتے ہیں اور آپ لوگوں کو بار معلوم ہوتا ہے حالانکہ آپ لوگ ہمارے پیشوا ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت و تربیت یافتہ

فیھا و نخف فی الجھاد و تتثاقلون عنہ و انتم سلفنا و خیارنا و اصحاب نبینا۔

مگر حضرت عبدالرحمٰنؓ گروہ وقار وحلم نے نہایت ہی انکسار و فروتنی سے جواب دیا۔

کہ ہم میں اور تم میں کوئی فرق نہیں خدا نے سختی و مصائب سے ہمارا امتحان لیا تو ہم نے صبر و تحمل سے کام لیا اور جب مال و دولت دیکر ہم کو جانچنا چاہا تو برداشت نہ کرسکے۔

لم یاتنا الا ما اتاکم و لم نعلم الا ما علمتم و لکن بلینا بالضراء فصبرنا و بلینا بالسراء فلم نصبر

حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ تموّل و دولت کی حالت میں بھی آپ کو خدا تعالیٰ سے ویسا ہی تعلق رہا جو فقر و فاقہ کی زندگی میں تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عظمت میں قبل سے کوئی کمی نہیں ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکمرتبہ فرمادیا تھا۔

کہ اے عبدالرحمٰنؓ تم مالدار ہو بہت دیر سے جنت میں گھسٹتے ہوئے جاؤگے خدا کی راہ میں خرچ کرو تمہارا بوجھ ہلکا ہوگا اور تمہارے پیر کھل جائینگے۔

یا عبد الرحمن بن عوف انک من الاغنیاء ولن تدخل الجنۃ الا زحفا فاقرض اللہ یطلق لک قدمیک (ابن سعد)

آپکی ہمت

آپ نے فوراً مصرف پوچھا۔ اور اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی دریافت فرمایا

کہ حضور سب مال خرچ کردوں } امن کلہ اجمع یا رسول اللہ

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نعم سنا [یعنی ہاں سب مال] تو حضرت کی خدمت سے روانہ ہوئے روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ

عبدالرحمٰن نکلے اور وہ اس دھن میں تھے یعنی انھوں نے اسکا قصد کرلیا کہ سب مال خدا کی راہ میں خرچ کردیں۔

فخرج ابن عوف وھو یھتم بذلک

toobaa-elibrary.blogspot.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی آپ کے پاس بھیجا اور کہلایا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ابھی آکر کہا کہ عبدالرحمٰن کو حکم دیدو کہ مہمانوں کی خدمت کریں اور مسکینوں پر صدقہ کریں اور سائل کو بھی محروم نہ رکھیں اپنے اہل وعیال پر سب سے پہلے خرچ کریں عبدالرحمٰن رض اتنا کرلینگے تو وہ سبکدوش ہو جائیں گے۔

خیال فرمایئے کہ حضرت کے ایک معمولی ارشاد پر تمام دولت علیحدہ کرنے پر آمادہ ہو گئے جس شخص کے دل میں مال و زر کی محبت اور رغبت ہو گی کیا وہ اس مستعدی سے اور اتنا جلد آمادہ ہو سکتا ہے۔ بجز اس کے کیا کہا جا سکتا ہے کہ آپکے تحمل وانکسار نفس نے اسکو اس گستاخی کی اجازت دی اور آپکی للہیت واخلاص مانع ہوا کہ آپ اپنی زبان سے اپنے کارنامے دوسروں کے سامنے دہرائیں۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

اس جگہ یہ مطالبہ غیر مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ یہ سوال حل کیا جائے کیا وجہ ہے کہ حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس کثرت سے آپ قومی فتوحات میں شریک نظر نہیں آتے کیا اس شخص کا اعتراض واقعہ پر مبنی ہے۔ میرے خیال میں اس کے لئے پہلے اور دو سوالوں کا حل ضروری ہے اور اس شبہ کے جواب میں وہ ممد ثابت ہوگا۔

(۱) اول یہ کہ فتوحات ملکی کی فہرست میں خال خال آپ کا نظر آنا کیا اسکی دلیل ہو سکتی ہے کہ آپ صرف ان ہی میں شریک ہوئے اور باقی میں نہیں۔

تمام مورخین اور اہلِ سیر اور ائمہ رجال اس بات کی تصریح کرتے ہیں کہ آپ تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے اس تصریح کے باوجود چند ہی غزووں میں آپ کا ذکر پایا جاتا ہے اور وہ بھی ضمناً۔ اس سے ہم یقیناً اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

فتوحات کی شرکت کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ ان فتوحات میں آپ کا تذکرہ بھی ہو۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے خلفاء اور نائبین کا آپ سے کیا تعلق رہا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کو ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا جزء قرار دے کر ایک ہی زمانہ سمجھتے ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مشیران خاص میں آپ تھے[1] اہم معاملہ میں آپ کا مشورہ ضروری خیال کرتے تھے اور یہ حیثیت آپ کو خلافت فاروقی میں بھی حاصل تھی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بدامنی کے وجوہ کا تذکرہ جس موقع پر مورخین کرتے ہیں اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس طرز عمل کا ذکر خاص طور پر ہے کہ مہاجرین کو آپ اپنے پاس سے جدا نہیں ہونے دیتے تھے۔

حضرت عمرؓ کا باہر جانے نہ دینا مہاجرین سے مخصوص تھا یہ برتاؤ اور اہل مکہ کے ساتھ نہ تھا۔	کان یفعل هذا بالمهاجرین ولم یکن یفعله لغیرهم من اهل مکة

اور حضرت عثمان نے اس اصول کی سختی کے ساتھ پابندی نہیں کی۔

گو اس واقعہ سے انکار نہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس اصول کے پورے طور پر پابند نہ تھے تاہم اس تذکرہ میں ایسے واقعات آپ کو ضرور نظر آئینگے جس سے آپ یہ معلوم کر سکینگے کہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما پر جس حیثیت سے آپ کا اثر تھا وہ حیثیت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کچھ کم نہیں ہوگئی تھی اور نیز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کا خیال بھی کیا اور آپ کو اپنے پاس سے جدا ہونے نہیں دیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس طرز عمل کو ابن سعد نے بہت صاف

---

[1] ابن سعد ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

لفظوں میں یوں ادا کیا ہے۔

کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ صحابہ میں عمرو بن العاص رضؓ اور معاویہ رضؓ اور مغیرہ بن شعبہ جیسے لوگوں کو مختلف خدمتوں پر مقرر فرماتے تھے اور ان سے جو افضل ہوتے تھے ان کے سپرد اس قسم کی خدمت نہ کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ان کو میں آلودہ کرنا نہیں چاہتا۔

عمر کان یستعمل رجالا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل عمرو ابن العاص ومعاویۃ ومغیرۃ بن شعبۃ و یدع من ھو افضل منھم مثل عثمان وطلحۃ وزبیر و عبدالرحمن ویقول لاادنسھم من العمل
(طبقات ابن سعد تذکرہ فاروقی)

ان دونوں سوالوں کے حل کے بعد اسکی ضرورت نہیں رہی کہ میں یہ کہوں کہ اس اعتراض میں کچھ بھی جان نہیں۔ اور اس کی تائید کے لئے میرے پاس اس سے زیادہ قوی دلیل نہیں کہ جب کبھی خلیفہ بہ نفس نفیس فتوحات میں شریک ہوا ہے تو آپ کی شرکت بھی ضرور سمجھی گئی ہے۔

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ فتح بیت المقدس میں تشریف لے گئے تھے تو آپ ہمراہ تھے۔ صلحنامہ پر جو جابیہ میں لکھا گیا تھا۔ اس پر آپ کی بھی گواہی تھی۔ طاعون عمواس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ ہی کے فتویٰ کے بعد تمام فوج کو واپس لائے۔

ان امور سے واقف ہونے کے بعد ایک منصف مزاج کو بجز اس اقرار کے چارہ نہیں کہ عبدالرحمن کا مذکورہ بالا جواب تواضع اور فروتنی پر مبنی تھا ورنہ اصل اعتراض کا خود معترض کے کلام میں موجود تھا۔ کیونکہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لڑائیاں ایسی قوموں سے ہوئی ہیں جنکے پاس مال و دولت کے انبار تھے۔ مسلمانوں کو جن شدائد و مصائب سے دوچار ہونا پڑتا تھا اس کا کافی معاوضہ حصہ کی صورت میں ملجاتا تھا بہ خلاف اسکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ جو جنگیں ہوئی ہیں انکی یہ صورت نہ تھی۔ اب اگر معترض کا یہ کہنا کہ ترغبون فیھا کہ دنیا کی طرف آپ لوگ مائل ہوتے ہیں صحیح ہوتا تو پھر یہ کیسی طرح صحیح ہو سکتا کہ تتثاقلون عنہ کہ لڑائی سے آپ لوگ گھبرا تے ہیں کیونکہ اس وقت مال و دولت حاصل کرنے کا شرکت جہاد آسان آلہ تھا تو مال و دولت کا طالب و خواہشمند ایسے وقت میں ہرگز شرکت سے پہلوتہی نہیں کر سکتا۔ میں کہتا ہوں کہ جہاد کی شرکت سے جو ثواب اور فضیلت اُخروی حاصل ہو سکتی تھی یا ہو سکتی ہے اسکو آپ بدرجہ اتم حاصل کر چکے تھے۔ اب بجز ہل من مزید کے آپ کیلئے کیا باقی رہگیا تھا۔ اعتراض کے اس جملہ تتثاقلون عنہ کہ آپ پر جہاد گراں اور شاق ہے اسکے رد کیلئے آپ کے حالات کا پڑھ جانا کافی ہے مگر مزید اطمینان کے لئے تاریخ الیعقوبی[1] سے یہ واقعہ نقل کرتا ہوں کہ آپ نے ایک دفعہ حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ مجھ کو آپ با ہر جنگ میں جانے سے کیوں روکتے ہیں حضرت عمرؓ نے یہ کہکر ٹالدیا کہ جواب دینے سے اس کا جواب نہ دینا بہتر سمجھتا ہوں۔ تو اب کیا اس تصریح کے بعد بھی اس وہم کی گنجائش ہے کہ آپ قومی کاموں سے جی چرا تے تھے۔

آپ کی زندگی کی نمایاں خصوصیت	آپ کے پورے حالات کو غور سے پڑھا جائے تو

[1] ج ۲ صفحہ ۱۸۱ ، ۱۲

آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ نے اوتاری کی خدمت بھی انجام دی لڑائیوں میں سالارِ فوج بھی بنائے گئے خلفاء کے مشوروں میں شریک رہے ان سب کے علاوہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت شیخین کی رائیں آپ کی دماغی اور عملی قابلیت کا بہترین ثبوت ہیں مگر پھر بھی ذمہ داری کے کاموں سے بہت دور رہتے تھے اپنے کو ہمیشہ بے لاگ رکھتے تھے۔ علامہ ابن تیمیہ نے تو اسکو ایک خاص موقعہ پر لکھا ہے۔ کان عبدالرحمٰن ابعد الناس عن الاغراض کہ آپ تمام لوگوں کے اعتبار سے بہت بے لگاؤ تھے مگر مجھکو یہ بات آپکی زندگی کی نمایاں خصوصیت معلوم ہوتی ہے۔ آپ نے اپنی زندگی سے باہمہ بے ہمہ رہنے کا بے نظیر نمونہ پیش کیا ہے۔ ہر ضرورت اور کام کے وقت موجود رہے اور فارغ ہونے کے بعد اس طرح علیحدہ ہو جاتے کہ گویا آپکو کچھ واسطہ ہی نہ تھا۔ ابن تیمیہ لکھتے ہیں مع ان عبدالرحمٰن شاور جمیع الناس باوجود اس کے کہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بیعت کے متعلق تمام امور انجام دیئے مگر کوئی غرض متعلق نہ رکھی اور بے لگاؤ رہے

احتیاط

احتیاط کا یہ عالم تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد چھ شخصوں کو منتخب کر کے آپ کو بھی نامزد کیا تو آپ نے لوگوں سے بیان کیا کہ خدا کی قسم مجھکو یہ زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ میرے گلے پر چھری رکھی جائے اور اس طرف سے اس طرف تک اتر جائے بجائے اسکے کہ میرے متعلق یہ خدمت کی جائے[1] حضرت سعد ابن وقاص نے بہت ہی اصرار کیا کہ خلافت کی ذمہ داری کو قبول کیجئے مگر آپ اپنے انکار پر مصر رہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس

---

[1] تاریخ طبری صفحہ ۲۷۸۳ مطبوعہ یورپ ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

ذمہ داری کے آپ متحمل ہو جائے تو ہم لوگ آرام سے اپنی زندگی کے دن گذاردینگے۔[1]

احادیث کی روایت میں احتیاط

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باریابی کا موقعہ جتنا آپ کو ملا ہے اس کا اندازہ گذشتہ واقعات سے ہو گیا ہو گا مگر اس پر آپ کی احادیث کی روایت کی کل تعداد حضرت شیخ محی الدین ابن عربی ۲۵ بیان فرماتے ہیں[2]۔ روایت میں احتیاط کا یہ حال تھا کہ سائب بن یزید بیان کرتے ہیں۔

صحبت عبد الرحمٰن بن عوف و طلحۃ بن عبید اللہ والمقداد و سعداً فما سمعت احدا منھم یحدث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا انی سمعت طلحۃ یحدث عن یوم احد

کہ میں عبد الرحمٰن بن عوف، طلحہ، مقداد اور سعد بن وقاص کے ساتھ رہا ان میں سے کسی کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرتے نہیں سنا، ہاں صرف طلحہ کو احد کے واقعات بیان کرتے سنا[3]

(بخاری شریف)

---

[1] ثقات ابن حبان قلمی ص ۱۳۱ ج ۱) ۱۲ [2] اس موقعہ پر کچھ غیر مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ بعض اور بڑے بڑے صحابہ کے مرویات و احادیث کی تعداد بیان کر دیجائے امین امت حضرت ابو عبیدہ عامر بن الجراح سے صرف چودہ حدیثیں مروی ہیں عشرۂ مبشرہ کے دو اور رکن حضرت طلحہ اور حضرت زبیر نے صرف اڑتیس اڑتیس ہی حدیث بیان کیں حضرت عمر ابن الخطاب کے بھائی حضرت سعید ابن زید سے صرف اڑتالیس حدیثیں منقول ہیں حضرت علی کے بھائی حضرت عقیل سے صرف چھ حدیثیں مروی ہیں ۱۲ [2] (محاضرۃ الابرار ج ۲ ص ۱۵۳) ۱۲ [3] کتاب المغازی باب اذ ہمت طائفتان (ص ۵۸۱ و کتاب الجہاد ص ۳۵۶) ۱۲ منہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

آپ کے بھانجے مسور نے آپ سے بدر کے واقعہ کو دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ آل عمران کی آیت ایک سو بیس کے بعد پڑھو۔ اور آیت پڑھ دی۔ تو د شروع سے آخر تک موجود تھے لیکن زبانی واقعہ کے بیان میں اس قدر احتیاط برتی۔

خدمات امہات المومنین

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو آپ کو محبت تھی وہ ایسی سچی اور مستقل تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی اس کا تقاضا اور منشا پورا ہوتا رہا اور آپ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلقین کی خدمت میں مصروف رہے۔ حضور اقدس صلعم نے بعض ازواج سے اس امر کو ظاہر بھی کر دیا تھا حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا ہے کہ جو شخص میرے بعد تم لوگوں کی خبر گیری کریگا وہ سچا اور پاک نفس ہوگا اور آپ کے حق میں یہ دعا دی اللھم اسق عبد الرحمٰن بن عوف من سلسبیل الجنۃ اے اللہ عبد الرحمٰن کو چشمۂ سلسبیل سے سیراب کر۔[1]

ایک مرتبہ حضرت عبد الرحمٰن نے کیدمہ کا (جو بنی نضیر میں ہے) حصہ فروخت کر کے چالیس ہزار دینار یعنی چار لاکھ درہم ازواج مطہرات کی خدمت میں کئے حضرت سعد فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رض کا حصہ لے کر حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تمہاری خدمت صابر لوگ کرینگے اور حضرت عائشہ نے آپ کو یہ دعا دی کہ اے اللہ عبد الرحمٰن بن عوف کو چشمۂ سلسبیل سے سیراب کر۔

---

[1] ابو یعلی قلمی ۱۲ ر [2] مسند حنبل ۱۲ ر

toobaa-elibrary.blogspot.com

(اب جن لوگوں کے سامنے ہدیہ پیش کیا جاتا ہے اور وہ دعا دیتے ہیں وہ اسی سنت پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔)

آپ کے احباب

یوں تو تمام ابتدائی عہد کے مسلمانوں سے خواہ مہاجر ہوں یا انصاری آپ کے تعلقات دوستانہ تھے مگر حضرت صدیق اکبر رض حضرت فاروق اعظم حضرت عثمان غنی رض سعد ابن ابی وقاص رض اور حضرت عامر ابو عبیدہ رض ابن الجراح کا شمار مخصوص دوستوں میں تھا۔

حضرت ابوبکر رض

آپ پر اعتماد کرتے تھے اور آپ کا اعتماد حضرت ابوبکر رض پر تھا یمن کے سفر میں جب عسکلان نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کی خبر دی ہے اور آپ وہاں سے واپس تشریف لائے ہیں تو سب سے پہلے اس واقعہ کا اظہار حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر کیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ سے خانگی گفتگو کیا کرتے تھے[1]۔

حضرت ابوبکر رض نے پہلے آپ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بنانے کے بارے میں مشورہ کیا آپ نے جواب دیا اس پر حضرت ابوبکر رض نے کہا کہ اس کا ذکر کسی اور سے نہ کرنا[2]

حضرت ابوبکر رض نے حضرت طلحہ رض سے جب عمر (رضوان اللہ علیہم) کے خلیفہ بنانے کا ذکر کیا تو طلحہ نے عرض کیا کہ

آپ نے حضرت عمر کو خلیفہ مقرر کیا۔ حالانکہ آپکو علم ہے استخلفت علی الناس عمر

---

[1] تاریخ یعقوبی (ج ۲ صفحہ ۱۹۵) ۱۲ [2] (تاریخ طبری ص ۲۳۶) ۱۲ منہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

واقف ہیں کہ ان کا لوگوں کے ساتھ آپ کی زندگی میں کیا سلوک تھا اور جب آپ نہ رہینگے تو اس حالت کا بھی آپ کو اندازہ کرنا چاہیئے۔ خصوصاً اس حالت میں کہ آپکا آخری وقت ہے اور بہت جلد خدا کے سامنے حاضر ہو کر اسکی جوابدہی کرنی ہوگی۔

وقد رأیت ما یلقی الناس منہ وانت معہ فکیف بہ اذ اخلا بھم وانت لاقٍ ربک فسائلک عن رعیتک (تاریخ کامل ج ۲ ص ۲۱)

حضرت ابوبکرؓ یہ سنکر بہت برہم ہوئے نقاہت کے ضعف کی وجہ سے خود اٹھ کر بیٹھ نہیں سکتے تھے مگر آپ نے فرمایا اجلسونی اجلسونی مجھ کو بٹھاؤ مجھکو بٹھاؤ چنانچہ تعمیل ارشاد کیگئی آپ نے غصہ کے لہجہ میں فرمایا ابااللہ تخوفنی کہ تم مجھ کو خدا سے ڈراتے ہو۔ جب خدا مجھ سے پوچھیگا تو عرض کر دونگا استخلفت علی اھلک خیر اھلک یعنی تیری مخلوق پر بہترین مخلوق کو سردار بنا کر آیا ہوں[1]۔

بعینہ یہ اعتراض جب حضرت عبدالرحمٰنؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ

آپکی رائے نہایت مناسب ہے مگر انکے مزاج میں سختی ہے } ولکن فیہ غلظۃ

اس کا جواب حضرت ابوبکرؓ نے نہایت نرم لہجہ میں ان الفاظ میں دیا۔[2]

کہ ہاں تم سچ کہتے ہو مگر اسکی وجہ یہ تھی کہ مجھکو وہ نرم پاتے تھے جب وہ با اختیار ہوں گے تو تمام سختی چھوڑ دینگے۔

قال ابوبکر ذلک لانہ یرانی رقیقا ولو افضی الامر الیہ لترک کثیراً مما ھو علیہ

اصل اعتراض کے جواب دینے کے بعد کنیت سے مخاطب کر کے (عرب میں عزت کے

---

[1] تاریخ کامل ص ۲۰۰ ج ۱، ۲ المنۃ[2] تاریخ طبری (ص ۲۳ ...) ...

toobaa-elibrary.blogspot.com

مواقع کے لئے مخصوص ہے) اپنا ذاتی تجربہ بھی بیان فرمایا کہ

اے عبدالرحمٰن میں نے متعدد بار ان کا تجربہ کیا ہے، جب میں غصہ میں ہوتا تھا تو وہ درگذر کرنے کے خواہشمند ہوتے تھے اور جب میں نرمی برتتا تھا تو وہ سختی کرتے تھے۔	یا ابا محمد قد رمقتہ فرائتنی اذا غضبت علی الرجل ادانی الرضی عنہ واذا النت لہ اراٰنی الشدۃ علیہ۔

دونوں حضرات کی طرف سے جو اعتراض ہوا اس کو آپ نے ملاحظہ کیا اسمیں گو الفاظ ولب ولہجہ کا فرق ہے مگر اسمیں کوئی بات ہم ایسی نہیں پاتے کہ جسکی بناء پر ان کو دو اعتراض علیحدہ علیحدہ قرار دیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسے حضرات کی طرف یہ سوء ظن کہ لب ولہجہ کے اختلاف سے وہ اتنے زیادہ متاثر ہو گئے کہ اصل اعتراض پر کوئی توجہ نہیں کی کسی طریقہ سے جائز نہیں ہو سکتا۔

بجز اس کے کیا کہا جا سکتا ہے کہ آپ کے دوستانہ تعلقات نے حضرت ابوبکرؓ کو اصل اعتراض کے جواب پر مجبور کیا اور یہی دوستانہ تعلقات اس کا بھی باعث بنے کہ آپ اپنا تجربہ بھی بیان فرمادیں۔

اس سے اس امر پر روشنی پڑتی ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی بات کا وزن افضل الصحابۃ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر کتنا تھا

حضرت عمرؓ سے بے تکلفی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ سے بہت بے تکلف تھے اور آپکی ملاقات سے بہت خوش ہوتے تھے

راوی کے لفظ یہ ہیں [1]

---

[1] از ازالۃ الخفاء جز دوم ۲۱

حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ سے بہت خوش ہوتے تھے ۔ کان ینبسط علیہ

گذشتہ سطور میں کچھ آپ کے تعلقات کے واقعات نظر آئے ہوں گے دو اور واقعہ بھی درج ہیں۔

ایک روز عشا کی نماز کے بعد فاروق اعظمؓ حضرت عبدالرحمٰن کے مکان پر گئے دروازہ بند تھا زنجیر ہلائی اندر سے ایک بی بی صاحبہ نے آکر دروازہ کی زنجیر کھولی اور اس کے ساتھ یہ بھی فرمادیا کہ جب تک اپنے مقام پر میں نہ پہنچ جاؤں اسوقت تک یہیں کھڑے رہنا۔ حضرت عمرؓ اتنے انتظار کے بعد اندر تشریف لے گئے دیکھا حضرت عبدالرحمٰنؓ نماز پڑھ رہے ہیں آپ نے بی بی صاحبہ سے دریافت کیا کہ کھانے کی کوئی چیز ہے انھوں نے جو اوس وقت موجود تھا حاضر کیا آپ بے تکلفی سے کھانے لگے حضرت عبدالرحمٰنؓ کو دیکھا کہ اپنے اسی اطمینان سے نماز میں مشغول ہیں اس عالم میں دیکھ کر حضرت عمرؓ نے فرمایا نماز جلد ختم کرو مجھکو تم سے کام ہے[1]۔

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی تجارتی اغراض کیلئے چار ہزار درہم کی ضرورت ہوئی حضرت عبدالرحمٰنؓ سے کہلا بھیجا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے جواب دیا لاکھوں درہم تمھارے قبضہ میں رہتے ہیں دو چار روز کیلئے مجھ سے چار ہزار درہم مانگتے ہو۔

حضرت عمر سے ملاقات ہوئی تو حضرت عمر ان پر بہت خفا ہوئے اور کہا کہ بیت المال کا روپیہ ادا کرنے سے پہلے مر جاؤں تو تم ہی لوگ کہو گے معاف کردو

---

[1] طبری واقعات ۲۳ھ ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور خدا کے یہاں مجھ سے باز پرس ہو گی میں چاہتا ہوں کہ تم جیسے بخیل[1] آدمی سے روپیہ قرض لوں کہ اگر میں مر بھی جاؤں تو وہ کسی نہ کسی طرح ضرور وصول کر لیگا۔

گو حضرت عمرؓ نے اس موقعہ پر فرمایا کہ میرے مرنیکے بعد آپ وصول کرلینگے مگر ظاہر ہے کہ خلافت کے زمانہ میں آپ کی آمدنی بہ مشکل آپ کی ضروریات کو کافی ہوتی تھی چہ جائیکہ اتنا پس انداز ہو کہ قرض ادا کیا جائے بلکہ اپنے تعلقات کی بناء پر حضرت عمرؓ کو یہ قوی امید تھی کہ عبدالرحمنؓ قیامت میں ہرگز مواخذہ نہ کرینگے اور معاف کر دینگے۔

تاہم بایں ہمہ بے تکلفی حضرت عمرؓ آپ کی بہت عزت کرتے تھے اور آپکی باتوں کا خاص اثر ان پر ہوتا۔

اپنی وفات کیوقت چھ شخصوں کو خلافت کیلئے نامزد کیا تھا اور ساتھ ہی فرمادیا تھا اگر آپسمیں اختلاف ہو تو اس رائے کو ترجیح ہو گی جس کی طرف عبدالرحمنؓ بن عوف ہوں گے۔[2] اور یہ مجلس شوریٰ اسیوقت قائم کی گئی تھی جب آپ نے انکار فرمادیا تھا ورنہ پہلے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ہی کو منتخب فرمایا تھا۔[3]

لہ حضرت عمرؓ نے یہ لفظ صحیح معنے میں استعمال نہیں فرمایا بلکہ مزاح کے طور پر کہا تھا اسکے ثبوت کیلئے ائمہ رجال کے آپکی سخاوت کے متعلق جو الفاظ ہیں انکے دیکھنے کی سفارش کرونگا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ آپ بہت خرچ کرتے تھے اور خرچ میں آپ کو حظ حاصل ہوتا تھا اگر کسی کو وسوسہ ہو کہ نہیں یہ لفظ اپنے معنے میں مستعمل ہوا ہے تو اسکو چاہیئے کہ آپ کے غیر معمولی مخارج جس جگہ تحریر ہیں اس پر نظر ڈالے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو صدیق کا لقب عطا فرمایا ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ یہ لقب کثرت صدقہ وخیرات کا صلہ ہے (جمع الفوائد) ۱۲ ر ۲ ابن سعد جز ۳ ر ق ۱ ص ۱۹۹ ۱۲ ر ۳ فتح الباری باب البیعۃ والاتفاق علی عثمان رضی اللہ عنہ ۱۲ ار

toobaa-elibrary.blogspot.com

اسی موقع پر یا کسی اور موقع پر آپ نے فرمایا کہ

عبدالرحمٰن درست کام کرنیوالے ہیں اور لائق ہیں خدا کیطرف سے انکو ایک نگہبان ہے۔ تم انکی اطاعت کرو	عبد الرحمٰن مسدد لہ من اللہ حافظ فاسمعوا امثہ (تاریخ طبری)

آپ کو یہ عزت و وقعت حاصل تھی کہ آپ کو کوئی بات اگر ناگوار معلوم ہوتی تھی تو آپ ٹوک دیتے تھے[1]

تمام صحابہ میں حضرت عمرؓ سے گفتگو کرنے میں آپ کو زیادہ جرأت تھی	کان اجرا ھم علی عمر عبد الرحمٰن بن عوف

چنانچہ جب آپ خلیفہ ہوئے تو آپ کے رعب سے کسی کی ہمت نہیں ہوتی تھی کہ بات کر سکے آپ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ آپ سے لوگ بہت خوف کرتے ہیں آپ نرمی کا برتاؤ کیجیے[2]

اپنے ہمچشموں میں قدر و منزلت

حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کی شہادت کے بعد اکثر لوگوں کا خیال تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جانشین آپ ہوں گے۔ حضرت سعید ابن زید جو عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں ان سے آپ نے پوچھا کہ مستحق خلافت کون ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں تو تم کو اسکا اہل سمجھتا ہوں[3]۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے سامنے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے متعدد لوگوں کا تذکرہ کیا سب لوگوں کے متعلق آپ نے اپنی رائے کا اظہار فرمایا مگر حضرت

---

[1] ابن سعد ج ۳ (ص ۲۰۶) ۱۲ [2] طبری (ص ۲۷۴۶) ۱۲ [3] تاریخ طبری واقعات سنہ ۲۳ ہجری ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

عبدالرحمٰنؓ کے متعلق جو رائے تھی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بہت اچھے شخص ہیں صرف اتنی بات ہے کہ سفارش جلد قبول کر لیتے ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ اور نیز حضرت عمرؓ کے جو اصحاب شوریٰ تھے۔ یعنی وہ لوگ جن سے آپ دونوں حضرات سلطنت وخلافت کے امور میں مشورہ لیتے اس فہرست میں حضرت عبدالرحمٰنؓ کا نام بھی ہے[1]۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ

کہ ان میں عمدہ انصاف ہے } فیہ العدل الرضی

اور حضرت عمرؓ کا آپ کے متعلق قول تھا کہ

کہ مسلمان سرداروں میں وہ ایک سردار ہیں[2] } سید من سادات المسلمین

حضرت عمرؓ کو جب ابولؤلؤ نے زخمی کیا تو آپ نے حضرت عبدالرحمٰن ہی کا ہاتھ بڑھا کر نماز کی امامت کے لئے آگے کر دیا۔

حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے وقت جب سب لوگ سقیفۂ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے تھے تو آپ نے بھی مختصر خطبہ دیا تھا آپ کے موثر الفاظ ابتک آپکی قابلیت و اعزاز کی شہادت ہیں آپ نے فرمایا[3]

اے انصار ہم بیشک تمھاری فضیلت کے مقر ہیں	یا معشر الانصار انکم
تمہاری بزرگی سے ہم کو انکار نہیں بحث طلب امر صرف	وان کنتم علی فضل فلیس
یہ ہے کہ تمہاری جماعت میں کوئی بھی ایسا ہے جو حضرت ابوبکرؓ	فیکم مثل ابی بکر و عمر
یا حضرت عمرؓ یا حضرت علیؓ کا مساوی ہو۔	وعلی۔

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۲ حصہ ۱۹ قسم دوم ۱۲ [2] ۱۲ تاریخ بخاری وغیرہ ۱۲ [3] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۳۷ ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ۱۲ھ جب شام کے فتح کرنے کا قصد کیا تو سب پہلے تمام اہل الرائے یعنی عشرہ مبشرہ اصحاب بدر اور مہاجرین، انصار کے سمجھدار لوگوں کے علاوہ اور بھی ذی فہم حضرات کو جمع کر کے اس طور سے مشورہ کیا کہ پہلے حضرت ابوبکر رضی نے اس سارے مجمع کے سامنے اپنے ارادہ کا اظہار اس عنوان سے کیا کہ خطبہ ارشاد فرمایا اس کے بعد مسلمانوں کے باہمی اتفاق و اتحاد کا تذکرہ کیا اور فرمایا کہ اس وقت تمام عرب ایک ماں باپ کی اولاد ہو گیا ہے، شیطان ہمیشہ کیلئے نامید ہو گیا ہے کہ تم خدا کے سوا کسی اور کے سامنے سر جھکاؤ یا اپنی خواہشات و جذبات کو خدا کے سوا اور کسی کا بندہ بناؤ۔ اس وقت ہم کو اپنے اتفاق و یکدلی سے نفع و تمتع حاصل کرنا چاہئے اسلئے شام میں جو رومیوں نے جو تسلط جما رکھا ہے اسکو دور کرنا چاہتا ہوں اور اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ اسلام کا بول بالا ہو اور انشاء اللہ مسلمان ذیلی منافع سے محروم نہ رہینگے۔ ہم میں سے جو کام آئیگا وہ شہید ہوگا زندہ رہکر جو کچھ بھی (مال غنیمت، اعزاز، شہرت) وہ حاصل کرتا اس سے بہت زیادہ اور بہتر خدا کے نزدیک حاصل کریگا۔ جو کامیاب رہا تو جہاد کا ثواب اسکے نامۂ اعمال میں درج ہوگا آپ کو اس قصد کے ظاہر کرنیکے لئے جمع کیا گیا ہے تاکہ آپ اپنے مشورہ سے مجھے فائدہ پہنچا سکیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بڑی زور سے اس رائے کی تائید کی اور کہا کہ یہ تو وہ بات ہے جو میں آپ سے خود عرض کرنا چاہتا تھا مگر متعدد بار کا تجربہ ہے کہ ہم نے بہت چاہا ہے کہ نیک کام اور دینی خدمت میں آپ سے سبقت لیجائیں مگر ہمیشہ آپ ہی آگے رہے۔ اللہ کا نام لیکر سوار پر سوار فوج پر فوج، لشکر پر لشکر روانہ فرمانا شروع کر دیجئے، خدا اپنے دین کا مددگار ہے، اسلام اور اسکے پیرووں کی عزت کا اہتمام کرنیوالا

پہونچائے گا۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے تحریک اور تائید دونوں سنیں، مشورہ کی حقیقت سے ناواقف نہ تھے سمجھے کہ رسمی تائید کا اگر سلسلہ رہا تو مشورہ کا اصل مقصد فوت ہوجائیگا ہر شخص کو اپنی فہم پر بار ڈالنا چاہیئے اور معاملہ کی اہمیت پر نظر رکھنی چاہیئے حضرت عمرؓ کے بیٹھنے کے بعد آپ نے خطبہ دیا، خطبہ میں آپ نے مشکلات بیان کرنے کے بعد ان مشکلات اور دشواریوں پر قابو پانے کی تدبیر بھی پیش کی اور فرمایا۔

اے خلیفۃ الرسول وہ لوگ رومی اور بنو الاصفر ہیں سخت جان قوی ہیکل ہیں یہ رائے صحیح نہیں کہ ہم یکایک ان پر حملہ کر بیٹھیں بلکہ یہ ہو کہ ہم سواروں کی ٹولیاں بھیجیں جو ان کے ملک کے دور دور حصوں پر حملہ کیا کریں اور پھر آپ کے پاس واپس آجایا کریں اور ایسے متعدد حملوں سے انکو نقصان پہنچیگا اور اپنے قریب کے ملک کو وہ غنیمت سمجھ کر اپنے دشمنوں کے (ہمارے) مقابلہ سے عاجز ہوجائیں گے پھر آپ یمن، ربیعہ اور مضر کے پاس سوار بھیجکر انکو اپنے پاس جمع کریں اس کے بعد خود عنان امارت افواج اپنے ہاتھ میں لیکر جہاد کریں یا یہ عنان امارت کسی

یا خلیفۃ رسول اللہ انہا الروم وبنو الاصفر حدٌّ حدید ورکن شدید ما اری ان نقتحم علیہم اقتحاماً لکن نبعث الخیل فتغیر فی قواصی ارضہم ثم ترجع الیک واذا فعلوا ذلک بہم مراراً اضروا بہم وغنموا من ادانی ارضہم فقعدوا بذلک عن عدوہم ثم تبعث الخیل الی ارض الیمن واقاصی ربیعۃ ومضر ثم تجمعہم جمیعاً الیک ثم ان شئت بعد ذلک[1]

---

[1] علامہ ابن عربی نے بھی محاضرۃ الابرار میں اس کا ذکر کیا ہے خطبہ کے بھی الفاظ میں تھوڑا اختلاف ہے ۱۲ منہ ابن عساکر ج ا ص ۱۲۷

toobaa-elibrary.blogspot.com

دوسرے کے ہاتھ میں دیکر اس سے یہ خدمت لیں۔" } غنا وتھم بنفسك وان تمیت اغزیتھم

آپ کے خطبہ کے بعد دیر تک سکوت رہا حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا یہ اجتماع مشورہ

کے لئے ہے مشورہ دو۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے حج کے موقع پر منیٰ میں سنا کہ چند لوگوں

نے خیال ظاہر کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد فلاں شخص کو خلیفہ بنائینگے

اور اپنے اس منصوبے کے پورا کرنیکی تدبیر یہ ٹھانی کہ فاروق اعظم رضی اللہ کی وفات کے

بعد ہم سب سے پہلے اسکی بعیت لیں اور یہ رائے قائم کرنے کی وجہ یہ ہوئی کہ انھوں نے

یہ سمجھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جو خلیفہ بنے تھے اسکی بھی یہی صورت ہوئی تھی کہ چند

لوگوں نے یکایک حضرت ابوبکرؓ سے بعیت کر لی تھی اور وہ خلیفہ منتخب ہو گئے تھے اسی

طرح فاروق اعظم کے بعد بھی جب ہم کسی سے اوّل اوّل بعیت کر لینگے تو وہ ہی خلیفہ منتخب ہو جائیگا

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو جب اس خام خیالی کا علم ہوا تو آپ بہت برہم ہوئے

اور یہ قصد کیا کہ بے سوچے سمجھے کسی کام میں ہاتھ ڈالنے سے کیا برے نتائج پیدا ہوتے ہیں

اور اتنا عظیم الشان اور اہم انتخاب سلطان جیسے امر میں بغیر غور و مشورہ کے پیشقدمی کرنا

کتنے خوفناک و برے نتائج سے ہم کو دوچار کرائے گا اس سے لوگوں کو باخبر کر دیں

اور کسی گذشتہ حسن اتفاق کی بنا پر یہ امید قائم کر لینا آئندہ بھی ایسا ہی اتفاق پیش

آئے گا یہ ایک سخت غلطی ہے۔

یہ سب واقعہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

کے گوش گذار ہوا تھا اور آپ ہی کے سامنے حضرت فاروق اعظم نے غصہ کی حالت میں

اس قصد کا اظہار کیا تھا کہ آج ہی شام کو اس فرض سے سبکدوش ہو لوں آپ نے

toobaa-elibrary.blogspot.com

فوراً فرمایا۔

اے امیر المومنین! آپ ایسا نہ کیجئے کیونکہ حج کا موقعہ ہے اس میں رذیل اور شریر النفس کمینہ لوگ بھی جمع ہوتے ہیں اور جب آپ خطبہ دینے کو لوگوں میں کھڑے ہوتے ہیں تو یہی لوگ سب مغلوب کر کے آپ کے قریب ہو جاتے ہیں مجھکو خوف ہے کہ آپ کوئی بات کہیں تو ہر شخص اس کو اڑالیگا اور نہ اسکو اچھی طرح محفوظ کرینگے اور نہ صحیح طور پر سمجھیں گے آپ مدینہ پہنچنے تک (اس قصہ کو) رکھئے وہ دار الہجرۃ ہے اور علوم نبوت کا منبع ہے وہاں سمجھدار اور شریف لوگ آپ تک پہنچیں گے جو کچھ آپ کہیں وہ وہاں آپ وقار سے کہیں تو اہل علم آپ کی بات کو اچھی طرح محفوظ کریں گے اور صحیح سمجھیں گے۔

یا امیر المومنین لا تفعل فان الموسم یجمع رعاع الناس وغوغاءهم فانهم هم الذین یغلبون علی قربك حین تقوم فی الناس وانا اخشی ان تقول فتقول مقالة یطیرها عنك کل مطیر وان لا یعوها وان لا یضعوها علی مواضعها فامهل حتی تقدم المدینة فانها دار الهجرة والسنة فتخلص باهل الفقه واشراف الناس فتقول ما قلت متمکنا فیعی اهل العلم مقالتك ویضعوها علی مواضعها (بخاری باب رجم الحبلی ص ١٠٠٩)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کے مشورہ کو تسلیم کیا اور فرمایا۔

کہ خدا کی قسم انشاء اللہ مدینہ میں جب پہلے خطبہ کا اتفاق ہوگا تو انشاء اللہ اسی کے متعلق ہوگا۔

اما واللہ ان شاء اللہ لا قومن بذلك اول مقام اقومه بالمدینة

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک سفر میں جا رہے تھے اور ان کے ساتھ حضرت عبد الرحمن رض کے بھانجے مسور بن مخرمہ بھی تھے اور حضرت عبد الرحمن رض قافلہ میں حضرت عثمان رض سے اتنے فاصلہ پہ تھے کہ ایک دوسرے کی آواز نہیں سن سکتے تھے

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت عثمانؓ نے مسور سے کہا کہ اگر لوگ خیال کریں کہ ان دونوں ہجرت کرنیوالوں (حضرت عبدالرحمٰنؓ اور اپنی طرف اشارہ تھا) میں مجھکو فضیلت ہے تو یہ بالکل غلط ہے۔[1]

حضرت عثمانؓ جب عام رعاف میں علیل ہوئے تو آپ ہی کے متعلق وصیت کی کہ میرے بعد قائمقام ہوں۔

حضرت عثمان کی وصیت اور آپکی ناراضگی کی تحقیق

اس واقعہ کو ایک جگہ فتح الباری اور تجارب الامم سے پورا نقل کر چکا ہوں صاف سیدھا واقعہ ہے مگر وہ دماغ جنکو ہمیشہ مشکل گتھیاں سلجھانے کی مشق ہو اور اسی میں انکو لذت آتی ہو وہ اس بے مزگی کو کیونکر گوارا کریں سچ ہے کہ صرف ہمارے مذاق کا قصور ہے اور اسکی ساری کی ساری ذمہ داری ہماری نکتہ آفرین طبع کے سر ہے ؎

ذوق عشق است کہ دشوار پسند افتاد است
ورنہ سودائے سر زلف تو دشوار نبود

ورنہ واقعہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ یہ امر دیگر ہے کہ ہم اسکو اپنے مذاق پر ڈھال لیں اور صرف اپنے لطف و حظ کے لئے اپنے سے ہزار ہا درجہ مہذب اور عمدہ اخلاق رکھنے والی ہستیوں پر باہمی بے لطفی کی داستانیں گھڑ لیں۔ سادہ واقعہ نظر سے گذرا اب مورخ یعقوبی کا خود ساختہ بیان بھی ملاحظہ کیجئے۔

یہ واقعہ روایت کیا گیا ہے کہ حضرت عثمانؓ سخت بیمار ہوئے تو آپ نے حمران کو بلا کر وصیت لکھوائی
روی ان عثمان اعتل علۃ شدیدۃ فدعا حمران بن ابان ... الله ... به ...

---

[1] مستدرک حاکم ج سوم ۲۱۰

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور نام کی جگہ چھوڑ دی گئی پھر حضرت عثمان نے
اپنے ہاتھ سے خالی جگہ پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ
کا نام لکھ دیا یہ وصیت نامہ ام المومنین حضرت ام
حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس روانہ کیا راستہ میں حمران
نے پڑھکر حضرت عبدالرحمٰنؓ کو آکر خبر کر دی آپ بہت
غصہ ہوئے اور کہا کہ ہم نے انکو علی الاعلان امیر بنایا
تھا اور وہ مجھکو پوشیدہ پوشیدہ امیر بنانا چاہتے ہیں پھر
یہ بات پھیل گئی اور تمام مدینہ والے واقف ہو گئے اور
بنی امیہ بہت ناراض ہوئے حضرت عثمانؓ نے حمران کو بلاکر
سو کوڑے لگائے اور جلا وطن کرکے بصرہ بھیجدیا یہی بات
حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما میں
عداوت کا سبب ہوئی اور حضرت عبدالرحمٰنؓ نے اپنے
لڑکے سے یہ کہلا بھیجا کہ میں نے تم سے بیعت کی تھی حالانکہ
مجھ میں تین باتیں موجود تھیں ۔

وكتب عهداً لمن بعده وترك
موضع الاسم ثم كتب بيده عبد الرحمن
بن عوف وربطه وبعث به الى
ام حبيبة بنت ابى سفيان فقرأه
حمران فى الطريق فاتى عبد الرحمن
فاخبره فقال عبد الرحمن وغضب
غضباً شديداً استعمله علانية و
يستعملنى سراً ونمى الخبر وانتشر
بذلك فى المدينة وغضب بنو امية
فدعا امير عثمان بحمران
مولاه فضربه مائة سوط وسيره
الى البصرة فكان سبب العداوة
بينه وبين عبد الرحمن بن عوف
ووجه اليه ابنه فقال قل له
والله لقد بايعتك وان فى ثلاث
خصال (تاریخ یعقوبی ج ۲)

اس کے بعد تین باتوں کا تذکرہ ہے جو اس رسالہ میں کسی دوسری جگہ مذکور
ہیں حقیقت تو یہ ہے کہ اگر صرف مورخ یعقوبی ہی اس واقعہ کو نقل کرتے اور دوسرے
مورخین اس سے ساکت رہتے تو بھی ہم اس روایت میں ایسی باتیں پاتے ہیں جس کی وجہ سے

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہم کو اس کے صحیح ماننے میں تامل ہے چہ جائیکہ حافظ ابن حجرؒ جیسا وسیع النظر شخص اس واقعہ کو لکھتا ہے مگر ان باتوں تک انکے وہم کی بھی رسائی نہیں جو مؤرخ یعقوبی کی ایجاد بندہ ہیں بلکہ علامہ ابن حجرؒ نے تہذیب میں صحیح طریقہ روایت سے جو واقعہ نقل کیا ہے اسمیں صرف اتنا ہی مذکور ہے کہ حضرت عثمانؓ نے حمران سے وصیت لکھوائی اور اس نے قبل از وقت اسکو ظاہر کر دیا اس کی پاداش میں حضرت عثمانؓ نے اسکو جلا وطنی کی سزا دی۔

یہ بات قابل غور ہے کہ وصیت نامہ لکھ کر حضرت ام حبیبہؓ کے پاس بھیجنے کا کیا مقصد ہو سکتا ہے اسی طرح حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کے خفا ہونے کے کیا معنی ہیں کیا آپ خلافت کے آرزو مند تھے اگر یہ واقعہ یہی ہے تو خود انکی غلطی تھی انکو تو خلیفہ بننے کا اچھا موقعہ ملا تھا خود اپنے ہاتھ سے ضائع کر دیا۔

حضرت عمرؓ کی آپکی خلافت کیمتعلق رائے

کیونکہ مورخ ابوالفدا لکھتے ہیں کہ پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجلس شوریٰ نہیں قائم کی بلکہ آپ کو خلیفہ بنانا چاہا مگر حضرت عبدالرحمنؓ نے انکار کر دیا تو آپ مجلس شوریٰ کرنے پر مجبور ہوئے۔

اس کے بعد کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عبدالرحمن پر خلافت کو پیش کیا اور انھوں نے انکار کیا۔	بعد ان عرضھا علی عبد الرحمن بن عوف فابی۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس انکار کے باوجود بھی درپردہ آپ کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کر دیا اور فرمادیا تھا۔

حضرت عبدالرحمنؓ اچھے صاحب الرائے ہیں انکی بات سنو	نعم ذوالرای عبدالرحمن بن عوف

لہ ابن اثیر ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور انکی اطاعت و فرمانبرداری کرو   فاسمعوا منہ واطیعوہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں پر نکتہ چینی کی حضرت سعد کے متعلق بدگمانی تھی اسکو رفع کیا صرف حضرت عبدالرحمٰن کی ایک ذات ہے جن کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یہ بیش قیمت الفاظ ہیں

جلیل القدر صحابہ کا آپ سے خلافت کے متعلق اصرار

ٹھیک اسوقت جبکہ حضرت عبدالرحمٰن بیعت لینے کے لئے منبر پر کھڑے ہوئے ہیں حضرت سعد بن ابی وقاص کا قاصد پہنچتا ہے اور انتہائی لجاجت کے الفاظ میں ان کا پیغام پہنچاتا ہے۔

سوچئے اور امتہ محمدیہ پر رحم کیجئے اور اپنے لئے بیعت لیجئے۔ | ارفع راسک وانظر لامۃ محمد و بایع لنفسک[1]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت سعید ابن زید رضی اللہ عنہ ایسے ایسے جلیل القدر صحابی آپ سے مصر رہے کہ ہم لوگوں کے قیادت کی باگ اپنے ہاتھ میں لیجئے مگر آپ اپنے انکار پر قائم رہے۔

جیساکہ اس روایت سے مترشح ہے کہ آپ کی خفگی صرف اتنی بات پر تھی۔

میں نے علی الاعلان انکو امیر بنایا تھا اور وہ مجھکو پوشیدہ طریقہ پر خلیفہ بناتے ہیں۔ | استعملہ علانیۃ ولیستعملنی سرا

یہ بات بھی ایسی نہیں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے حالات پڑھنے کے

---

[1] فتح الباری ج ۱۳ کتاب الاحکام باب الاستخلافت ۱۲ منہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

بعد کوئی شخص یقین کرے کہ آپ کے دل و دماغ سے نکلی ہوئی بات ہے۔

حضرت عثمان سے بیعت کرنے کی وجہ

کیا حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بنانے میں مستقل تھے[1]۔ اور ذاتی رائے سے خلیفہ بنا دیا تھا۔ سقیفہ بن ساعدہ میں خلافت کے موقعہ پر حضرت علیؓ کا نام لیتے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا تذکرہ بھی نہیں فرماتے اب بجز اس کے کیا کہا جا سکتا ہے کہ اس تبدیل رائے کا سبب اور حضرت عثمان کے تعین کی وجہ وہی ہے جو آپ ان الفاظ میں فرماتے ہیں۔

میں نے لوگوں کے حالات کا اندازہ کیا اور لوگوں سے مشورہ کیا تو وہ لوگ خلافت کے لئے حضرت عثمانؓ پر کسی کو ترجیح نہیں دیتے تھے	فانی نظرت فی احوال الناس وشاورتھم فلم اجدھم یعدلون بعثمان (ثقات ابن حبان جزا صفحہ ۱۳۱ قلمی)

معلوم ہوا کہ یہ ذاتی رائے نہیں تھی۔ اور نہ یہ کہ ذاتی انتخاب پر آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو متعین کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی وقعت و عظمت خاص خاص لوگوں کے دلوں میں تھی۔ حضرت علی رضی عنہ فرماتے ہیں[2]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے کارناموں کے لحاظ سے آپ سے بہتر نہ تھے اور نہ فاروق اعظم اپنے اعمال صالحہ کے لحاظ سے آپ سے افضل تھے اور یہ دونوں	ما ابن ابی قحافۃ باولی بعمل الحق منک ولا ابن الخطاب باولی بشئ من الخیر منک وما سبقاک الی

---

[1] یہ واقعہ پوری تفصیل کے ساتھ آخر کتاب میں آیا ہے وہاں ملاحظہ کریں ۱۲ منہ [2] تاریخ طبری واقعات سنہ ۳۴ھ ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرات آپ سے کسی بات میں غلبہ اور سبقت نہیں لے گئے ۔ } شیئی ۔

حضرت معلم الامتہ عبداللہ بن مسعودؓ نے جب کوفہ میں آکر خطبہ دیا ہے تو فرمایا ہے کہ ؎

ہم تمام صحابہ نے اتفاق کر لیا اور ہم نے جو ہم سب میں بہتر اور افضل تھا اور اسکو فوقیت تھی اسکے تلاش کرنے میں کمی نہیں کی پھر ہم نے حضرت عثمانؓ کی بیعت کی	انا اجتمعنا اصحاب محمد فلم نال عن خیر ناذی فوقٍ فبایعنا امیر المومنین عثمان

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اپنی دیانت اور امانت کے لحاظ سے حضرت عثمانؓ کے خلیفہ بنانے پر مجبور تھے ۔

اور پھر یہ کونسی ناراض ہونے کی بات ہے

میں نے ان کو علی الاعلان امیر بنایا تھا اور وہ مجھکو پوشیدہ پوشیدہ خلیفہ بنانا چاہتے ہیں ۔	استعملہ علانیۃ ویستعملنی سراً ۔

کیا حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کے لئے وصیت نامہ نہیں لکھ دیا تھا اور اس کے بعد لوگوں میں اعلان کیا ، حضرت عبدالرحمٰنؓ نے یہ کیسے معلوم کر لیا کہ حضرت عثمانؓ ایسا نہ کرینگے ۔

حضرت عبدالرحمٰنؓ نے تو حضرت عثمانؓ سے عہد لیا تھا کہ

قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے قوانین کی پیروی حضرت شیخین جس طریقہ سے	ان تسیر فینا بکتاب اللہ وسنتہ فیبینا وسیرۃ ابی بکر و

؎ طبقات ابن سعد ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

کراتے تھے اسی انداز سے آپ بھی کرائیں عمر (تاریخ یعقوبی)

اگر اب حضرت عثمان رض نے وصیت کر کے حضرت ابوبکر رض کی تقلید کی اور اپنا وعدہ اور عہد پورا کیا تو یہ حضرت عبدالرحمٰن رض کی خفگی کا موجب نہیں ہو سکتا اگر آپ خلافت کے آرزومند تھے تو آہستگی سے منع کر دیتے کیا حضرت عبدالرحمٰن رض کے بغیر قبول کئے ان کے ذمہ ہو جاتی خفا اور غصہ ہونے کی کیا بات تھی اور وہ بھی خفگی اور ناراضی امام واجب الاطاعۃ سے۔

اور اگر ایسے ہی ذمہ ہو جاتی اور گردن پڑ جاتی تو خلافت ثالثہ کے وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد وغیرہ گردن میں نہ ڈالدیتے۔

اس کے بعد آپ کا اپنے لڑکے کو بھیجکر وجوہ افضیلت کا ظاہر کرنا کیا معنی رکھتا ہے ان باتوں کے ظاہر کرنے سے مقصد کیا تھا۔

غلط باتوں کی بنا چونکہ واقعات کے سطح پر نہیں ہوتی اسلئے اس میں بے تک اور بے جوڑ باتوں کا جمع ہو جانا نہ کچھ تعجب انگیز ہے اور نہ ہونا چاہیئے۔ ہمیں شک نہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن رض کو اس سے نفرت تھی حضرت شیخین نے جس ایثار سے زندگی گذاری تھی وہ منظر انکی آنکھوں کے سامنے تھا وہ اس کا احساس کرتے تھے کہ میں اتنا ایثار نہیں کر سکتا تو ایسی ذمہ داری کیوں لوں جس میں اتنے ایثار کی ضرورت ہو۔

حضرت عثمان رض کے رنج کی نوعیت

واقعہ یہ ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن رض کو اس سے رنج وصدمہ ضرور ہوا کہ حضرت عثمان رض نے آپکے بغیر استمزاج آپ کے نام کیوں وصیت کی مگر اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ وہ اپنے کو اس اہم ذمہ داری سے علیحدہ رکھنا چاہتے تھے اور نہ اس رنج کا وہ اثر ہوا جو مورخ یعقوبی نے لکھا یا سمجھا ہے بلکہ اسکا اثر صرف یہ ہوا کہ انھوں نے خدا سے اپنے پاس جلد بلانے کی دعا کی جو قبول ہوئی اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور آپ اسی سال وفات پا گئے اسکی بڑی قوی وجہ یہ ہے کہ امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے خلیفہ تھے جنازہ کی نماز پڑھانا ان ہی کا حق تھا اور کوئی پڑھا نہیں سکتا تھا۔ مگر پھر بھی حضرت عبدالرحمٰن رضؓ نے وصیت کی کہ حضرت عثمان رضؓ نماز پڑھائیں اگر صدمہ دبخ کی وہ نوعیت ہوتی جو مورخ یعقوبی اور انکے ہم مشرب نے سمجھی ہے تو بجائے اس وصیت کے انکو یہ وصیت اپنی کتاب میں درج کرنی چاہیئے کہ حضرت عبدالرحمٰن رضؓ نے حضرت عثمان رضؓ کو شرکت کی اجازت نہیں دی حضرت عبدالرحمٰن رضؓ نے ہر بدری کو چار سو دینار سرخ دینے کی وصیت کی تھی چنانچہ حضرت عثمان رضؓ نے وصیت کے مطابق یہ رقم وصول کی[1] اگر دونوں صاحبوں میں صفائی نہ ہوتی اور ناراضگی ہوتی تو حضرت عثمان غنی رضؓ کبھی یہ رقم نہ لیتے۔

تھوڑی دیر کیلئے اگر ہم مؤرخ یعقوبی کے بیان کو صحیح سمجھ لیں اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس وصیت نامہ رکھنے کی یہ توجیہ کرلیں کہ آپ تمام امہات المومنین میں حضرت عثمان رضؓ سے ایک خاص اور تعلق رکھتی تھیں جسکی وجہ سے آپکے پاس وصیت نامہ کا رکھا جانا بنو امیہ اور بنو ہاشم دونوں کیلئے باعث اطمینان تھا آپ کے پاس وصیت نامہ رہنے کی صورت میں دونوں خاندان میں سے کسی کو بھی بدگمانی کا موقع نہیں ہو سکتا تھا۔

یہ امر ظاہر ہے کہ آپ سے خاندانی تعلقات رکھنے والی ہستی پر دوسرے لوگ اسی وقت اتہام لگا سکتے ہیں کہ جب وصی ان ہی کے قبیلہ کا ہو اور جب حضرت عبدالرحمٰن رضؓ کے نام وصیت ہے تو دوسرے لوگوں کو بھی اتہام و بدگمانی کا موقع نہیں ہو سکتا اور جب حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس وصیت نامہ محفوظ ہے تو بنو امیہ کے غیظ و غضب میں آنے کی

---

[1] تہذیب الاسماء واللغات علامہ نودی ۱۷۷

toobaa-elibrary.blogspot.com

کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔

اور اتنے ہی دیر کے لئے ہم حضرت عبد الرحمٰن رضؓ کا غصہ ہونا بھی مان لیتے ہیں مگر مؤرخ صاحب کا یہ اجتہاد

یہ امر باہمی کشاکشی اور عداوت کا سبب بن گیا۔ | فکان سبب العداوۃ بینہ و بین عبد الرحمٰن بن عوف

ہرگز صحیح نہیں ہو سکتا، اگر حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ غصہ اور خفا ہوئے اور فرمایا کہ

میں نے عام مجمع میں خلیفہ بنایا تھا اور وہ پوشیدہ طور پر مجھ کو بناتے ہیں۔ | استعملہ علانیۃ ویستعملنی سراً

تو اس کا صحیح منشا کیوں نہیں پیدا کیا جاتا اور کیوں نہیں کہا جاتا کہ غصہ و ناراضگی صرف اس وجہ سے تھی کہ انھوں نے تعیین خلافت کے لئے جو طریقہ اختیار کیا تھا وہ حضرت عبد الرحمٰن رضؓ کے نزدیک صحیح و درست یا مناسب نہ تھا بلکہ انکی رائے میں سب سے بہتر طریقہ وہ تھا جو خود انھوں نے اختیار کیا تھا کہ رائے عامہ حاصل کیجائے اور اسکے مطابق خلیفہ کا انتخاب کیا جائے جسکی نظیر خود انھوں نے اپنے عمل سے قائم کر دی تھی۔ حضرت عثمان رضؓ نے از خود بلا مشورہ ایسا کیا اس کو وہ صحیح یا مناسب نہیں سمجھتے تھے۔

وللناس فی ما یعشقون مذاھب

دوستانہ تعلقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وہ مشہور واقعہ جس میں آپ نے خطبہ کی حالت میں یا ساریۃ الجبل الجبل (اے ساریہ پہاڑ کی طرف خیال کرو) فرمایا تھا[1]

---

[1] حضرت عمر جمعہ کے دن منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے کہ یکایک آپنے فرمایا یاساریۃ الجبل الجبل اس وقت

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت عمرؓ کے جلال سے کسی کو ہمت نہیں ہوتی تھی کہ اس بے موقعہ جملہ کے استعمال کا منشاء دریافت کرتا مگر حضرت عبدالرحمٰنؓ نے لوگوں کے اصرار پر آپ سے دریافت فرمایا۔

زبرقان[۵۱] کی حطیئہ[۵۲] نے ہجو کی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ نہاوند میں جنگ ہو رہی تھی اور مسلمان آگے بڑھتے جاتے تھے اور پہاڑ کے ایک درے میں کفار چھپے ہوئے تھے اور پیچھے سے حملہ کرنے کے ارادے سے نکلنا شروع کر دیا تھا کہ یکایک ان لوگوں کے کانوں میں یہ آواز آئی لوگوں نے پہاڑ کی طرف بڑھکر دیکھا تو کفار کا ایک لشکر حملہ کرتا ہوا نظر آیا عین وقت پر فوج نے اس طرف منہ کیا اور کفار کو ہزیمت حاصل ہوئی (تاریخ الخلفاء وغیرہ) ۵۱ زبرقان آپ کا تو نام تھا مگر عربی میں چاند کو کہتے ہیں اور تھے بدر کے بیٹے لیکن حسن و جمال میں خود ہی بدر تھے۔ آپ مکہ میں منہ ڈھانپ کر تشریف لاتے تھے اس خوف سے کہ آپ کے عالم سوز دلربائی کی لپیٹ میں کوئی نہ آئے ابن عساکر ج ۵ صفحہ ۲۷۸) اور احتیاط کا اقتضا بھی یہی تھا کہ آپ اپنی آتشیں حسن کے شرر انگیز شعلوں سے خدا کی مخلوق کو محفوظ رکھیں جاہلیت میں بھی معزز تھے اور اسلام میں بھی آپ کی عزت و عظمت کچھ نہ تھی ۹ھ میں اپنے قبیلہ کی طرف سے وفد میں آئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ ہی کو وہاں کے صدقات کا عامل بنا دیا تھا صدقات کی پہلی رقم آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں نہ لا سکے جس زمانہ میں مسیلمہ کذاب نے 'فتنہ ارتداد' بپا کر رکھا تھا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لیکر حاضر ہوئے حضرت ابوبکرؓ نے آپ کو اپنی خدمت پر قائم رہنے دیا حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں بھی آپ کی اس عزت کو برقرار رکھا۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ صدقات کا مال و اسباب لیکر دربار خلافت میں حاضر ہو رہے تھے کہ راستہ میں حطیئہ سے ملاقات ہوئی حطیئہ قحط کیوجہ سے معہ اہل و عیال عراق جا رہا تھا۔ زبرقان نے کہا کہ مع اہل و عیال ہمارے یہاں چلے آؤ اور مہمان رہو اور اقامت کے لئے ایک جگہ دیدی اور کہدیا کہ وہاں دکھلا دینا ان سے لوگ پہچان لینگے کہ تم میرے بھیجے ہوئے ہو (اسد الغابہ) اس احسان کا جو بدلہ حطیئہ نے دیا اسکو آپ پڑھ چکے ہیں خلافت معاویہؓ کا دور آپ نے دیکھا اخیر عمر میں آنکھ سے معذور ہو گئے تھے فصاحت و بلاغت میں حسن و جمال کیطرح شہرہ آفاق تھے (اصابہ ج ۱ ص ۲۱۲)

toobaa-elibrary.blogspot.com

دع المکارم لا ترحل لبغیتہا ⁅ واقعد انک انت الطاعم الکاسی

عزت کی باتوں کا تو خیال چھوڑ دے اور اسکی طلب میں مت دوڑ ⁆ اور بیٹھ جا تجھ کو صرف کھانا کپڑا چاہیئے

زبرقان نے دربار خلافت میں شکایت کی۔ حضرت عمرؓ نے حسان بن ثابت سے پوچھا یہ ہجو ہے۔ حسان نے جواب دیا کہ بیشک یہ ہجو ہے[1] حضرت عمرؓ نے اسکو قید خانہ میں بند کر دیا پھر حضرت عبدالرحمٰنؓ کی سفارش پر اس کا قصور معاف ہوا اس اقرار پر اسکو چھوڑا گیا کہ آئندہ کسی کی ہجو نہ کریگا۔[2] حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے آپ کے تعلقات

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ [2] انکا نام جرول تھا۔ گو شعر کی ہر صنف میں استاد تھے مگر اقتاد طبع سے ہجو پر تھے۔ مرزا رفیع سودا کی ہندوستان میں اتنی شہرت نہیں جتنی کہ آپ کی عرب میں تھی۔ آپ نے ہجو میں ایسا کمال پیدا کیا کہ اپنے باپ ماں، بھائی، بیوی، سب کی ہجو لکھ ڈالی (اغانی) مزاج میں بخل و شرارت کے ساتھ ساتھ قدرے حماقت بھی تا دسیہ کی جنگ میں اپنی آتش فشانی آگ لگا دی تھی (تاریخ کامل ج ۲ ص ۳۶۳) آپ نے بڑی عمر پائی، مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہو گئے تھے مگر الحمد للہ کہ خاتمہ بالخیر ہوا (اصابہ) ۱۲ [1] حضرت عمرؓ نے اس کا فیصلہ خود کیوں نہیں کیا؟ حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا اس سوال کے جواب کا ذمہ دار تذکرہ فاروقی ہے نہ حضرت عبدالرحمٰن کا تذکرہ۔ مگر پھر بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فراست پر ایک بدنما داغ ہے جسکے دفع کرنیکے لیئے ہم دو[2] اہل فن کی شہادت نقل کرنا ضروری اور کافی سمجھتے ہیں۔ جاحظ لکھتا ہے کہ۔

کان عمر ابن الخطاب اعلم الناس بالشعر | حضرت عمر رضی اللہ عنہ شعر کے بہترین واقف کار تھے

(البیان والتبیین) (ص ۱۹۷ مطبوعہ مصر)

ابن رشیق القیروانی کے شہادت کے الفاظ یہ ہیں۔

کان من انقد اھل زمانہ وانفذھم فیہ (کتاب العمدۃ ذکر اشعار الخلفاء) | اپنے زمانے کے بہترین نقاد تھے اور آپکا فیصلہ سب سے زیادہ نافذ ہوتا تھا

[1] ازالۃ الخفا مقصد دوم ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

بہت وسیع تھے آپس میں کبھی کبھی ظرافت بھی ہوتی تھی۔

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو شرف صحبت نے اپنے ابناء جنس سے ممتاز کر کے اتنے اعلیٰ اور ارفع مرتبہ پر پہنچا دیا تھا کہ بسا اوقات اسلام سے قبل کی حالت کا اسلام کے بعد کی حالت کے مقابلہ کرنے سے دھوکہ ہوتا ہے کہ یہ دو جماعت یا دو شخص کے حالات ہیں؟ اسلام کے بعد جو کایا پلٹ ہوئی ہے اس کو دیکھ کر یہ کہنا دشوار ہے کہ یہ عمر ابن الخطابؓ وہی ہیں یا کوئی دوسری ہستی ہے تاہم اقتضائے بشری سے معرا نہ تھے۔ آپس میں شکر رنجی ہو جایا کرتی تھی اور ایسے مواقع پر اپنی شان سے کم درجہ کی باتوں کا سرزد ہو جانا کوئی زیادہ بعید امر نہیں ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے آپ کے کچھ ایسے گہرے تعلقات تھے کہ کوئی معمولی سی بات ان کے خلاف شان صادر ہوتی تو آپ کو سخت صدمہ اور بڑی تکلیف ہوتی اور جو دل میں آتا کہہ دیتے حضرت عثمان نے اپنی خلافت کے چھٹے سال منیٰ میں بجائے دو رکعت کے چار رکعت نماز پڑھی یعنی قصر نکیا آپ نے سختی سے ٹوکا اور حسب ذیل گفتگو کی۔[1]

کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ یہاں دو رکعت نماز نہیں پڑھی اور حضرات شیخین کے ساتھ اور خود بھی آج سے قبل دو رکعت نماز نہیں پڑھی۔	اولم تصل فی ھذا المکان مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم والی بکر و عمر رکعتین وصلیتھا انت رکعتین۔

حضرت عثمانؓ نے اپنے عذر بیان کیے کہ دور دور سے لوگ آتے ہیں اور

---

[1] تاریخ کامل ج ۳ صفحہ ۵۰ ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

مجھ کو بحالت سفر دو رکعت نماز پڑھتے دیکھکر اپنے گھروں میں بھی دو ہی رکعت پڑھینگے اسکے علاوہ میں نے مکہ میں شادی کر لی ہے اور میری تجارت طائف میں ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن رضؓ نے کہا کہ جتنی باتیں آپ نے بیان کی ہیں ان میں سے ایک بھی اس قابل نہیں ہے کہ جسکو عذر کہا جا سکے۔ میں نے مانا کہ آپ نے مکہ میں شادی کی ہے تو صرف شادی کرنے سے کیا آپ مقیم ہو جائینگے۔ طائف میں اگر آپ کی تجارت ہے تو طائف بھی یہاں سے مسافت قصر پر ہے۔ اور لوگوں کے غلط استدلال کا عذر بھی کوئی عذر نہیں ہو سکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو بھی بعینہ یہ عذر درپیش تھا مگر ان حضرات نے ایسا نہیں کیا۔

آپ کو جو کچھ کہنا تھا کہدیا مگر پھر بھی حضرت معلم الامتہ عبداللہ بن مسعود سے کہا کہ میں بھی چار ہی رکعت پڑھونگا اپنے امام سے اختلاف اور مخالفت دونوں سے پرہیز کرتا ہوں۔

اسیطرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مرتبہ صدقات کے اونٹ آئے آپ ان اونٹوں کو لیکر بازار گئے بازار میں جو انکی انتہائی قیمت ہوئی وہ ادا کر کے خود لے گئے لوگوں نے شکایت کی یہ واقعہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ تک پہنچا یا حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ حضرت عثمانؓ کے پاس گئے اور خلافت پر بیعت کرتے وقت جو عہد ان سے لیا تھا وہ یاد دلایا اور کہا کہ آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایسا کرتے دیکھا ہے ان سب اونٹوں کو واپس کر دیجئے۔[1]

---

[1] شرح سیر کبیر ج ۲ صفحہ ۳۰۶ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہ واقعہ سیر کبیر سے نقل کیا گیا ہے جو دوسری صدی کی تصنیف ہے اسمیں کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی جو حق میں آنکھوں میں کھٹکے بجز اس کے کہ حضرت عثمان رضؓ کی شان اس سے ارفع تھی اور حضرت عبد الرحمٰن رضؓ کے محبت والفت کے تعلقات نے اسکو بھی گوارا نہیں کیا۔ اور انہوں نے اس معاملہ کو فسخ کرا دیا۔ مگر مرور زمانہ کو واقعہ کی صورت بدلنے میں بڑا دخل ہے میرا یہ منصب نہیں ہے کہ اس پر روشنی ڈالوں کہ کیا وجوہ ہوتے ہیں کہ امتداد زمانہ غلط باتوں کو صحیح اور سچے اور صحیح واقعات کو غلط باور کرا دیتا ہے

مورخ جزری اس واقعہ کو ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں۔

ان وجوہ سے جن کے سبب سے حضرت عثمان رضؓ پر لوگوں کی جرات بڑھی، یہ واقعہ ہے کہ صدقے کے اونٹ آئے تھے حضرت عثمان رضؓ نے اپنے خاندان (یعنی بنی الحکم) کو دیدیئے حضرت عبد الرحمٰن کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو آپ نے اس شخص سے چھین کر لوگوں میں تقسیم کر دیئے اور حضرت عثمان رضؓ گھر میں تھے آنکو اطلاع نہ کئے ہوئے	ان ابلاً من ابل الصدقة قدم بها على عثمان فوهبها لبعض بنى الحكم فبلغ ذالك عبد الرحمٰن بن عوف فاخذها وقسمها بين الناس وعثمان فى الدار۔

اب دونوں روایتیں آپ کے سامنے موجود ہیں پہلی روایت میں جو غلطی بیان کی جاتی ہے وہ ایسی ہے جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جیسی ہستی سے ممکن ہے اور دوسری روایت میں جو الزام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ پر لگائے گئے ہیں وہ ان سے ناممکن ہیں۔

یہ یقینی امر ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ جو قریب زمانہ کے ہیں ان کو جتنی صحیح اطلاع پہنچی ہو گی وہ ان کے صدیوں بعد والے مورخین کو نصیب نہیں ہو سکتی۔ دونوں

toobaa-elibrary.blogspot.com

روایتوں کے مقابلہ سے مقصد یہ ہے کہ روایت کا کتاب میں ہونا اس بات کیلئے کافی نہیں ہے کہ وہ واقعہ ہوا بھی ہے بلکہ اصول روایت کے لحاظ سے وہ ممکن بھی ہو اور روایت کے منضبط قوانین کے ذریعہ سے مروی ہو۔ اس تذکرہ میں بعض اور ایسی روایتیں ملیں گی وہاں یہ اصول ملحوظ رہنے چاہییں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لشکر رنجی کے موقعہ پر یہ کہلا بھیجا کہ میں جنگ احد میں بھاگا نہ تھا ثابت قدم رہا تھا۔ اور بدر میں میں شریک تھا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طریقہ کو میں نے نہیں چھوڑا[1]

حضرت عبدالرحمٰنؓ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تیر میں اتر کر اپنے ہاتھ سے ۲۴ھ میں بتاریخ یکم محرم الحرام یوم یکشنبہ آغوش صدیقی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر قدم سلایا۔

ایک روایت اور اس کے معنی

امام بخاری نے کتاب الحدود باب الرجم میں ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ۔

---

[1] حضرت عثمان نے ولید بن عقبہ کے ذریعہ سے جواباً یہ کہلا بھیجا کہ جس قصور کو خدا تعالیٰ نے معاف کردیا ہو اس پر کسی مسلمان کو نادم کرنا مسلمان کے شایان نہیں ہے بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضور کی صاحبزادی کی تیمارداری میں اور ان کے انتقال کے بعد انکی تجہیز و تکفین میں مشغول و مصروف رہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مال غنیمت میں حصہ دیا اور حضرت عمرؓ کی پیروی کا ذکر فضول ہے وہ نہ آپ اچھی طرح کرتے ہیں اور مجھکو تو اپنے جرم کا اقرار ہے کہ مجھ سے پوری طور پر نہیں ہو سکتی (ازالۃ الخفاء ج ۲) ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

مہاجرین میں سے چند لوگوں کو پڑھاتا تھا جن میں سے حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف بھی ہیں | کنت اقرئ رجالاً من المہاجرین منھم عبدالرحمٰن بن عوف

علامہ ابن حجر کہتے ہیں کہ مہاجرین میں سے اور کس کس کو پڑھاتے تھے اس کا پتہ مجھ کو نہیں چلا۔ علامہ موصوف ہی فرماتے ہیں کہ مالک کی روایت میں فی خلافۃ عمر کا لفظ بھی زائد ہے یعنی حضرت عمر کی خلافت کے زمانہ میں پڑھاتا تھا علامہ عینی لکھتے ہیں کہ ۲۳ھ کا واقعہ ہے یعنی حضرت عمر کی وفات سے ایکسال پہلے اور حضرت عبدالرحمٰنؓ کے مرنے کے آٹھ نو سال قبل کا واقعہ ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بعثت کے کچھ ہی دنوں بعد اسلام لائے ہیں پھر سفر حضر ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے صرف غزوۂ دومۃ الجندل میں کچھ دنوں کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مفارقت رہی ہے۔

جس پابندی سے دربار نبوت میں حاضر رہے تھے اس کا ذکر اسی کتاب میں کسی جگہ ہے۔ پورا قرآن آپکی نظروں کے سامنے نازل ہوا۔ بیسوں صحابہ نے آپ کے سامنے قرآن حفظ کر لیا مگر آپ نے نہیں پڑھا یہ بات میری سمجھ سے بہت بالا ہے اور پڑھنے بیٹھے تو حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حالانکہ اس وقت حضرت معلم الامتہ عبداللہ بن مسعود، حضرت معاذ بن جبل (حضرت عبداللہ ابن عباس کے استاد) ابی ابن کعب، ابوالدرداء، زید بن ثابت وغیرہ موجود تھے۔ جنھوں نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن شریف پڑھا تھا۔ حضرت ابن عباس تو خود فرماتے ہیں[1]

---

[1] بخاری شریف کتاب فضائل القرآن باب تعلیم الصبیان ۱۲

کنٹونمنٹ پبلک لائبریری
لارڈ اوڈین سنیما ہال روڈ راولپنڈی

toobaa-elibrary.blogspot.com

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو میں دس برس کا تھا اور میں نے آخری منزل پڑھ لی تھی۔

توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا ابن عشر سنین وقد قرأت المحکم یعنی المفصل

علامہ ابن حجر فتح الباری[١] میں لکھتے ہیں۔

ابن عباس نے آخری منزل مہاجرین اور انصار سے پڑھی تھی

انما حفظ المفصل من المهاجرين والانصار۔

خود علامہ ابن حجر نے اصابہ اور مقدمہ فتح الباری میں آپکا شمار مفتیان عہد نبوی کے ممتاز طبقہ میں کیا ہے علامہ ابن سعد نے طبقات میں آپکو عہد نبوی کے مفتیوں کی فہرست کے علاوہ عہد صدیقی، عہد فاروقی، عہد عثمانی کے مفتیوں کی فہرست میں بھی درج کیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ افتاء کے لئے اس زمانہ میں جس علم کے کمال کی سند لابدی اور ضروری تھی وہ صرف قرآن کا علم تھا۔ قرآن کے علم کے بغیر اس عہدۂ جلیلہ پر فائز نہیں ہوسکتا تھا۔ غزوۂ تبوک میں حضرت شیخین کے علاوہ تمام جلیل القدر صحابہ موجود تھے مگر آپ کو لوگوں نے نماز کیلئے آگے بڑھایا، اس واقعہ کیساتھ یہ ارشاد نبوی پیش نظر رکھئے۔

قرآن شریف کا زیادہ جاننے والا امام ہو۔

ولیؤمکم اقرأکم

جس شخص نے حضرت شیخین اور بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کی ہو اسکو اب بھی حضرت ابن عباس کے سامنے

---

١ ج ١٢ ص ١٢٨

toobaa-elibrary.blogspot.com

زانوئے ادب تہ کرنیکی ضرورت باقی ہو۔

بخاری کتاب التفسیر[1] میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابن عباس رضؓ کو بڑے لوگوں کے ساتھ بٹھاتے تھے تو حضرت عبدالرحمٰن رضؓ نے اعتراض کیا تھا کہ وہ ہمارے بچوں کی عمر کا ہے اس کو آپ ہمارے برابر بٹھاتے ہیں اگر حضرت ابن عباس حضرت عبدالرحمٰن رضؓ کے استاد ہوتے تو یہ اعتراض ہرگز نہ کرتے ان ہی وجوہ سے میرا یہ خیال ہے کہ اس روایت کے جو معنے علامۂ داوٗدی نے کئے وہ صحیح ہیں'' کہ میں چند مہاجرین سے پڑھتا تھا اور وہ مہاجرین عبداللہ ابن عباس رضؓ کو پڑھ پڑھکر سناتے تھے تاکہ عبداللہ ابن عباس ویسا ہی پڑھیں (فی زمانہ بھی تعلیم قرآن میں یہی طریقہ مروّج ہے)

اسکی تائید اس سے بھی ہوتی ہے ابن ابی شیبۃ کی روایت میں ہے۔

میں حضرت عبدالرحمٰن رضؓ بن عوف کے پاس جاتا تھا۔	کنت اختلف الی عبد الرحمٰن بن عوف۔

جدید تعلیم وتہذیب سے قطع نظر کیجئے تو عام دستور یہی تھا اور ہے کہ شاگرد استاد کے پاس جاتا ہے۔

علامہ ابن حجر کا یہ عذر

کہ اکثر صحابہ جہاد کی مشغولیت کی وجہ سے پورا قرآن مجید یاد نہ کرسکے	وکان کثیر من الصحابۃ لاشتغالهم بالجهاد لم یستوعبوا القرآن حفظاً

ان لوگوں کے متعلق صحیح ہوسکتا ہے جو ہجرت کے بعد یا ہجرت کے کچھ ہی قبل داخل اسلام ہوئے تھے اور جو لوگ ہجرت سے بہت پہلے مسلمان ہوچکے تھے۔

---

[1] تفسیر سورۂ فتح ...

toobaa-elibrary.blogspot.com

خصوصاً ۳ سنہ بعثت کے قبل ان کے متعلق تو یہ عذر صحیح نہیں مانا جا سکتا۔

جہاد کا حکم ۱۳ سنہ بعثت کے بعد نازل ہوا تھا یعنی مدینہ آنے کے بعد۔ اور مکہ کی زندگی میں بجز قرآن شریف یاد کرنے کے ایک معنی میں اور کوئی مذہبی مشغلہ نہ تھا اتقان میں علامہ سیوطی نے تحقیق کے بعد یہ لکھا ہے کہ قرآن شریف کی زیادہ سورتیں مکہ ہی میں نازل ہوئی ہیں۔

راستگوئی یا آزادیٔ رائے

حضرت ابوبکرؓ نے اپنے مرض الموت میں حضرت عمرؓ کی خلافت کے بارے میں حضرت عبدالرحمٰن ؓ سے مشورہ لیا، اس وقت آپ نے حضرت حضرت ابوبکرؓ کے انتخاب پر مسرت ظاہر کی اور کہاکہ ان سے زیادہ مستحق اور کوئی نہیں ہے۔

مجھکو اگر خیال ہے تو اتنا کہ ان کے مزاج میں درشتی وسختی ہے مسلمانوں کی امارت کی زمام جسکے ہاتھ میں ہو اس کا اتنا تیز مزاج ہونا مسلمانوں کی تکلیف کا باعث ہوگا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اسلامی تعلقات کے علاوہ ذاتی تعلقات بھی بہت تھے مگر مذہبی اور اسلامی مصالح پر یہ تعلقات اثر رساں نہ ہوسکے۔ اور بغیر اس خیال کے کہ اس موقع کا منتظر اپنے مخلص دوست سے ایسی بات سنکر کتنا ملول و رنجیدہ ہوگا آپ نے حضرت ابوبکرؓ سے جو کہنا چاہیئے تھا کہدیا اور آپ کی راستگوئی آپکی خاموشی کی مانع رہی۔ حضرت ابوبکرؓ نے جب سب سے پہلے روم پر حملہ کرنیکا قصد کیا تمام اکابر صحابہ کو بلاکر اس کے متعلق مشورہ کیا سب نے مستعدی ظاہر کی مگر آپنے نہایت تفصیل کیساتھ

لہ یہ عام انسانی جذبات کی تصویر ہے۔ اس سے حضرت عمرؓ کے متعلق کسی قسم کا خیال کرنا خوش فہمیوں کی فہرست

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس میں جو مشکلات اور دقتیں تھیں ان پر روشنی ڈالی ہے[1]

عقل معاش، حسن تدبیر

آپ کی فہم و فراست اور خداداد قابلیت جس اعلیٰ پیمانہ پر تھی اس کا ضمناً تذکرہ متعدد جگہ آچکا ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے آپ کے جو تعلقات آپ کی نظر سے گذر چکے ہیں اس بھی اس پر روشنی پڑتی ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور نیز حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے آپ کے متعلق جو بیش قیمت الفاظ ہیں وہ بھی آپکے ملاحظہ سے گذر چکے اس موقعہ پر چند واقعے نمونتاً درج ہیں۔ پہلا واقعہ یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب آپکو اور آپ کے ساتھ اور پانچ آدمیوں کو امارت مسلمین کیلئے منتخب فرمایا ہے۔ آپ نے جس خوبصورتی سے اس کو انجام دیا ہے وہ آپ کی فراست کے اعلیٰ درجہ پر ہونیکا ناقابل رد شاہد ہے۔ میں اس واقعہ کو اس موقع پر صحیح بخاری کی کتاب المناقب سے نقل کرتا ہوں۔

آپ کی فراست کا نمونہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تجہیز سے فراغت کے بعد ایک جگہ سب لوگ مشورہ کیلئے جمع ہو گئے تو حضرت عبدالرحمن رض نے ان سب سے کہا کہ تم میں سے تین شخص بقیہ تین شخصوں کو اپنا وکیل بنا دیں چنانچہ حضرت زبیر رض نے حضرت علی رض کو اور حضرت طلحہ رض نے عثمان رض کو اور حضرت سعد رض نے حضرت عبدالرحمن رض کو اپنا وکیل بنایا۔ اس کے بعد حضرت عبدالرحمن رض نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دونوں کو مخاطب کر کے کہا کہ آپ دونوں میں سے جو دست برداری

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ میں داخل کر دیا جائے گا۔ [1] ابن عساکر جلد ا صفحہ ۱۲۶ ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

دیگا اس کو میں امیر بناؤں گا اور میری اس بات کا خدا گواہ ہے مگر دونوں صاحبوں میں سے کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر آپ نے دریافت کیا کہ آپ دونوں مجھکو وکیل بناتے ہیں خدا کی قسم تم دونوں میں جو افضل ہوگا اس کا حق ضائع نہ کرونگا۔ دونوں نے کہا کہ ہم اپنے اختیار آپکو سونپتے ہیں پھر آپنے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تخلیہ میں بلا کر کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو آپکو قربت ہے اس کا مجھے علم ہے اور آپکے قدیم الاسلام ہونے سے بھی میں واقف ہوں اگر میں آپ کو امیر بناؤں تو آپ عدل کریں اگر حضرت عثمانؓ کو بناؤں تو آپ انکی اطاعت کریں اور انکی بات سنیں پھر حضرت عثمانؓ کو تخلیہ میں لیجا کر ایسے ہی گفتگو ان سے کی پھر جب دونوں سے عہد لیلئے تو حضرت عثمانؓ سے کہا کہ ہاتھ بڑھائیے انھوں نے ہاتھ بڑھایا پہلے حضرت عبدالرحمنؓ نے بیعت کی اسکے بعد حضرت علیؓ نے بیعت کی اس کے بعد اور لوگوں نے بیعت کی۔[1] یہ واقعہ اپنی پوری تفصیل کے ساتھ آگے آرہا ہے وہاں انشاء اللہ العزیز اسکے ہر پہلو پر روشنی ڈالی جائیگی اسوقت مقصود صرف اتنا ہے کہ اس واقعہ میں دیکھئے کہ کس خوبصورتی سے چھ مدعیان خلافت کے اختیار کو اپنے ہاتھ میں لیکر جسکو موزوں مناسب سمجھا اسکے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس واقعہ میں بظاہر کوئی غیر معمولی اہمیت نہیں معلوم ہوتی مگر آپ نظر کو ذرا وسیع کیجئے تو آپ کو اسکی اہمیت اور وقعت کا علم ہوگا۔ اور خواص کے طبقہ میں جو آپ کو ایک مافوق فراست عطا ہوئی تھی اسکا پتہ چلیگا۔

کیا یہ امر واقعہ نہیں ہے کہ آپ کے وصال کے بعد حضرت عثمان غنیؓ حضرت علیؓ حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ حضرت زبیر بن العلومؓ حضرت طلحہؓ حضرت عمرو ابن العاص اور انکے

---

[1] بخاری کتاب المناقب ص۵۳۳ باب قصۃ البیعۃ والاتفاق علی عثمانؓ ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

علاوہ اور بڑی بڑی ہستیاں موجود تھیں مگر آپ کی وفات کے بعد جو اختلاف وانتشار امت محمدیہ میں پیدا ہوا ہے اس کا انسداد نہ ہو سکا۔ گویا کہ آپ کی ذات گیا تھی فتنہ کا سد باب تھی میرے موضوع سے خارج ہے کہ اسکی تحقیقات کروں کہ حضرت عثمان سے شکایات کا منشا صحیح تھا یا غلط مگر آپکی شہادت کے بعد بھی اور بڑی بڑی جلیل القدر ہستیاں باقی رہیں مگر بجائے اسکے کہ اختلاف وافتراق کمی ہوتی یا بالکل فنا کر دیا جاتا اس کی خلیج روز بروز وسیع ہوتی رہی

غور کا مقام ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مقابلہ میں اور کوئی دعویدار خلافت نہ تھا۔ مگر پھر بھی حکومت وسلطنت کے ٹکڑے ہو گئے۔ اور اس کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔

اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت عثمانؓ کیساتھ ہی ساتھ حضرت علیؓ پر بھی لوگوں کی نظریں اٹھتی تھیں مگر مسلمانوں کی خوش قسمتی سے آپ زندہ تھے اور صرف آپ کی فراست ودانائی نے اختلاف پیدا ہونے نہیں دیا اور اسلامی سلطنت کی قوت ایک جگہ مجتمع رہی۔

ممکن ہے کہ صرف اس نئی تہذیب کا اثر ہو مجھکو اس سے بحث نہیں مگر متواتر تجربوں نے خود اکس زمانہ کی خبر دل کا وثوق ہم سے اٹھا دیا ہے، تو ہم آج تیرہ سو برس کے عرصہ کی باتوں کا فیصلہ کرنے بیٹھیں تو یہ بڑی سخت جرأت ہو گی۔

مگر بیان یہ کیا جاتا ہے کہ یہ جلیل القدر ہستیاں خود بھی اس فتنہ اختلاف وافتراق میں مبتلا ہوئیں۔

گو ان کے ارادے پاک تھے اور نیت خالص۔ ان کے مطمح نظر صرف اتنی بات تھی کہ یہ اختلاف آخری اختلاف ہے اور اس تیرہ وتار گھٹا کے برسنے کے بعد مطلع صاف ہو جائیگا۔ اور پھر اتفاق ودلجمعی کا نظارہ مسلمانوں کی ایمان کی تازگی کا باعث ہوگا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

بات طویل ہوتی جاتی ہے اس موقعہ پر مجھکو صرف اتنا عرض کرنا تھا کہ حضرت عبد الرحمن رض کی تدبیریں انکی معاصرین کی تدبیروں کے اعتبار سے کتنی زیادہ عمدہ اور بہتر تھیں آپکے معاصرین پہلی مرتبہ اختلاف پیدا ہونے کو نہ روک سکے۔ حالانکہ آپکی وفات کے فوراً بعد کوئی ایسا موقعہ نہیں آیا تھا مگر پھر بھی اختلاف رونما ہو گیا۔ اور آپ کی حیات میں شدید اختلاف کا موقعہ آیا مگر آپ کی فہم و فراست اور اخلاص و ایثار نے اس پھوٹنے والے چشمہ کو اس طور سے بند کر دیا کہ آپ کی زندگی تک تو کسی قسم کا اختلاف امتِ محمدیہ میں نہیں پیدا ہوا۔

آپ کے بعد والے حضرات اسمیں منہمک رہے کہ موجودہ اختلاف فرو ہو کر سطح صاف ہموار ہو جائے اور آپکی فراست و فرزانگی نے اس کا موقعہ ہی نہ آنے دیا۔

یہ واقعہ اپنی پوری تفصیل کے ساتھ آخیر کتاب میں آئیگا۔ اس وقت آپ معلوم کرینگے کہ آپ کے عدیم النظیر ایثار اور بے مثل اخلاص اور قابل صد رشک فہم و فراست نے کس عظیم الشان فتنہ کا کس طور سے سدباب کیا ہے کہ اس کا پتہ بھی نہیں چلتا کہ یہ موقعہ اختلاف اور باہمی ناچاقی کا تھا یا نہیں۔

دوسرا واقعہ آپ کو خداوند جل جلالہ نے کتنی بہتر عقل معاش عطا فرمائی تھی اس کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ جب آپ حضرت سعدؓ کے مہمان ہوئے تو انھوں نے فرمایا کہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو میرا بھائی بنا دیا ہے میری دو بیبیاں ہیں ایک کو طلاق دیئے دیتا ہوں۔ عدت کے بعد آپ اس سے نکاح کر لیجئے۔ اور میرے پاس جتنا مال ہے اسے تقسیم کئے دیتا ہوں نصف لے کر اپنے قبضہ میں کیجئے [1]

[1] اسنن [illegible]

toobaa-elibrary.blogspot.com

عالی ہمتی کی ایک نظیر

یہ سچ ہے کہ انصار کے ایثار کی مثال یہ چرخ لاکھوں گردش کے بعد بھی اب تک نہ پیش کرسکا تو کیا مہاجرین کی بے نیازی اور عالی ہمتی کی کوئی نظیر پیش کی جاسکتی ہے۔

ناظرین! ایک ستم دیدہ اپنے اہل وطن کے جور وجفا سے تنگ آکر ایک ایسی جگہ آجاتا ہے۔ کہ اس کے بعد اپنے رشتہ داروں سے بھی کسی قسم کی امید باقی نہیں رہتی۔ اسکی نگاہ کے سامنے جب یہ منظر پیش ہو تو اسکی کیا حالت ہوگی اور حاجت ونیاز سے بھرا ہوا دل اسوقت کیا جواب دیگا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب استغنا کو ملاحظہ فرمایئے اور سنیئے کہ کتنا بلند حوصلہ جواب ملتا ہے آپ فرماتے ہیں[1]

بارك الله فی اهلك ومالك	اللہ تعالیٰ تمھارے مال اور اہل میں برکت دے
دُلُّونِی علے السُّوقِ	مجھے بازار کا راستہ بتادو۔

چنانچہ آپ اسی روز شام کو جو واپس آئے تو اپنی حسن تدبیر سے تھوڑا پنیر اور تھوڑا گھی نفع میں کما لائے۔ اور چند ہی روز بعد نکاح کرلیا اور دین مہر فوراً ادا[2] کر دیا۔ اور ایسی بہتر حالت ہوگئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ولیمہ میں کم سے کم ایک بکری ذبح کرنے کا حکم دیا۔[3]

وجہ معاش یا آمدنی کے ذرائع

آپ نے اپنے خانگی اخراجات کیلئے کاشت کا

---

[1] بخاری کتاب النکاح باب قول الرجل لاخیہ ص ۵۹ ؁ ۱۲ ر [2] امام محمد موطا میں اس دین مہر کی مقدار دس درہم یعنی ڈھائی روپیہ کلدار مروجہ بیان کرتے ہیں۔ ۱۲ ر [3] بخاری کتاب الدعوات ص ۹۴۵ باب الدعا للمتزوج ۱۲ منہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

سلسلہ کر رکھا تھا مگر یہ سلسلہ آپکی حیثیت کے لحاظ سے زیادہ لمبا چوڑا نہ تھا۔ تاہم بیس
چرس کی کھیتی معمولی طور پر کرتے تھے [۱]

بعض کھیت (زمین کے حصے) آپ کے ذاتی تھے مثلاً جرف [۲] میں جو زمین تھی اور
بعض زمین کے حصے آپ کرایہ سے (لگان پر) لوگوں سے لیا کرتے تھے [۳]۔ جرف [۴] کی
جو زمین تھی اس پر بذات خود کبھی کبھی تشریف بھی لیجایا کرتے تھے [۵]۔ سنہ ۴ھ میں بنی نضیر
کی زمین کے حصے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اصحاب کو عنایت کئے تھے۔ چنانچہ حضرت
ابوبکر رضؓ اور آپ کو بھی عطا ہوا تھا [۵]۔

وظیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام بدریین کیلئے جو پانچ پانچ ہزار
درہم کا وظیفہ مقرر فرمایا تھا وہ بھی ضرور ملتا ہوگا [۶]

تجارت لیکن آپ کی زیادہ آمدنی تجارت سے تھی [۷]

---

[۱] مستدرک جلد سوم ۱۲ ومنہ [۲] موطا مالک باب کراء الارض ۱۲ ومنہ [۳] یہ گاؤں شام کے راستہ میں ہے،
مدینہ کے غربی دروازہ سے جانا ہوتا ہے (صبح الاعشی ج ۴ ص ۲۸۷) اسکے کچھ آگے وادی عقیق ہے۔ اسی کے
متصل وداں بھی ہے۔ یہاں بنو سہم کے قبیلہ کے لوگ آباد تھے تقریباً مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر ہے،
جب کبھی باہر فوج روانہ کیجاتی تھی تو تمام لوگوں کو اسی گاؤں میں جمع ہونے کا حکم دیا جاتا تھا۔ اور یہیں سے لشکر
مرتب ہو کر باہر جایا کرتا تھا اسی نام کا ایک گاؤں دیار مبس میں بھی ہے (معجم ما استعجم از عبید وزیر بکری)
بیر جمل بھی یہیں ہے جہاں حضرت عائشہ رضؓ اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی قومیں بعض فتنہ پردازوں
کی شرارت و فساد انگیزی کا شکار ہوگئی تھیں۔ مکہ کے اطراف اور یمامہ کے علاقہ میں بھی ایک ایک گاؤں اسی نام کے ہیں)
(معجم البلدان حموی) [۴] ... ابن عساکر ج ۷ ص ۲۳۶ ... فتوح البلدان للبلاذری ص ۵۶ ... بخاری شریف غزوہ بدر ... تہذیب ابن حجر ...

toobaa-elibrary.blogspot.com

تجارت میں خدائے تعالیٰ نے ایکو صاحب نصیب بنایا تھا اور آپ نے اسی کے اندازہ سے خرچ بھی کیا۔ | كان مجدودا فيها وانفق بقدر ذلك (الرياض المستطابه)

آپ نے اپنے باپ کی زندگی ہی میں تجارت شروع کردی تھی۔ تجارت کے لئے آپ نے اپنے باپ کے ساتھ سفر بھی کئے[1]۔ اسلام کے قبل آپکے مداخل (آمدنی) کا ذریعہ بھی تجارت تھی۔

اُصولِ تجارت | تو اب ظاہر ہے کہ اُصول تجارت سے آپ سے زیادہ واقف کار کون شخص ہو سکتا تھا۔ اسی خیال کی بنا پر لوگوں نے آپ سے دریافت بھی کیا۔

کہ آپکی تجارت کے کیا خاص اُصول ہیں جسکی وجہ سے وہ کامیاب رہی اور آپ کو اتنا مالدار بنادیا۔ | مِمَّ كَثُرَ مالُكَ

تجارت نام ہے خریداری ہوئی چیز کو اس سے زیادہ پر دوسرے کو دینا جتنے میں کہ خود لی ہو۔ عرب میں تجارت بہت عام اور شائع تھی اسلئے مذکورہ بالا استفسار میں سوال مداخل اور ذریعہ معاش سے نہ تھا بلکہ تجارت ہی کے وہ خاص اُصول دریافت کئے گئے تھے جس نے آپ کو اپنے اقران[2] میں ممتاز بنادیا تھا۔

---

[1] تاریخ یعقوبی (ج ۲ ص۶۲) [2] ارے یہ لکھ چکا تھا کہ احیاء علوم الدین مصنفہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے باب الکسب والمعاش میں یہ واقعہ زیادہ تفصیل سے ملا جس سے نہ صرف میری تائید ہوئی بلکہ اسکے ساتھ ساتھ وہ تجارت کی کامیابی کے بہترین اور اصول پر بھی مشتمل تھی۔ اس لئے میرے لئے ناگزیر ہوا کہ اسکو نقل کردوں جو امر آگے عرض کیا گیا ہے اور تجارت کے شرائط پیشہ ہونے کی دلیل میں لکھا گیا ہے اسی کا امام غزالی تذکرہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

چنانچہ آپ کے جواب سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں لہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ فرماتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہیں نے آپ کے عملدرآمد سے یہ اصول متعین کیا تھا اور یہاں اصول پہلے سے متعین ہے اور یہ واقعہ اسکی نظیر ہے۔

جو شخص تھوڑے نفع پر قناعت کریگا اس سے لین دین (خرید و فروخت) زیادہ ہوگا۔ اور الٹ پلٹ سے وہ بہت نفع حاصل کر لیگا	ومن قنع بربح قلیل کثرت معاملاتہ واستفاد من تکرارها ربحا کثیراً۔

اسکے بعد یہ جملہ ہے جس کو آپ شاید صرف اعتقادی بات کہدینگے میرے خیال میں یہ کوئی تعجب نہیں ہے کہ تعدد و تکرار خرید و فروخت کیساتھ امام رحؒ کے ذہن میں مشہور مقولہ فی الحرکۃ برکۃ (حرکت میں برکت ہے) وارد ہوا ہو اور فوراً فرمایا۔

کہ اس تکرار ہی سے برکت کا ظہور ہوتا ہے۔	وبہ تظھر البرکۃ۔

اس کے بعد ابوتراب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نصیحت آمیز جملہ ہے۔

تھوڑے نفع کو واپس نہ کرو شاید وہ زیادہ نفع سے محروم نکردے۔	لا تردوا قلیل الربح فتحرموا کثیرہ

اسکے بعد اسکی نظیر میں یہ واقعہ درج کیا ہے	قیل لعبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ
حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ	عنہ ما سبب یسارك قال ثلاث
آپ کے مالدار ہونے کا سبب کیا ہے انھوں نے جواب	ما رددت ربحا قط ولا طلب منی
دیا کہ تین باتیں ہیں ایک تو میں نے ملتے ہوئے نفع کو	حیوان فاخرت بیعہ ولا بعت
کبھی نہیں واپس کیا دوسرے یہ کہ مجھ سے جب کبھی کسی نے	

لہ شرح اسماء اہل بدر از علامہ طٰہٰ بن مہنا مطبوعہ ... ص ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں نے کبھی ملتے ہوئے نفع کو واپس نہیں کیا خواہ } ماہ دد تۃ س بلحاظ قتل

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔

کوئی جانور خریدنا چاہا تو میں نے اس کے بیچنے میں دیر نہیں کی تیسرے یہ کہ کبھی ادھار نہیں بیچا (ہمیشہ نقد بکری کا سلسلہ رکھا)	سیمیۃ (باب احسان فی المعاملۃ صـــ۳۹)

پہلے اصول کے متعلق کافی بحث ہو چکی دوسرا اصول بھی کچھ زیادہ تشریح کا محتاج نہیں ہے بے جان اور جاندار چیزیں دونوں اس میں مساوی ہیں کہ روپیہ دونوں میں گھرا ہوا رہتا ہے۔ ہاں جاندار چیزیں بے جان چیزوں سے نگرانی اور دیکھ بھال میں قیمت اور وقت زیادہ صرف کراتی ہیں اور روزانہ کی خوراک مزید برآں ہے اور اگر بدقسمتی سے ان جانداروں کو کبھی بے جان بننے کا مرض یا شوق ہو جائے تو پھر سرمایہ کا خدا ہی مالک ہے۔

تیسرے اصول کے متعلق جو کہ نہایت سادہ اور مختصر ہے یورپ کے بڑے بڑے تاجر اور کمپنیوں کے حالات پڑھنے کی سفارش کروں گا۔

ان اصول اور قوانین کے ذکر کے بعد آپ کا ایک واقعہ بھی نقل کیا ہے۔

انصاف یہ ہے کہ انتخاب واقعہ میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی ذہانت کا ثبوت دیا ہے سیکڑوں واقعات میں سے وہ واقعہ منتخب کرتے ہیں کہ جس میں ایک ساتھ ان تینوں اصولوں پر عمل کیا گیا ہے۔ کہتے ہیں کہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔

آپ نے ہزار اونٹنیاں بیچیں جس میں ان کی رسیوں کے سوا کچھ نہ بچا ہر رسی ایک ایک درہم کو بکی اور ان کے کھلانے میں ہزار درہم جو خرچ ہوتے وہ اور بچ رہے۔	ویقال انہ باع الف ناقۃ فما ربح الا عقلہا باع کل عقال بدرہم وربح فی نفقتہ علیہا یومہ الفا۔

اس مجموعی طور پر دو ہزار درہم (سکہ مروجہ کے نرخ سے پانچ سو روپیہ) صرف ایک معاملہ میں آپ کو مل گئی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

کتنا ہی کم کیوں نہ ہو } اَوْ جَلَّ

یہ اصول صرف اسی ایک وجہ سے قابل قدر اور ہماری توجہ کا مستحق نہیں ہے بلکہ ایک بہت بڑے صحابی کی زبان سے نکلا ہے بلکہ بجائے خود اتنا صحیح اور کارآمد ہے کہ اسکے لئے یہ کافی نہیں ہے کہ ہم اسکی طرف معمولی التفات سے کام لیں بلکہ اسکو ہم اپنی تجارت کا عملی اصول بنائیں اور اس پر عمل پیرا اور کاربند ہوں۔

موہوم نفع کی امید پر ملتے ہوئے نفع کو چھوڑ دینا حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔ تھوڑے نفع سے اگر مال بیچ لیا گیا تو دوسرا مال یقیناً پہلے مال سے زیادہ مقدار میں خرید کر بیچا جا سکتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ دو بکریوں کا مجموعی نفع صرف ایک بکری سے ضرور زیادہ ہوگا۔

اسکے علاوہ شریعت یا صحیح اصول تمدن نے تجارت کو جو جائز اور مستحسن قرار دیا ہے تو اسکی واحد وجہ صرف یہ ہے کہ ایک شخص خواہ وہ کسی طبقہ کا کیوں نہ ہو اپنی تمام ضروریات کو جمع کر کے نہیں رکھ سکتا۔ اول تو یہ سخت دشوار ہے کہ دس برس کے بعد جس چیز کی ضرورت پیش آنیوالی ہے اس کو ہم آج سمجھ لیں اور بالفرض ہم کو اس کا احساس ہو جائے تو اسکے مہیا کرنے کے سامان بھی فراہم ہو جائیں ان ہی آن گنت دقتوں کے سبب سے کچھ لوگ مخصوص کر دیے گئے کہ لوگوں کی ضرورت اور حاجت کے وقت مطلوبہ اشیاء مہیا کر دیا کریں اور اس اعانت اور امداد کے سلسلہ کو برابر ہی رکھنے کے لئے اجازت دیدی

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ آپ نے تین اصول بیان فرمائے تھے ایک تو یہ کہ ملتے نفع کو میں نے واپس نکیا اب فی اونٹ صرف ایک درہم ملا آپ نے اسکو جانے نہیں دیا دوسرا یہ کہ جانور کے بیچنے میں تاخیر نہیں کی کہ اصل کی قیمت بھی وہ ملے اسکے ساتھ ان کے اخراجات سے سبکدوشی ہی کافی نفع ہے۔ تیسرا یہ کہ ادھار نہ تھا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

گئی کہ اتنا نفع اس میں لے لیا کریں جس سے ان کی اور انکے متعلقین کی ضروریات پوری ہوسکیں۔ بغیر اس کے اس سلسلہ کا باقی رہنا دشوار ہے۔

دراصل تجارت کی غایت اصلی خلق اللہ کی خدمت اور اعانت ہے مال و دولت پیدا کرنے کا آلہ نہیں ہے اسی وجہ سے اس کو نہایت ہی شریف اور عمدہ پیشہ کہا گیا ہے اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سچا تاجر صدیقوں کا ہمنشیں ہوگا مگر اس پیشہ کی عزت و شرافت اسی وقت تک باقی رہ سکتی ہے جب تک اپنے اصلی اور صحیح جادہ سے نہ ہٹے۔ مگر جب ہم تجارت کے اس مقصد (تعاون) کو پس پشت ڈالدینگے اور شریعت اور اصول تمدن کے منشا سے بُعد ہو جائے گا اور اسکو روپیہ و سرمایہ جمع کرنے کا ایک ذریعہ بنا لینگے تو ہم ہرگز اس عزت کے مستحق نہیں ہوسکتے۔ تو دراصل حضرت عبدالرحمٰن رضؓ بن عوف کا یہ قول تجارت کی صحیح تعریف ہے جس تجارت کا منشا زیادہ نفع کمانا ہو وہ دراصل تجارت نہیں ہے۔ اس کے لئے دوسرا نام زیادہ موزوں ہوگا۔

یوں تو مسلمانوں کے عام طبقہ میں اپنے بزرگوں کے کارناموں کی ناواقفیت کیوجہ سے تجارت کی طرف سے بے التفاتی ہے۔ ایک مختصر گروہ جو متوجہ ہے تو وہ اس کا متمنی رہتا ہے کہ زیادہ نفع کا کام اسکو بتلایا جائے ان کو چاہیئے کہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے اس اصول کو حرز جان نہیں بلکہ قانون عمل بنا کر ہر قسم کی تجارت میں ہاتھ ڈالیں اور پھر دیکھیں کہ وہ دوسری قوموں سے آگے ہیں یا دوسری قومیں ان سے۔

مال و دولت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جو دعائیں دی تھیں انکا اثر خود آپ نے اپنی زبان سے بیان فرمایا۔

فلقد رأیتنی ولو رفعت حجرا } میں اپنے کو اتنا بابرکت پاتا ہوں کہ اگر پتھر بھی اٹھاتا ہوں

toobaa-elibrary.blogspot.com

تو تجھ کو سونا چاندی ملنے کی امید ہوتی ہے[1]} لرجوت ان اصیلب ذھبًا او فضۃً
دوسرے لفظوں میں اس کے یہ معنے کہہ سکتے ہیں کہ حضور اقدس ؐ کی دعا کی بدولت مٹی بھی آپ کے ہاتھ میں سونا بنجاتی تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم لوگوں پر چار روز کا فاقہ تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور مجھسے دریافت فرمایا کچھ موجود تو نہیں ہے میں نے عرض کیا کہ حضور جو کچھ آتا ہے وہ حضور کے سامنے پہلے آتا ہے۔ آپ اتنا سنکر باہر تشریف لیگئے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور مجھ سے دریافت کیا کہ امّ المومنین! حضرت کہاں ہیں میں نے پورا واقعہ ان سے بیان کیا۔ انھوں نے کہا کہ آپ نے مجھکو یا عبد الرحمنؓ بن عوف یا ثابتؓ ابن قیس جیسے مالدار لوگوں کو کیوں نہیں اطلاع دی اب جب کبھی ایسی ضرورت پیش آئے تو ہم غلاموں کو ضرور یاد فرمائیے۔

محدثین نے آپ کے متروکہ جو فہرست دی ہے اس کے لحاظ سے متروکہ کی مقدار ساڑھے چھبیس لاکھ دینار ہوتے ہیں، مورخین نے جو تعداد بیان کی ہے وہ اس سے زائد ہے۔

آپ کی وفات پر آپ کے اصطبل میں سو گھوڑے ایکہزار اونٹ اور تین ہزار بکریاں تھیں[2]۔

ہر بدری کو چار سو دینار سرخ دینے کی وصیت کی تھی، مورخین کا بیان ہے کہ اس وقت بدریین کی تعداد سو تھی[3]۔ یعنی چالیس ہزار دینار صرف شرکا بدر کو دیے گئے۔

---

[1] فتح الباری باب الولیمۃ ولو بشاۃ۔ ۱۲ [2] ازالۃ الخفا مقصد دوم ص ۲۲۳ ۱۲ [3] ابن سعد و مستدرک ج ۳ ص ۳۰۸ ۱۲

[4] تاریخ صغیر بخاری ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

آپ کی ایک بیوی کو حضرت عثمانؓ نے اسی ہزار درہم پر راضی کیا تھا۔ ایک روز حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں آپ حاضر ہوئے اور کہا کہ میں مال کی زیادتی سے بہت ڈرتا ہوں، آپ نے فرمایا کہ خدا کے راستہ میں خرچ کرو[1]۔

ترکہ میں اتنا سونا چھوڑا تھا کہ کلہاڑیوں سے کاٹ کر تقسیم کیا گیا۔

گذشتہ واقعات سے آپ کے تمول کا پتہ تو چلتا ہی ہے مگر سخاوت کے عنوان میں واقعات نقل کئے جائیں گے اس سے زیادہ اس پر روشنی پڑیگی۔

آپ کی سخاوت یا غیر معمولی فیاضی

آپکو خدا تعالیٰ نے غنائے ظاہری اور غنائے باطنی دونوں سے مالا مال فرمایا تھا۔ علامہ یافعی مرآۃ الجنان میں لکھتے ہیں۔

صنائعہ مشہورۃ وسعۃ غناہ بالمکارم محفوفۃ

آپ کے کارنامے مشہور ہیں اور آپکی دولت کی افراط عزت کی باتوں میں ڈھکی ہوئی ہے۔

قبل کے عنوانوں میں مختصر حال آپ نے پڑھا ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان صحبت کا اثر تھا کہ دنیا کے وافر حصہ ملنے کے باوجود آپ کے قلب کو اس سے بالکل تعلق نہ تھا۔

آپ خود اپنے غنائے قلبی کا ایک واقعہ اس طور سے بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کچھ عطایا کا وعدہ کیا تھا جب قریظہ فتح ہوا تو میں اس نیت سے حاضر ہوا کہ اس وقت موقع ہے کہ میں حضرت کو اپنا وعدہ یاد دلاؤں تو پورا کر دیا جائے گا فرماتے ہیں کہ۔

---

[1] اسد الغابہ ۱۲

میں جب حاضر ہوا ہوں تو یہ کلمات طیبات زبان مبارک سے سنے کہ
جو مستغنی ہوتا ہے اللہ اسکو غنی کر دیتا ہے۔ اور من یستغن یغنه الله و من
جو قناعت اختیار کرتا ہے اللہ اس کو قناعت دیتا ہے یقنع یقنعه الله۔
ان الفاظ کا گوش گذار ہونا تھا کہ مصمم قصد کر لیا کہ ہرگز آپ کو آپکا وعدہ یاد نہ دلاؤنگا۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے تمام مال خرچ کر دینے کا خیال ظاہر فرمایا تو
آپ سارا مال خرچ کرنے پر آمادہ ہو گئے پھر حضرت ہی کے منع فرمانے سے رکے۔
علامہ یحیٰی عامری نے جہاں آپ کے تجارت میں بالنصیب ہونے کا ذکر کیا ہے
وہیں یہ بھی لکھا ہے۔
آپ نے اسی کے انداز سے خرچ بھی کیا۔ وکان کثیر الانفاق فی سبیل الله
علامہ نووی شارح مسلم تہذیب الاسماء میں لکھتے ہیں کہ
آپ خدا کے لیئے بہت خرچ کرنیوالے تھے۔ وکان کثیر الانفاق فی سبیل الله
القول المختار میں ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ
بہت زیادہ صدقہ کرنے والے تھے وکان کثیر الصدقه
آپ کے بھتیجے کے لڑکے طلحہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف فرماتے ہیں کہ تمام اہل مدینہ
کیخدمت کا شرف حضرت عوف کو حاصل تھا۔ تقریباً ایک تہائی کو آپ صلہ رحمی کے طور پر
دیتے تھے اور ایک تہائی کے قرضوں کو آپ اپنے پاس ادا کر دیا کرتے تھے اور کچھ لوگ ایسے
بھی تھے جنکی ضرورتوں اور حاجتوں کیلئے آپ انکو قرض روپیہ عنایت کیا کرتے تھے۔ اس طریقے سے
سارے اہل مدینہ کے آپ متکفل تھے[۵۲]

لہ مزاد تقدعن الترغیب للمنذری ۲/ ۱۶ الریاض

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت انس رضی اللہ عنہ واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک روز سات سو اونٹ گیہوں اور آٹے اور خرموں سے لدے ہوئے آئے[1]۔ انکی رفتار سے مدینہ گونجنے لگا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا کہ یہ شور کیسا ہے لوگوں نے بیان کیا کہ حضرت عبدالرحمٰن[2] کا مال تجارت آیا ہوا ہے۔ حضرت عائشہ رضی نے فرمایا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ عبدالرحمٰن جنت میں گھسلتے ہوئے جائیں گے حضرت عبدالرحمٰن رض کو جب اس کا علم ہوا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ یہ اونٹ مع تمام اسباب کے خدا کی راہ میں وقف ہیں۔

ایک دن میں تیس[1] غلام آزاد کئے آپ کے تمام آزاد کردہ غلاموں کی تعداد تیس ہزار لکھی ہے[2]۔ ایک معمولی غلام کی قیمت کم سے کم ڈیڑھ ہزار روپیہ ہوتے تھے اور غلام کی قیمت میں صنعت وحرفت اور خوش سلیقگی وخوابصورتی وغیرہ کی وجہ سے اضافہ ہوتا تھا اسکے ساتھ یہ بھی واضح رہنے کہ اس رقم سے جس کے سکہ مروجہ کے حساب سے ڈیڑھ ہزار روپیہ بلکہ زاید ہوتے ہیں اس زمانہ میں کتنی ضروریات زندگی فراہم ہوتی تھی اور اب اتنی مقدار و تعداد میں ضروریات زندگی کے بہم ہونے کیلئے کتنی رقم کی ضرورت ہے۔

شقران کو آپ ہی نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں پیش کیا تھا[3]۔

غزوہ تبوک کے واقعات میں حافظ ابن عساکر لکھتے ہیں کہ

---

[1] صفوۃ الصفوۃ ابن جوزی ۱۲ ار ۳ مستدرک حاکم ج ۳ و اسد الغابہ ۱۲ ار ۳ تاریخ طبری واقعات ۳۰ھ ۱۲ ار

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس دن سب سے زیادہ اور بہتر چیز کا جس نے صدقہ کیا تھا وہ عبد الرحمن بن عوف ہیں	افضل ما تصدق بہ یومئذ احد عبد الرحمن بن عوف۔

دو سو اوقیہ[1] سونا حاضر کیا تھا اور اس کے علاوہ آپ کے پاس کچھ نہ رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے استفسار پر جواباً عرض کیا کہ خدا کے اور اسکے رسول کے وعدہ کو اہل وعیال کے لئے چھوڑ کر آیا ہوں۔

شاید عام رمادہ[2] کا واقعہ ہے کہ قحط میں آپ نے پانچسو اونٹ کا غلہ خیرات کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ نے اپنا نصف مال صدقہ کر دیا جو چار ہزار کی تعداد میں تھا۔ اسکے بعد چالیس ہزار دینار پھر صدقہ کئے۔ پانچسو سوار فوج کے لئے تیار کئے اور ان کے مصارف اپنے ذمہ رکھے۔ اسی زمانہ کے قریب قریب ایک ہزار پانچسو اشتر سوار کے مصارف اپنے ذمہ رکھے۔

محنت وجفاکشی آپ کام کرنے میں اپنے غلاموں سے کوئی امتیازی حالت نہیں رکھتے تھے جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ

آپ اپنے غلاموں میں کسی بات سے امتیاز نہیں رکھتے تھے	لا یعرف بین عبیدہ

---

[1] ایک اوقیہ تقریباً دس روپیہ مروج کے برابر ہوتا ہے ۱۲ [2] سنہ ۱۸ھ میں جس سال طاعون عمواس ہوا تھا اسی سال ۹ ماہ تک سخت قحط پڑا تھا۔ بارش نہ ہونے کیساتھ ساتھ آفتاب کی تپش نے زمین کو سیاہی مائل بنا دیا تھا اسلئے اس کو راکھ سے تشبیہ دیکر رمادہ کہتے ہیں۔ اس سنہ کے واقعات میں یہ واقعہ اب تک میری نظر سے نہیں گذرا یہ صرف قیاس ہے۔۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

اپنا کام خود اپنے ہاتھ سے کر لیا کرتے تھے جرف میں ایک صاحب آپ سے ملنے گئے تو آپ کو دیکھا کہ چادر اتارے پھاوڑہ (کدال) ہاتھ میں لئے کھیت میں کھڑے اس کیاری کا پانی اس کیاری میں کر رہے تھے [1]

آپ کی مال و دولت کا اندازہ آپ کی نظروں سے گذرا۔ مال و دولت بغیر سخت محنت و جانفشانی کے کیا حاصل ہو سکتا ہے۔ جس تجارت سے آپ کو اتنی دولت حاصل ہوئی تھی اس میں آپ کتنا وقت صرف کرتے ہوں گے۔ اور کتنی دماغی کاوش سے آپ کو کام لینا پڑتا ہوگا اس کا اندازہ کچھ اس پیشہ کے اصحاب زیادہ کر سکینگے پھر اسی کے زراعت کا کاروبار بھی اچھے پیمانہ پر جاری تھا جو خود مستقل توجہ کے بغیر ناممکن ہے صرف اسکی نگرانی کے لئے اچھے خاصے وقت کی ضرورت ہے۔ مگر ان تمام کاموں کو آپ کامیابی سے انجام دیتے تھے۔

آپ کے مشاغل کا خاکہ اپنی نظر کے سامنے رکھئے پھر اس وقت آپ کی محنت و جفاکشی کا پتہ چل سکے گا۔

غزوات کی شرکت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تائید و نصرت کی بدولت کتنی تکلیفوں کو آپ نے برداشت کیا ان کا اعادہ اگر کیا جائے تو کتاب بہت طویل ہو جائے گی نہایت اختصار کو مدنظر رکھ کر کلی امور درج کرتا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے مبارک دور میں اکثر و بیشتر حصہ آپ کا حضوری میں گزرتا تھا چنانچہ خود فرماتے ہیں۔

---

[1] الریاض النضرۃ ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہم چار پانچ آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی علیحدہ نہیں ہوتے تھے اور اس ملازمت کی پابندی کا منشا صرف یہ ہوتا تھا کہ آپ کو دن یا رات کے حصہ میں جو ضروریات پیش آتی رہتی ہیں اس میں آپکو تکلیف نہو	کان لا یفارق منا خمسة او اربعة اصحابه صلی الله علیه وسلم لما ینوبه من حوائجه باللیل والنهار ۔ (مسند ابو یعلی قلمی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی سفر ایسا نظر نہیں آتا جس میں آپ ہمراہ تشریف نہ لے گئے ہوں اور نہ اسلام کا کوئی اہم واقعہ ایسا ملتا ہے جس میں آپ شریک نہ ہوں یہی وجہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مسجد نبوی کے عقب میں اپنے قیام گاہ سے بالکل متصل زمین عنایت کی تھی۔

پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں آپ کا دربار خلافت سے خاص تعلق تھا[1] خلافت سے مفوضہ امور انجام دینے ہوتے تھے اہم امور میں آپ کا مشورہ ضروری اور وقیع سمجھا جاتا تھا، حضرت عمرؓ کے بعد تمام لوگوں کے خیالات وجذبات عامہ کے معلوم کرنے میں آپ ہی نے زیادہ حصہ لیا تھا اور مختلف سرداران قبیلہ اور معتمد دوستوں سے تبادلہ خیالات کرنے میں آپ ہی نے اپنا دماغ و وقت صرف کیا تھا اس لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں آپ کی ذمہ داریاں بہت بڑھ گئی تھیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ستر سال کی عمر کے بعد تخت نشین خلافت ہوئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں خلیفوں کے زمانہ میں جسمانی تکالیف اور دماغی مشقتوں سے دوا

۱؎ طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۰۹ قسم دوم ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

پڑ چکا تھا، نکسیر کے مرض نے یقیناً آپ کے دماغ پر خاص اثر کیا تھا تاریخ کے دیکھنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعض متعلقین کی وفات کے رنج نے آپ کو بہت چور کر دیا تھا دوست و احباب کی ایک بڑی تعداد آپ سے جدا ہو چکی تھی، حضرات شیخین کی دو بڑی ہستیاں اپنے عہد خلافت میں آپ کے مشورہ سے مستفید ہوتی رہیں مگر جب آپ کو مشورہ لینے کا موقعہ آیا تو یہ دونوں کی دونوں ہستیاں آغوش لحد میں آرام کرتی رہیں ایک بار بھی آپ کو اپنے مشورہ سے فائدہ حاصل کرنے کا موقعہ نہیں دیا۔

یہ داخلی اسباب کے چند امور شمار کرائے ان کے علاوہ داخلی اور خارجی اسباب اور بھی ہیں جن سے قطع نظر نہیں کیا جا سکتا، غرضکہ مختلف وجوہ کی بنا پر اس اقرار کے بغیر چارہ نہیں ہے کہ آپ کے عہد میں شکایتیں پیدا ہوئیں مگر یہ سب شکایتیں براہ راست حضرت عبدالرحمٰنؓ کے پاس آتیں اور آپ مناسب تدارک میں اپنا وقت خرچ فرماتے اور اس کے ضمن میں جو تکالیف پہونچتیں اس کا آپ ہی تحمل فرماتے۔

آپ کثیر الاولاد تھے۔ متعدد بیویاں تھیں۔ ان میں سے بعض کی بدمزاجی کے واقعات آپ کی نظر سے گذر بھی چکے ہیں اور بعض کے امراض مزمنہ میں مبتلا ہونے کا حال بھی آپ پڑھ چکے ہیں ان خانگی امور کی صعوبات کا تحمل بجز آپکے کون کرتا تھا؟

خدا کی یاد کی لذت نے اتنا محو بنا رکھا تھا کہ نفل کی نمازوں میں معقول وقت آپ کا خرچ ہوتا تھا۔

ظہر کے قبل جو پابندی سے نماز ادا فرماتے تھے جسکے غیر معمولی طویل ہونے کا تذکرہ علامہ ابن حجر کرتے ہیں ممکن ہے کہ مسنون نماز ہو، مگر عشا کے بعد جس نماز میں آپ کو حضرت عمرؓ نے اتفاق سے مشغول دیکھ لیا تھا یقیناً ایسی نماز نہیں ہے جسکو ہم فقہی اصطلاح میں

toobaa-elibrary.blogspot.com

مسنون کہتے ہیں۔

نفل کے روزے بھی آپ رکھا کرتے تھے۔ اتنی مصروفیتوں کے باوجود تجارت اور زراعت کے دو عظیم الشان کارخانوں کا نہایت کامیاب طریقہ پر انجام دینا ایسی بات ہے کہ ہر فراست و قوت والا انجام دے سکتا ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں صرف ایک واقعہ تفصیل سے نقل کر دیا جائے جس سے آپ کے محنت کے عادی ہونے کا ثبوت اپنے انتہائی حد پر دستیاب ہو جائے۔

شوریٰ کے واقعہ میں آپکی انتھک کوشش

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چھ شخصوں کی مجلس شوریٰ مقرر کی تھی اسکے ایک رکن آپ بھی تھے مگر آپ نے جس تن دہی وجانفشانی سے اس معاملہ کو یکسو کیا ہے وہ آپ کی محنت و مشقت کے عادی ہونیکا زبردست ثبوت ہے، آپکی حالت علامہ ابن حجرؒ کے الفاظ میں یہ ہے۔

انه دار تلك الليالي كلها على الصحابة۔	آپ تینوں شب برابر صحابہ میں گھومتے رہے۔

پھر اس کے ساتھ ساتھ ہر ایک سے گفتگو کرنا، اسکی باتوں کو سننا اور اسکے خیالات کے انداز کے مطابق اس کو جواب دینا اور پھر اپنے خیالات کو اسکے دماغ میں اتارنا، یوں تو الفاظ بہت تھوڑے ہیں۔

يشاور و نه و يناجو نه	وہ صحابہ ان تینوں شب آپ سے مشورہ اور تخلیہ

ل ج ۲، صفحہ ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

کرتے رہے۔ } تلک اللیالی

مگر جن لوگوں نے کبھی قومی کام انجام دیا ہے اور ان کو اس کوشش کا اتفاق ہوا ہے کہ پوری کی پوری قوم ایک مرکز پر آکر جمع ہو جائے وہ اس کا اندازہ اچھی طرح کر سکیں گے کہ اس میں کتنی دقتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں اور کس درجہ کی دماغ سوزی سے واسطہ ہوتا ہے اور کتنے زیادہ صبر و تحمل سے کام لینا پڑتا ہے۔

قوم ایک جماعت کا نام ہے جسکی افراد میں ہر قسم کے لوگ اور ہر قابلیت کے اشخاص ہوتے ہیں ان سب کا ایک نقطہ پر جمع کرنا کوئی معمولی کام نہیں ہے طبائع کا فطری اختلاف اور جذبات و خواہشات کا تنوع و تشتّت ادنیٰ ادنیٰ باتوں میں ایک امر پر مجتمع و متفق نہیں ہونے دیتا چہ جائیکہ اتنی اہم بات پر آپ خود اندازہ کیجیئے کہ جس شخص کی کوشش و سعی کا نتیجہ اتنا بڑا اتفاق ہو اسکی جدو جہد کتنی عظیم الشان ہوگی، پھر اس جدوجہد و دلسوزی کو تین دن میں محصور کر کے اسکی وقعت کو اور بھی بڑھا دے رہے ہیں کہ صرف تین شبانہ روز کی انتہائی مصروفیت کی یہ نتائج ہیں

سچ یہ ہے کہ آپ نے جتنی شفقت و محنت اس معاملہ میں کی ہے اس کا اندازہ ہم نہیں لگا سکتے خصوصاً جب ہم عرب کی حالت پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہیں تو آپ کی محنت کی وقعت اور بڑھ جاتی ہے۔

یوں تو اب تک اہل عرب کے دل و دماغ میں حس آزادی کا مشاہدہ کیا جاتا ہے وہ آج بڑی سے بڑی تعلیم یافتہ قوم اور بڑی سی بڑی مالدار قوم میں نہیں پائی جاتی گویا آزادی زمین عرب کی خصوصیت ہے۔

ایک نہیں ہزاروں سے متجاوز نظریں موجود ہیں کہ معمولی بدوی کو بھی غیبہ سے بڑے سے

toobaa-elibrary.blogspot.com

رعب و جلال والے بادشاہ کے سامنے گفتگو کرتے ہیں ذرا جھجک نہیں ہوتی ہم نہیں کہتے کہ آپ نئی روشنی یا تعلیم کو بدنام کیجئے مگر یہ امر واقعہ ہے کہ فی زمانہ یہ انتہائی درجہ تہذیب سمجھی جاتی ہے کہ آپ سے جو شخص جو بھی گفتگو کرے عام اس سے کہ اسکے متعلق آپ کے موافق خیالات ہیں یا مخالف مگر آپ اس کے سامنے ایسی سخت تائید سے کام لیجئے کہ اسکو یقین ہو جائے کہ وہ اس امر کے متعلق خود بھی اپنے دل و دماغ میں اتنی توت نہیں پاتا جیسی کہ آپ کے دل و دماغ میں ہے، اور اپنی گفتگو سے اس شخص کے ذہن میں یہ خیال راسخ کر دیجئے کہ آپ، اس کام کو اس سے زیادہ مفید اور بہتر سمجھتے ہیں۔ گو اسکے قدم دہلیز سے باہر ہونے کے ساتھ ہی آپ دوسرے ہمنشینوں پر ظاہر کر سکتے ہیں کہ ہم نے اسے احمق بنایا تھا۔

مگر زمانے کے اس دور میں یہ تہذیب (نفاق)، مروج نہ تھی اور نہ اچھی نظروں سے دیکھی جاتی تھی، اب جس سے حضرت عبدالرحمٰنؓ گفتگو کرتے ہوں گے اس کے دل و دماغ میں جو کچھ ہوتا ہو گا۔ وہ فوراً ظاہر کرتا ہو گا اور آپ انتہائی بردباری سے سن کر واقعی حالات اسکے سامنے پیش کر کے اسکی سعی کرتے ہونگے کہ وہ بھی تمام مسلمانوں کا یک زبان ہو جائے۔

حضرت عبدالرحمٰنؓ کا تمام مسلمانوں کو متفق بنا لینا آپ کی انتہائی جفاکشی اور محنت کا ثمرہ ہے اور پھر ایسا عظیم الشان اتفاق کہ امام احمد فرماتے ہیں۔

کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کے وقت جیسا اتفاق ہوا ایسا اتفاق کسی کی بیعت کے وقت نہ ہوا۔	لم یجتمعوا علی بیعۃ احد ما اجتمعوا علی بیعۃ عثمان (منہاج السنۃ)

toobaa-elibrary.blogspot.com

آپ نے صرف مدینہ کے اصحاب سے گفتگو اور مشورہ پر اکتفا کی ہو یہی نہیں بلکہ

جو روساء اور شرفا مدینہ میں آئے سب سے مشورہ اور گفتگو کی { ومن وافی المدینۃ من اشراف الناس

ان کے علاوہ حسن اتفاق سے پانچ صوبوں کے گورنر بھی مدینہ آ گئے تھے انسے بھی تبادلہ

خیال قابل لحاظ اور ضروری تھا۔

جس صبح کو بیعت خلافت کیگئی ہے اس شب کو کچھ ہی دیر آرام کیا تھا کہ اٹھ کر

آ گئے اور حضرت سعدؓ اور حضرت زبیر سے گفتگو کرتے رہے پھر حضرت علیؓ کو بلا لیا اور نصف

شب تک ان سے گفتگو میں مصروف رہے پھر حضرت عثمان (رضوان اللہ علیہم) کو بلوا لیا اور

صبح کی اذان تک انسے باتیں کرتے رہےؓ۔ یہ پوری شب مشورہ کے نذر ہو گئی اور یہ صرف

ایک ہی رات نہیں بلکہ آپ کے بھانجے مسور بن مخرمہ فرماتے ہیں کہ رات کا کچھ حصہ گذرنے

کے بعد میرے پاس آئے اور مجھکو جگایا اور نہایت تعجب سے کہا۔

تم سو رہے ہو! تین رات سے مجھکو تو زیادہ سونے کا موقعہ ہی نہیں ملا۔ { ان اک نا ئما فو اللہ ما اکتحلت ھذہ الثلاث بکثیر نوم[۳]۔

یہ شب بیداری اور محنت بغیر اسکے ممکن ہے کہ آپ کو اسکی عادت ہو۔

واقعہ شوریٰ | یہ واقعہ اس تذکرہ میں ایک سے زیادہ جگہ آچکا ہے اور میرے خیال میں جس حد تک اس کا تعلق حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی

---

[۱] عمرو بن میمون جو اس واقعہ کی بخاری میں راوی ہیں انھوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ مجھکو اس گفتگو کا علم ہے جو مابین حضرت علی اور حضرت عبدالرحمٰن یا حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمٰن (رضوان اللہ علیہم) کے مابین ہوئی تو وہ شخص جھوٹا ہے (ملاحظہ ہو طبری۔ ابن اثیر وغیرہ) ۱۲ منہ [۲] بخاری شریف کتاب الاحکام باب کیف یبایع الامام الناس ۱۲ [۳] بخاری جلد ۱۳

toobaa-elibrary.blogspot.com

شخصیت سے وابستہ تھا اس کا ذکر مفصل آچکا ہے مگر بعض پہلو اسکے ابتک یقیناً تشنہ ہیں اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پورا واقعہ اخیر رسالہ میں لکھدیا جائے، مگر اس سے قبل چند ضروری امور عرض ہیں، اول یہ کہ کسی واقعہ کے معلوم کرنیکی کیا صورتیں ہیں جہانتک میں سمجھ سکتا ہوں کسی واقعہ کی حقیقت واقعیت معلوم کرنیکے لئے اس سے زیادہ بہتر اور عمدہ صورت اور کوئی نہیں ہوسکتی کہ صحیح ترین طریقۂ روایت سے جن لوگوں نے اس واقعہ کو نقل کیا ہو ان پر اعتماد کیا جائے اور انھوں نے جس طرح وہ واقعہ نقل کیا ہو اسکو تسلیم کیا جائے۔ ہاں یہہ ضرور ہے کہ روایت کے مسلمہ اصول سے بھی بے التفاتی نہ برتی جائے۔

دوسرا امر یہ کہ اب جو کوئی واقعہ صحیح ترین طبقۂ روایت سے مروی ہو اور عقل سلیم اسکے خلاف کسی قسم کا اعتراض نہ رکھتی ہو تو اسکے ماننے میں چون وچرا کی گنجایش نہونی چاہیئے اور جو کوئی واقعہ قوانین روایت کی پابندی کے بعد ہم تک پہنچایا جائے اور اصول روایت اسکی تائید میں ہوں تو اسکی تسلیم میں شک وشبہ کرنا قوی قرینہ اس امر کا ہوگا کہ ہمارے دل ودماغ میں صدق پسندی اور حق پژدہی کے مادہ کی کمی ہے اور ہمارے دل ودماغ ایسی آلائشوں سے پاک نہیں ہیں جو حق کے ماننے میں مانع آتی ہیں۔

تیسرا امر یہ کہ تاریخ کے اصول وقوانین کی تدوین وتہذیب کی اولیت کا فخر جس طرح مسلمانوں کو حاصل ہے اسیطرح ان قواعد وضوابط کی پابندی میں بھی وہ اور قوموں سے پیش پیش رہے ہیں جو اس مفید وکارآمد فن کیلئے انھوں نے مرتب کئے تھے

اصول تاریخ کی پابندی میں مسلمانوں کا امتیاز

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ صفحہ ۱۶۹ برحاشیہ فتح الباری ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس سے خاموشی یا انکار ہرگز ممکن نہیں کہ اسلامی مورخین نے جس سختی کیساتھ ان اصول کو برتا ہے اسکی نظیر کسی اور قوم کے مورخین نہیں پیش کر سکے۔

اسلامی مورخین میں اس مخصوص طبقہ کو جسکو ہم محدثین کے مقدس لقب سے یاد کرتے ہیں جو امتیاز و تفوق حاصل ہے وہ اسلام کا صرف معجزہ ہے، اور اسکی صداقت کا ایک نشان ورنہ فلسفہ عمران ملت یا قوموں کے عروج و زوال کی تاریخ کی صفحات گردانی ہمارے سامنے اسکی ایک مثال بھی نہیں پیش کرتی کہ کسی قوم ملت نے اپنی علی الاطلاق مقتدا ہستی کے کارنامے اور ارشادات و کلمات طیبات اس طور سے محفوظ رکھے ہوں کیا یہ اسلام کی حقانیت اور صداقت سے مملو ہونے کا زبردست ثبوت نہیں ہے کہ انھوں نے صرف اپنی علی الاطلاق مقتدا ہستی کے کارنامے نہیں بلکہ اپنے اکثیر التعداد پیشرووں کے مفصل کارنامے اور ان کے بتائے ہوئے اصول و قوانین (خواہ وہ مذہبی ہوں یا صرف تمدنی) اس طور سے محفوظ رکھے کہ آج کسی کے منہ میں یہ کہنے کے لئے زبان نہیں ہے کہ ان باتوں کی ان پیشروؤں کی طرف نسبت صحیح نہیں ہے۔ اور آج تمام عالم کو انکے اس کارنامے سے حیرت ہے مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ خداوند عالم کو صرف اسی مذہب کا بقا منظور تھا اسلئے صحابہ اور انکے بعد کے اصحاب کے دل و دماغ کو اسطرف متوجہ کر دیا کہ وہ ایسے ضوابط اور اصول مرتب کریں جس سے انکی مذہبی اور قومی باتیں ایسی محفوظ ہو جائیں کہ آئندہ نسلوں کا سلسلہ کتنا ہی کیوں نہ طویل ہو جائے مگر انکو اس نسبت میں ذرا شک و شبہ نہیں ہو سکے۔

ان ہی مقدس گروہ کی محنت و جانفشانی کا یہ ثمرہ ہے کہ مذہب کے صرف اصول کلی ہی نہیں بلکہ ہزاروں سے متجاوز جزئی مسائل اس عہد کے آج ہمارے پیش نظر ہیں۔

محدثین کے بیان واقعات کا طرز | کسی واقعہ کو بھی بغیر سند قبول نہیں کرتے

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور سلسلہ سند کے جتنے اشخاص ہوں ان کے پوست کندہ حالات سے واقفیت کے بعد ان سے نقل کرتے ہیں۔ اور پھر ایک سند پر اکتفا نہیں کرتے ایک سلسلہ سند حاصل کرنے کے بعد دوسرے تیسرے سلسلہ کی تلاش میں رہتے ہیں۔

جس نے اس مقدس گروہ کے حالات کو پڑھا ہے اور ان حضرات نے اپنی تصنیفات میں جو محنت و کاوش اٹھائی ہے اسکے اندازہ کا جس کو موقع ملا ہے اسی کے دل میں ان لوگوں کی وقعت قائم ہو سکتی ہے۔

امام بخاری

پھر اپنے طبقہ میں امام بخاری نے طبعی ذکاوت و تفقہ کے ساتھ ساتھ اپنی محنت و جانفشانی سے جو درجہ اور مرتبہ حاصل کیا ہے وہ کسی اہل نظر پر مخفی نہیں۔ ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء حدیث کے تمام دفتر سے قطع نظر کیجئے۔ امام بخاری کی صحیح کے علاوہ اور صحاح کو لے لیجئے اور امام بخاری کی تصنیفات کو اسکے مقابلہ میں لائے جس میں امام بخاری نے اپنی عادت کیخلاف تحقیق و تنقید کے معیار کو بہت پست کر دیا ہے تو اس موازنہ میں بھی ان روایات کا پایہ ان صحاح سے بلند رہیگا۔ ان رسائل کی سندیں ان صحاح کی اسانید کے اعتبار سے قیمتی اور وزنی نظر آئینگی۔ حالانکہ یہ امر واقعہ ہے کہ ان رسائل میں صحیح کے اعتبار سے تحقیق کا پایہ نہایت ادنیٰ ہے۔

صحیح بخاری

خود صحیح بخاری کے متعلق کیا کہا جائے مختصر یہ ہے کہ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ ہر واقعہ کو سند سے بیان کرتے اور عام محدثین سے امتیازی شان یہ ہے کہ سند کے سلسلہ کے اشخاص وہ ہوتے ہیں جو اپنے معاصرین میں تدین۔ قوت حافظہ صادق امانت کے لحاظ سے ممتاز ہوتے ہیں۔

رہا یہ امر کہ انسان کے ایک مخصوص طبقہ کے علاوہ ہر ایک انسان سے غلطی ممکن نہیں بلکہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

واقع ہے۔ اور انسان کے اختلاف مذاق کا یہ عالم ہے کہ ؎

معشوقِ من ست آنکہ بنزدیک تو زشت است

تو اب ہم اگر کسی لغزش پر مطلع ہوں تو وہ خاص اسی واقعہ تک محدود رہیگی پوری کتاب پر وہ موثر نہیں ہو سکتی۔

یہ باتیں تو خاص امام بخاری سے متعلق تھیں مگر وہ کیا وجوہ ہیں جنکی وجہ سے عام محدثین کا بیان نہایت قابل اعتنا اور لائق استناد ہوتا ہے وہ اس رسالہ میں کسی دوسری جگہ مذکور ہیں۔

یہی اسباب ہیں جس کی وجہ سے میرا یہ خیال قائم ہوا کہ اس واقعہ کو معہ اسکی تمام جزئیات کے صحیح بخاری سے نقل کروں۔

اسکے مقابلہ میں دوسری روایتیں ناقابل اعتبار ہونگی

اب اگر اس واقعہ کی نوعیت سے یا کسی جزئی امر سے اختلاف بیان کیا جائے تو اسکے لئے ضرور ہے کہ کم سے کم اسی پایہ کے مؤرخ سے اسی قسم کے رجال سے یہ واقعہ یا وہ جزئی امر نقل کیا جائے۔ ورنہ اس روایت کے مقابلہ میں وہ بالکل بے وقعت اور ناقابل اعتنا ہوگا۔

اور اسیطرح وہ بات بھی قابل اعتنا نہ ہوسکیگی جو اس تفصیل سے زیادہ امر پر دلالت کرتی ہو جبتک کہ وہ زائد امر اسی پایہ کی ہستیوں کے ذریعہ ہم تک نہ پہونچایا جائے۔

چند امور بطور مقدمات کے عرض کرتا ہوں اسکے بعد پورا واقعہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ البخاری سے نقل کرونگا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

پہلا امر

حضرت عبدالرحمٰن کا فریضہ اور اس کا منشاء

اس اہم واقعہ میں حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا کام صرف اتنا تھا کہ امت مرحومہ کی خواہشوں اور رایوں کے مطابق خلیفہ یا نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب کیا جائے اور یہ تلاش و تفتیش صرف اس غرض سے تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا ہے۔

ان اللہ لا یجمع امتی علیٰ ضلالۃ } کہ میری امت گمراہی پر اتفاق نہیں کرسکتی

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے اس واقعہ کی اطلاع دی ہے کہ

ید اللہ علی الجماعۃ } جماعت پر خدا کا ہاتھ ہوتا ہے۔

آپ نے اس خدمت و فریضہ کو کس دیانت و امانت و جانفشانی سے انجام دیا ہے یہ کچھ آپ کی نظر سے گذر چکا ہے اور کچھ آئندہ آتا ہے۔

دوسرا امر

حضرت عبدالرحمٰن کا ذاتی خیال اور اسکا تغیر

یہ کچھ بعید نہیں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن رضی کا ذاتی خیال حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بنانے کے متعلق ہو جیسا کہ آپ کے خطبہ سقیفۂ بنی ساعدہ سے مترشح ہوتا ہے کہ آپ نے انصار کو مخاطب کرکے فرمایا تھا کہ اے انصار

لہ یہ دونوں حضرت ابن عمر کی حدیث کے ٹکڑے ہیں ترمذی ابواب الفتن باب لزوم الجماعۃ ۱۲ ر

toobaa-elibrary.blogspot.com

وانکم وان کنتم علی فضل — ہم کو تمہاری فضیلت کا اقرار ہے مگر سوال اس کا ہے کہ تم میں

فلیس فیکم مثل ابی بکر و — کوئی ایسا ہے کہ جو حضرات شیخین یا حضرت علی کی مساوات کا

عمر و علی — مدعی ہو سکے۔

یہ موقعہ انتخاب خلیفہ کا تھا آپ نے اسکے لئے حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ کا تذکرہ کیا اور حضرت عثمانؓ کا نام اس موقع پر آپ نے نہیں لیا۔ لیکن ان واقعات نے جو کہ بعد کو پیش آئے حضرت عبد الرحمٰن کی رائے کو بدل دیا اور یہ امر ثبوت کی انتہائی حد کو پہنچ گیا کہ لوگ حضرت عثمان کے خواہشمند ہیں اور ان کے مقابلہ میں کسی کو ترجیح نہیں دیتے علامہ ابن حجر لکھتے ہیں[۱] کہ علامہ ابن مدائنی کی روایت ہے۔

انہ دار تلک اللیالی کلہا علی الصحابۃ ومن وافی المدینۃ من اشراف الناس لا یخلو برجل منہم الا امرہ بعثمان — کہ حضرت عبد الرحمٰن تینوں شب تمام صحابہ اور جو سرداران قبائل مدینہ آئے تھے ان کے پاس جاتے رہے، جس سے بھی وہ مشورہ کرتے تھے وہ حضرت عثمان ہی کے خلیفہ بنانیکا مشورہ دیتا تھا

اور یہ بات ایسی ہے کہ مخالفین کو بھی اس سے اتفاق ہے۔ گویا کہ حضرت عبد الرحمٰنؓ کی بے گناہی پر موافق و مخالف دونوں یکزبان ہیں۔ علامہ ابن حجر کی عبارت نظر سے گذری اب صاحب[۲] ناسخ التواریخ کا بیان بھی ملاحظہ فرمائے صرف سوء ادب کے

لہ (فتح ج ۱۳ صفحہ ۱۵۶) ۱۲ ر۔ ؎۲ اس کے مصنف علامہ ابو القاسم مرزا محمد تقی لسان الملک و دیوان اعلیٰ سلطنت ایران ہیں یہ کتاب شاہ ناصر الدین کج کلاہ ایران کے خاص اہتمام سے مرتب ہوئی ہے۔ اسکی تعریف میں یوں لکھا ہے۔ این مبارک کتاب کہ مشارک فصل الخطاب و ثانی سبع الثانی الخ۔ ۱۲ ر

toobaa-elibrary.blogspot.com

الفاظ کے حذف کا معافی خواہ ہوں۔
بنی ہاشم کے علاوہ اور قریشی بسبب اس .... خلافت عثمانی کے خواہاں تھے اور انصار جو کہ ایک .... جماعت تھی اسکو یہ معلوم تھا کہ دنیا کے کام میں حضرت علی سے کچھ امید نہیں وہ بجز حق کے کچھ نہیں کرتے (لیکن معدودے چند خدا پرست آدمی) انکے علاوہ کوئی بھی حضرت علی کی خلافت سے الفت نہیں رکھتا تھا۔

اما قریش بیرون بنی ہاشم بسبب آن .... بخلافت عثمان رغبت داشتند و انصار جماعتیکہ .... معلوم داشتند کہ در کار دنیا از علی بہرہ نتوان گرفت و او کار بجز حق نمیکند الا معدودے شمرود کہ خدائے پرست بودہ کس خلافت او دوست نمیداشت۔

بنو ہاشم کے علاوہ تمام قریشی اور انصار کی ساری جماعت حضرت عثمانؓ کے متمنی تھے۔ اب رہا بنی ہاشم کے معدودے چند آدمی یا ایک دو اور انکے احباب اسکے خلاف رائے رکھتے تھے تو اس جماعت کثیرہ کے مقابلہ میں اس کا کیا شمار ہو سکتا ہے۔

اور ابھی اس کا پتہ دینا مورخ صاحب کے ذمہ قرض ہے کہ انکے اسماء گرامی شمار کرائیں جن کو اس سے اختلاف تھا۔

ظاہرا تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ کسی کو بھی آپ کی بیعت سے اختلاف نہ تھا اور تمام لوگوں کے اتفاق سے یہ بیعت ہوئی۔ امام احمد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کے وقت جیسا اتفاق ہوا ایسا اتفاق کسی کی بیعت میں نہیں ہوا۔

لم یجتمعوا علی بیعۃ احد ما اجتمعوا علی بیعۃ عثمان (منہاج السنۃ ج ۲)

تمام صحابہ کے اتفاق کی سب سے قوی دلیل

اس کا سب سے زبردست ثبوت یہ ہے کہ بیعت کے وقت صحابہ کے

toobaa-elibrary.blogspot.com

بھرے مجمع میں جس میں عام مخلوق کا بھی اژدحام کثیر تھا آپ نے خطبہ میں آواز بلند یہ فرمایا

انی قد نظرت فی امر الناس فلم ارھم یعدلون بعثمان ۔ } میں نے لوگوں کی حالت کا اچھی طرح اندازہ کر لیا ہے وہ حضرت عثمان کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے یعنی اوروں کے مقابلہ میں ان کو ترجیح دیتے ہیں

مگر کسی نے بھی مخالفت میں آواز نہیں بلند کی اور کسی نے بھی آپ کے اس قول کو رد نہیں کیا باوجودیکہ اس میں صوبوں کے گورنر بھی تھے اور مختلف قبیلوں کے سردار بھی اور وہ لوگ بھی جن کو حضرت ابوبکر کے مواجہہ میں صاف بات کہنے میں کوئی امر مانع نہیں ہوا۔

اگر یہ امر خلاف واقعہ ہوتا تو اس بھرے مجمع میں ایسے لوگ بڑی تعداد سے موجود تھے جو اسکی تغلیط و تکذیب نہایت جرأت سے کر سکتے تھے اور اگر حضرت عبدالرحمن رض کا فرمانا حق اور واقعہ پر مبنی نہ تھا تو اس کے اظہار میں ان کو کسی قسم کا باک نہیں ہو سکتا تھا۔

ان کا اسوقت سر تسلیم خم کر دینا اس کا قوی قرینہ ہے کہ آپ اپنے اس ادعا میں بالکل سچے تھے اور آپ کے اس کلام میں کذب و توریہ کا شائبہ بھی نہ تھا۔ اور تمام مجمع کو آپ کے اس جملہ سے اتفاق تھا ورنہ ضرور مخالفت میں کوئی آواز بلند ہوتی۔

تیسرا امر

آپ پر حضرت عثمان رض و حضرت علی رض کا اعتماد

حضرت عبدالرحمن رض کی مبارک ذات پر دونوں حضرات کو اعتماد و بھروسہ تھا اور ان میں سے کسی کو بھی آپ کی دیانت و امانت میں ذرا شبہ نہ تھا ورنہ حضرت علی رض

toobaa-elibrary.blogspot.com

یا حضرت عثمانؓ غرضکہ دونوں میں کسی کو بھی آپ کے متعلق جنبہ داری اور پاسداری کا خدشہ بھی ہوتا تو ہرگز اپنے اختیار کو آپ کے ہاتھ میں نہ دیتے حالانکہ

دونوں نے اپنے اختیارات آپ کے سپرد فرمائے بغیر اس کے دونوں میں سے کوئی کسی کو مجبور کرے۔	اتفقا علی تفویض الامر الی عبدالرحمٰن بن عوف من غیر ان یکرہ احدھما الاخر (منہاج السنۃ)

حضرت علی کے انتہائی اعتماد کی ایک بڑی دلیل

اس موقعہ پر یہ امر کچھ کم قابل اعتنا نہیں ہے کہ حضرت علیؓ نے کن الفاظ کے ذریعہ سے آپ کو وکیل بنایا تھا اسکے معلوم ہونیکے بعد بالکل اسکا تصفیہ ہوجاتا ہے کہ خصوصیت سے حضرت علیؓ کو آپ کے متعلق شبہ نہ تھا۔

علامہ ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ جب حضرت عبدالرحمنؓ نے حضرت علیؓ سے دریافت کیا ہے کہ تم مجھکو اپنا وکیل بناتے ہو تو آپ نے فرمایا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو امین فی اھل الارض وامین فی اھل السماء کے معزز خطاب سے سرفراز فرمایا ہے تو کیا میں آپ کی وکالت سے ناراض ہو سکتا ہوں۔

نہ صرف آپ دونوں حضرات کو بلکہ حضرت زبیر اور حضرت طلحہ کو بھی آپ پر اعتماد و وثوق تھا کیونکہ جب آپ نے پانچوں اصحاب کو مخاطب کر کے کہا کہ

اگر تمہاری مرضی ہو تو تم میں سے میں تمہارے نفع کی خاطر ایک شخص کو منتخب کر دوں۔	ولکنکم ان شئتم اخترت لکم منکم

تو معاً تمام حضرات اس پر راضی ہو گئے روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

سب لوگوں نے آپ کو مختار اور اس امر کا متولی بنا دیا	وجعلوا ذلك الی عبدالرحمٰن فلما

toobaa-elibrary.blogspot.com

جب سب لوگوں نے آپ کو اسکا والی بنادیا انتہیٰ } وتو عبد الرحمن امرھم الخ

چوتھا امر

جس طرح یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ اپنے اختیارات بغیر انتہائی اعتماد کے دوسرے کے سپرد نہیں کیئے جاتے اس طرح یہ امر بھی روز روشن کی طرح واضح ہے کہ ممتاز عقلاء کے تفاوت مراتب کے امتحان کے مواقع یہی ہیں اگر انسانی تقاضاء کے صدور سے ان ہی مواقع کو پر کر دیا جائے تو اب فرقِ مراتب کے دریافت کی کیا صورت ہوگی۔

ہمارے عقیدت آگین دلیں اسکی بالکل گنجائش نہیں کہ ہم یہ گمان کریں کہ حضرت علیؓ نے اپنے اختیار کی تفویض میں یا حضرت عبدالرحمنؓ نے اپنے اختیار کے عمل میں غلطی کی

پانچواں امر

ان ہی مقدمات کے ضمن میں اس پر غور غیر مناسب نہیں کہ اگر حضرت عبدالرحمن کی سعی استخلاف اخلاص اور قومی و اسلامی ہمدردی پر مبنی نہیں تھی تو پھر اس کد و کاوش اور شب بیداری کا منشا کیا تھا یہ ایک ظاہر بات ہے کہ دل کے ارادوں کا چھپانا انسان کے قبضۂ قدرت سے باہر ہے۔ گو اسکو اپنی زبان پر قابو حاصل ہو مگر اسکے دل و دماغ اسکے ہاتھ اور پیر کو نادانستہ بھی اسی طرف حرکت دینگے جس طرف کہ اسکے مضمر ارادوں کا رخ ہے پردہ پوشی کے لئے کتنی ہی باتیں کیوں نہ اختیار کیجائیں مگر قدرت کے قانون کو نہیں بدلا جا سکتا اس کے افعال و حرکات و سکنات ایک نہ ایک وقت اسکے پوشیدہ ارادوں کی پردہ دری ضرور کرینگے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

آپکے اخلاص کی بڑی دلیل

حضرت عثمان متمکن خلافت ہوتے ہیں اور آپ ان کے دوران خلافت میں آٹھ سال تک بہ قید حیات رہتے ہیں اور اس عالم سے رخصت ہوتے ہیں اپنے پسماندوں میں اولاد کی ایک کثیر تعداد چھوڑتے ہیں مگر اس دراز عرصہ میں نہ خود کسی قسم کے تمتع سے بہرہ مند ہوئے اور نہ آپ کی اولاد آپ کے بعد کچھ متمتع ہوئی۔

میں نہیں سمجھ سکتا کہ بلاوجہ یہ تگادو اور بلا سبب یہ دوادوش اختیار کیگئی تھی۔ اگر آپ کی اس تکلیف و محنت برداشت کرنیکا منشا مذہبی خدمت کا جذبہ نہ تھا تو لامحالہ یہ کہنا ہوگا کہ آپ کو کسی کی جنبہ داری اور پاسداری مقصود تھی۔ یا کسی اثر سے آپ متاثر ہوئے تھے یا کسی امید یا لالچ نے آپ کو اس پر آمادہ کیا تھا۔ اسوقت صرف مقدم الذکر پر غور مقصود ہے باقی باتیں آگے آتی ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ صحابہ کے حالات پڑھنے کا شرف جسکو حاصل ہوا ہے اسکے خیال میں یہ بات آ نہیں سکتی کہ یہ مقدس ہستیاں ایسی تھیں کہ اپنی ذاتی اغراض پر قومی مفاد کو قربان کر دیتی ہوں۔

انسان سے غلطی اور خطا ہوتی ہے یہ امر دیگر ہے مگر یہ پاک ہستیاں خودغرضی اور نفس پرستی کا اتنا شکار ہرگز نہ تھیں کہ دیدہ و دانستہ قومی حقوق یا شخصی حقوق کو پامال کر دیتی ہوں۔ اگر اس بدگمانی کو واقعہ فرض کر لیا جائے تو وہ روز بد اسلام کو بہت پہلے دیکھ لینا چاہیئے تھا جو ایک طویل عرصہ کے بعد اسکے سامنے آیا۔

اگر حضرت عبدالرحمٰنؓ کی پاسداری اور جنبہ داری کیلئے کچھ وجوہ ہو سکتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ اول خویش بعدہ درویش۔ آپ نے اپنے لئے خود کیوں نہیں کوشش کی

toobaa-elibrary.blogspot.com

آپ کے اخلاص کی دوسری دلیل

آپ کا اپنے لئے کوشش نکرنا ہی ایک امر اس کے ثبوت کیلئے بہت کافی ہے کہ آپ انتہا درجہ کے مخلص تھے اور جنبہ داری تعلقات دنیاوی کا خیال آپ کے پاس ہوکر کبھی نہیں گذرا تھا۔

آپ کے خلیفہ ہو نیکے وجوہ کافی طور پر موجود تھے

رہا یہ امر کہ آپ کو اسمیں کامیابی کا امکان نہ تھا تو یہ بالکل غلط ہے بلکہ میں کہتا ہوں کہ اگر آپ اپنے لئے کھڑے ہو جاتے یا آپ کی تمنا ہوتی تو لوگ آپ کے لئے کھڑے ہو جاتے تو آپ ہی تختِ نشین خلافت ہوتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس انکی وفات سے قبل اور وصیت کے بعد یہ چھ حضرات حاضر ہوئے تو آپ نے بلا تفریق سب کے متعلق فرمایا۔

انی قد نظرت فی امر الناس فلم لجد عند الناس شقاقاً فان کان فھو فیکم	میں نے لوگوں کی حالت کا خوب اندازہ کرلیا ہے انمیں کوئی اختلاف نہیں ہے اور یہ امارت تم ہی میں ہوگی۔

اور انتہائی وثوق کے ساتھ کہدیا تھا کہ۔

وانما الامر الیکم (اخرجہ ابن سعد باسناد صحیح)[1]	اور کام تمہارے ہی ہاتھ میں ہے۔

یہ جملے بتلا رہے ہیں کہ ان چھ حضرات میں سے جس کسی کا بھی انتخاب ہوتا تو وہ ضرور خلیفہ ہو جاتا اور آپس میں اختلاف نہوتا۔

آپ پڑھ چکے ہیں کہ حضرت سعد ابن[2] ابی وقاص نے ٹھیک اس وقت جبکہ آپ حضرت عثمان رضی کی بیعت لینے کا ارادہ کر رہے تھے کس لجاجت کے لہجہ میں اپنے جذبات کا

---

[1] (فتح الباری ج ۷، ص۵۵) ۱۲

[2] تاریخ ابن اثیر ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

اظہار کیا تھا۔

سوچیئے اور امت محمدیہ پر رحم فرمایئے اور اپنی بیعت لیجیئے۔ | ارفع راسك وانظر لامة محمد وبايع لنفسك

حضرت فاروق اعظم رض کے چچازاد بھائی حضرت سعید ابن زید رض سے جب آپ نے پوچھا کہ خلافت کا اہل تم کس کو سمجھے ہو تو آپ نے فرمایا کہ میں تو تم کو اس کا اہل سمجھتا ہوں۔

حضرت عثمان رض کے الفاظ ملاحظہ فرمایئے کہ آپ کہتے ہیں کہ اسکو اپنے ذمہ لیجیئے تو ہم آرام سے اپنی باقیماندہ زندگی کے دن گذار دیں۔

آپ کہہ دینگے کہ گذشتہ باتوں کو دوہرا کر کتاب طویل کی جاتی ہے مگر موقعہ سے مجبور ہوں اور کہتا ہوں کہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ۔

حضرت عمر نے سب سے پہلے آپ ہی کو منتخب فرمایا تھا مگر آپ کے انکار کی وجہ سے مجلس شوریٰ قائم کرنے پر مجبور ہو گئے۔ | عهد بالخلافة الى النفر الذى مات رسول الله صلى الله عليه وسلم هو راض عنهم بعد ان عرضها على عبد الرحمن فابى (ابو الفدا)

مگر پھر بھی آپ کے متعلق بہت کھلے لفظوں وصیت کر دی۔

بہترین صاحب الرائے عبد الرحمن ہیں ان کی بات سنو اور اطاعت کرو | نعم ذو الرای عبد الرحمن فاسمعوا منه واطيعوه

سمع و طاعت تو امام و خلیفہ ہی کی ہوتی ہے نہ کسی اور کی۔

ان واقعات کے نظر سے گذرنے کے بعد اب بھی شبہ کا موقع رہے گا کہ آپکو اپنی کامیابی سے مایوسی تھی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

آپ کا ایثار اسلامی مورخین آپ کے اس ایثار کو نہایت مسرت وخوشی کے لہجہ میں بیان کرتے ہیں کہ خود تو آپ خلافت سے کنارہ کش رہے مگر آپ ہی کا اثر تھا کہ۔

حضرت سعد ابن ابی وقاص رضؓ بھی اپنی خلافت کے مدعی ہوئے رد الامر عن نفسہ وابن عمر سعدؓ [1] اور آپ پر اپنے نفس کے بعد اگر حق تھا تو حضرت سعد کا مگر آپ ہی کا اثر تھا کہ حضرت نے اسکی جرات نہ کی ورنہ اس امر کے ثابت کرنے میں بڑی دشواریاں حائل ہیں کہ حضرت سعدؓ ابن ابی وقاص میں ہر پہلو سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نیابت کی قابلیت نہ تھی خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ خود بخاری کی روایت میں آپ کے متعلق یہ الفاظ ہیں کہ۔

فان اصابت الامرۃ سعدؓ انھو ذالک	اگر سعد ابن ابی وقاص خلیفہ منتخب ہو جائیں تو وہ اسکے
والا فلیستعن بہ ما امرا	اہل ہیں ورنہ جو کوئی بھی خلیفہ ہو اسکو انکے مشورہ سے ضرور بدلینی چاہیئے

اس سے زیادہ کیا بات ہوسکتی ہے کہ حضرت عمرؓ خود انکو خلافت کا اہل بتلاتے اور فرماتے ہیں کہ کوئی اور خلیفہ منتخب ہو جائے وہ بھی ان کے مشورے سے مستغنی و بے نیاز نہیں ہوسکتا۔ باوجود اسکے اطمینان قلب کیلئے میں کہتا ہوں کہ جسکو بھی اس میں تنک ہو وہ قطع نظر خلافت فاروقی کے واقعات کے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کی وفات کے بعد آپ کے کارنامے ملاحظہ کرے۔

مگر میں کیا بتاؤں کہ آپ کے دل میں کیا ٹیس تھی اور آپ کے پہلو میں کیسا درد تھا جس نے آپ کو بے چین کر رکھا تھا اور آپ کی نیند کو کافور کر دیا تھا۔ جب تک بیعت نہیں ہوگئی ہے آپ سرگرداں اور پریشان پھر رہے ہیں کیا ایسے شخص کے دل میں رشتہ داری

---

[1] دول الاسلام علامہ ذہبی ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

نسب اور دنیاوی تعلقات جاگزیں ہو سکتے ہیں اب جن لوگوں کے دل اس قسم کی آلائش سے مملو ہیں ہیں کہتا ہوں کہ ان کو کیوں نہ معذور قرار دیا جائے حضرت سعدؓ ابن وقاص کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا درجہ تھا کیونکہ علاوہ اس کے کہ

بنو زہرہ کا میلان بنی ہاشم کی طرف بہ نسبت بنو امیہ کے بہت زیادہ تھا	بنو زهرة اكثر ميلاً الى بني هاشم من بني امية (منهاج السنة)

خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حضرت عبد الرحمٰنؓ قریب ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے وہ قربت نہیں ہے۔ اور یہ جو میں لکھ رہا ہوں کہ بنو زہرہ کا میلان بنی ہاشم کی طرف زیادہ تھا اسکی تصدیق کے لئے مصعب بن عبد الرحمٰنؓ اور عبد اللہ بن عوف آپ کے قبیلہ کے اور لوگوں کے حالات مطالعہ کیجئے۔ یوں تو "ہر شخص بر حسبِ فہم گمانے دارد" مگر واقعہ یہ ہے کہ یہ مقدس بارگاہیں ان باتوں سے پاک تھیں۔

چھٹا امر

اس امر کی تنقیح کہ حضرت عثمان کی بیعت پر آپ کو کسی لالچ اور امید نے مجبور کیا تھا یا کسی ناجائز دباؤ کا کرشمہ تھا۔ یا صرف اخلاص وللہیت اسکی مقتضی ہوئی کہ حضرت عثمان کی بیعت کریں۔

علامہ ابن تیمیہ نے اس واقعہ کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔

سب لوگوں نے حضرت عثمان کی بیعت بغیر کسی لالچ اور خوف کے کی کیونکہ آپ نے اپنی بیعت کے عوض کسی کو نہ حکومت دی اور نہ مال۔	كلهم بايعوا عثمان بلا رغبة بذلها لهم ولا رهبة فانه لم يعط على ولا يته مالاً ولا ولاية۔ (منهاج السنة ص ۱۶۶)

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور آپ کے متعلق تو خصوصیت کے ساتھ یہ تصریح کر دی ہے کہ

عبدالرحمٰن بن عوف جنھوں نے بیعت کی ان کو نہ حکومت دی نہ مال۔	وعبد الرحمٰن الذی بایعہ لم یولہ ولم یعطہ مالاً

بلکہ حضرت عثمان نے تو انکی اولاد کو بھی مال و حکومت سے بھی محروم رکھا اور برعکس اسکے آپ نے چار سو دینار سرخ ہر بدری کو دینے کی وصیت کی تھی وہ حضرت عثمان نے بھی لے اگر حضرت عثمان کے وہم و گمان میں بھی یہ بات ہوتی کہ حضرت عبدالرحمٰن کی سعی استخلاف کسی لالچ و حرص پر یا کسی امید پر مبنی تھی تو وہ اس کا ضرور بدل کرتے اور کم از کم انکے اور زیادہ تر ممنونِ احسان اور ممنونِ کرم تو ہوتے مگر یہاں تو نہ حضرت عبدالرحمٰن کو یہ خیال تھا اور نہ حضرت عثمانؓ کو یہ وہم و گمان ہے

الحق این اصل ندارد سخے ساختہ اند

حضرت عبدالرحمٰنؓ نے اپنی بیوی تماضر کو بیماری کی حالت میں طلاق دی تو حضرت عثمانؓ نے عبدالرحمٰن کی یا ازل رعایت نہیں کی اور یتیم بچوں کے مال سے اسّی ہزار کی رقم تماضر کو دیدی۔

یہ حضرت عثمانؓ کا طرز عمل تھا۔ اب آپ کا بھی حال ملاحظہ فرمائیے۔

باوجود اس کے کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے اس میں محنت مشقت برداشت کی تھی مگر انجام کے ابعد بالکل الگ ان ہوگئے گویا کہ کوئی واسطہ ہی نہ تھا	وکان عبد الرحمٰن بن عوف ابعد الناس عن الاغراض مع ان عبد الرحمٰن شاور جمیع الناس۔

اس امر کی تفصیل میرے خیال میں ناظرین تذکرہ کے لئے موجب ملال ہوگی کیونکہ آپ کے حالات پڑھنے کے بعد کسی منصف مزاج کے دل میں بطور خدشہ بھی یہ بات

toobaa-elibrary.blogspot.com

نہیں آسکتی کہ آپ جیسے غنی شخص کا قومی کام کسی ذاتی منفعت پر مبنی ہو سکتا ہے

اسی مضمون کے دوسرے پہلو پر بھی نظر ڈالئے تو انشاء اللہ تعالیٰ مسئلہ بہت صاف ہو جائیگا وہ یہ کہ آپ پر کوئی دباؤ یا اثر تھا اسکے متعلق مجھکو زیادہ دماغ پاشی کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ حالات پڑھ چکے ہیں۔ آپ کی مال و دولت۔ فہم و فراست ہمت و جرأت۔ کے واقعات آپ کی نظر سے گذر چکے ہیں۔

مال و دولت میں ممکن ہے کہ حضرت عثمانؓ سے آپ زیادہ ہی ہوں۔ تاریخ پر نظر ڈالئے ہمت و جرأت میں آپ حضرت عثمانؓ کے دوش بدوش نظر آتے ہیں فہم و فراست کے واقعات کا دوہرانا تطویل لاطائل ہے۔ اب آپ پر کیا اثر اور دباؤ ڈالا جاسکتا تھا۔ رہا شبا روزی کے تعلقات وہ آپکے دونوں حضرات سے مساوی تھے۔

اور مجلس شوریٰ کا واقعہ تو یہ ہے کہ اسکے ارکان حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ حضرت عبدالرحمٰنؓ حضرت سعدؓ ابن ابی وقاص حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ تھے اور ان میں عثمانؓ کے سوا بنی امیہ کا کوئی شخص نہ تھا۔ } ولا کان فی الشوریٰ احد منھم غیر عثمان

اس مجلس شوریٰ کے ارکان کے علاوہ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے اور لوگوں سے مشورہ کیا تو ان میں بنو امیہ کی تعداد کوئی وقعت نہیں ہے۔

بنو امیہ کو اس زمانہ میں کسی قسم کا اقتدار نہ تھا

اور اگر بنو امیہ کی تعداد زیادہ بھی مان لیجائے تو اس کا کیا اثر ہو سکتا ہے جبکہ اس واقعہ کا تمام مورخین کو بلا اختلاف اقرار ہے۔

کہ اس زمانہ میں بنو امیہ کو کوئی اقتدار حاصل نہ تھا۔ } ولم یکن لبنی امیۃ شوکۃ

toobaa-elibrary.blogspot.com

ایسی صورت میں زیادہ تعداد بھی ہو تو کیا مفید ہو سکتی ہے۔ اتفاقی طور پر پانچ صوبوں کے والی (گورنر) مدینہ آئے تھے ان میں بجز والیٔ (گورنر) دمشق کے اور کوئی بنو امیہ سے نہ تھا آپ نام ملاحظہ فرمائیے۔

اسمار ولاۃ (گورنراں)	اسمار صوبہ
مغیرہ بن شعبہ ثقفی	امیر کوفہ
عمرو ابن العاص السہمی	امیر مصر
ابو موسیٰ اشعری	امیر بصرہ
عمیر بن سعد الانصاری	امیر حمص
معاویہ بن ابی سفیان	امیر شام

جب ایک کام کے لئے تین صورتیں متعین تھیں اور دو صورتوں کا جواب نفی میں آیا تو تیسری صورت متعین ہو گئی اور اب ہم اس نتیجہ پر پہنچنے میں مجبور ہیں کہ آپ کی سعی استخلاف کا منشا صرف اپنے ایک مذہبی فریضہ سے سبکدوشی تھی اور بس ورنہ کیا وجہ ہے کہ اسکے علاوہ اور جو اسباب سمجھے جا سکتے ہیں وہ حضرت عثمان کے خلیفہ ہونے کے بعد معرضِ ظہور میں کیوں نہ آئے کیا کسی ایک واقعہ کا پتہ دیا جا سکتا ہے کہ جسمیں آپ نے یا آپ کی اولاد نے حضرت عثمان کے متمکن خلافت ہونے سے کوئی ناجائز فائدہ اٹھانا تو درکنار عام مسلمانوں سے کچھ زائد فائدہ حاصل کیا ہو۔

آمدم بر سر مطلب

ان مقدمات سے واقف ہونے کے بعد آپ اس روایت کو پڑھیئے اور سمجھ کر

toobaa-elibrary.blogspot.com

اجازت دیجیے کہ توضیح کی غرض سے حافظ ابن حجر کی وسعت معلومات سے فائدہ اٹھاؤں یہ روایت امام بخاری نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے واسطہ سے نقل کی ہے واقعہ کے بیان کرنیوالے حضرت عبدالرحمٰن رض کے بھانجے مسور رض بن مخرمہ ہیں جو خود بیان کرتے تھے میں اس واقعہ کا سب سے زیادہ واقف کار ہوں کیونکہ میں تو اسمیں حضرت عبدالرحمٰن رض کا سفیر تھا۔

کنت اعلم الناس بالشوریٰ لانی
کنت رسول عبدالرحمٰن بن عوف

روایت

وہ جماعت جس کو کہ حضرت عمر رض نے مقرر کیا تھا۔ جمع ہوئی اور مشورہ کیا تو حضرت عبدالرحمٰن نے کہا کہ میں تو تم لوگوں کے مقابلے میں اس کا خواہشمند نہیں ہوں لیکن اگر تمہاری مرضی ہو تو تم لوگوں کیلئے تم ہی میں سے انتخاب کر دوں اس پر سب لوگوں نے یہ امر آپ پر محول کر دیا جب سب لوگوں نے آپ کو اس امر کا متولی بنا دیا تمام لوگ آپ پر ٹوٹ پڑے[1] اس طور سے کہ بقیہ پانچ شخصوں کو کوئی پوچھتا بھی نہیں تھا اور نہ ان کے پیچھے پیچھے چلتے تھے۔ اور لوگ حضرت عبدالرحمٰن رض پر مائل ہو گئے۔ آپ سے

ان الرهط الذين ولاهم عمر اجتمعوا فتشاوروا فقال لهم عبدالرحمٰن لست بالذي انافسكم عن هذا الامر ولكنكم ان شئتم اخترت لكم منكم فجعلوا ذلك الى عبدالرحمٰن بن عوف فلما ولوا عبدالرحمٰن امرهم فمال الناس على عبدالرحمٰن حتى ما ارى احدا من الناس يتبع اولئك الرهط ولا يطأ عقبه ومال الناس على عبدالرحمٰن

۱؎ یہ ترجمہ فانثال الناس کا ہے جو سعید بن عامر کی روایت میں بجائے مال الناس کے ہے۔ ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس معاملہ میں مشورہ کرتے رہے یہاں تک کہ وہ رات بیتی جس کی صبح کو ہم نے حضرت عثمانؓ کی بیعت کی مسور بیان کرتے ہیں کہ ایک نیند کے بعد حضرت عبدالرحمٰن آئے اور وہ دروازہ کھٹکھٹایا کہ میں جاگ گیا۔ پھر مجھ سے کہا کہ تم سو رہے ہو اور خدا کی قسم مجھ کو ان تین شب میں اچھی طرح سونے کا موقع بھی نہیں ملا جاؤ اور زبیرؓ اور سعد ابن ابی وقاص کو بلا کر لاؤ (مسور بیان کرتے ہیں) کہ میں بلا کر لایا آپ نے دونوں سے مشورہ کیا پھر مجھ کو پکارا اور مجھ سے کہا کہ علیؓ کو بلا لاؤ تو میں ان کو بلا لایا ان سے نصف رات تک آپ آہستہ آہستہ بات کرتے رہے، بعد حضرتؓ آپ کے پاس سے علیحدہ ہو گئے اور آپ کو کچھ امید ہو گئی اور حضرت عبدالرحمٰن کو حضرت علی سے (اختلاف)[2] کا خوف تھا۔ پھر مجھ سے کہا کہ عثمان کو بلاؤ پھر عثمان سے باتیں کرتے رہے یہاں تک کہ صبح کے موذن نے

یتشاورون[1] تلك الليالي حتى اذا كانت الليلة اصبحنا منها فبايعنا عثمان قال المسور طرقني عبد الرحمن بعد هجع من الليل فضرب الباب حتى استيقظت فقال اراك نائما فو الله ما اكتحلت هذه الثلاث بكثير نوم انطلق فادع الزبير وسعدًا فدعوتهما له فشاورهما ثم دعاني فقال ادع لي عليًا فدعوته فناجاه حتى ابهار الليل ثم قام عليٌّ من عنده وهو على طمع وقد كان عبد الرحمن يخشى من عليٍّ شيئًا ثم قال ادع لي عثمان فدعوته فناجاه حتى فرق بينهما

---

[1] زبیدی کی روایت میں یتشاورون کے بعد اتنا اور زائد ہے دماجوتہ تلک اللیالی لا یخلوبہ رجل ذو رای فیعدل بعثمان احدًا کہ تمام لوگ مشورہ کرتے رہے اور کوئی صاحب الرائے ایسا نہیں ملا جو حضرت عثمانؓ کے مقابلہ میں کسی کو ترجیح دیتا ہو۔ ۱۲ منہ۔ [2] اس محذوف کو علامہ ابن حجر نے متعین کیا ہے ۱۲ر

toobaa-elibrary.blogspot.com

دونوں کو علیحدہ کر دیا جب جماعت ہوگئی۔ اور یہ چھ کے چھ اصحاب شوریٰ منبر کے پاس آئے تو حضرت عبدالرحمٰنؓ نے مدینہ کے تمام مہاجرین اور انصار کے پاس آدمی بھیجا اور جو والیان صوبہ تھے (جو اتفاقی طور پر حج کو آئے تھے اور حضرت عمرؓ کی معیت کیوجہ سے مدینہ آگئے تھے۔) ان کو بلانے کو بھی آدمی روانہ کیا جب سب جمع ہو گئے تو آپ نے مختصر خطبہ اور حضرت علیؓ کو مخاطب کر کے کہا کہ اے علیؓ میں نے لوگوں کی حالت کا اچھی طرح موازنہ کیا میں نے عثمانؓ کے مقابلہ میں کسی کو ترجیح دیتے ہوئے نہیں پایا لہٰذا تو اب تم اپنے نفس پر کسی کو (ملامت کا) موقعہ نہ دو پھر (حضرت عثمانؓ کو مخاطب کر کے) کہا کہ میں تم سے بیعت لیتا ہوں خدا اور اسکے رسول کی شریعت پر اور شیخین کی سیرت پر پھر حضرت عبدالرحمٰنؓ نے حضرت عثمانؓ کی بیعت کی اور سب لوگوں نے یعنی تمام مہاجرین وانصار اور تمام والیانِ صوبہ نے اور تمام مسلمانوں نے بیعت کی۔

المؤذن بالصبح فلما صلی الناس الصبح واجتمع اولئك الرھط عند المنبر فارسل الی من کان حاضرا من المهاجرين والانصار وارسل الی امراء الاجناد وکانوا وافوا تلك الحجة مع عمر فلما اجتمعوا تشهد عبد الرحمٰن ثم قال اما بعد یا علی انی قد نظرت فی امر الناس فلم ارھم یعدلون بعثمان فلا تجعلن علی نفسك سبيلا؟ فقال ابایعك علی سنة الله وسنة رسوله والخليفتين من بعده فبایعه عبد الرحمٰن وبایعه الناس المهاجرون والانصار وامراء الاجناد والمسلمون (بخاری کتاب الاحکام باب کیف یبایع الامام)

خلاصہ واقعہ

یہ تو اس روایت سے معلوم ہو گیا کہ آپ نے سب سے پہلے اعلان کر دیا

toobaa-elibrary.blogspot.com

کہ میں تم لوگوں کے مقابلہ میں اس کا خواہشمند نہیں ہوں مگر تم لوگوں کے حقوق ضرور ایسے

آپکی سعی کا سبب

ہیں جس کی وجہ سے مجھ کو اسکی سعی اور کوشش میں حصہ لینا فرض ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ تمام لوگوں کو آپ کی دیانت اور امانت پر پورا بھروسہ تھا اس لئے آپ ہی کو بالاتفاق سیاہ سپید کا مالک بنادیا اور یہ آپ کی دیانت اور امانت کا تقاضا تھا کہ آپ نے صرف اپنی عقل اور سمجھ کے بھروسہ خلیفہ کا انتخاب نہیں کیا بلکہ آپ نے تمام لوگوں سے مشورہ کیا چنانچہ آپ نے اسی روایت میں پڑھا ومال الناس علی عبد الرحمٰن یشاورونہ تلک اللیالی کہ تمام لوگ آپ پر ٹوٹ پڑے اور وہ آپ سے اس تین شبانہ یوم کی مدت میں مشورہ کرتے رہے اسکے بعد گو باقی پانچ صاحبوں نے کامل اختیار آپ کو دیدیا تھا مگر آپ نے پھر سب صاحبوں سے مشورہ کیا علامہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ حضرت طلحہؓ کے مشورہ کا ذکر میری نظر سے نہیں گذرا مگر اسکے بعد لکھتے ہیں کہ یہ کوئی ضروری نہیں کہ جس بات کا ذکر نہ ہو وہ ہو بھی نہیں۔ اور بہت ممکن ہے کہ منسور راوی واقعہ کو اسکا علم نہ ہوا ہو اور آپ نے صرف انہیں لوگوں کے مشورہ کا ذکر کیا جن کو آپ کے ذریعہ سے بلوایا تھا۔

جب آپ کو مشورہ کے ذریعہ سے اس کا علم اچھی طرح ہو گیا کہ حضرت عثمانؓ کے لوگ زیادہ خواہشمند ہیں تو آپ نے حضرت علیؓ کو سمجھا دیا کہ میں نے لوگوں کی حالت کا اچھی طرح اندازہ کر لیا ہے کہ وہ عثمانؓ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے بلکہ ان ہی کو ترجیح دیتے ہیں تو اب تمہاری طرف سے کوئی ایسی بات نہ ہونی چاہیئے جو تمہاری شان کیخلاف ہو اور لوگوں کو انگشت نمائی کا موقعہ ملے اسکے بعد حضرت عبد الرحمٰنؓ نے بیعت کی اور آپ کے بعد حضرت علیؓ نے

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور سب لوگوں نے (ملاحظہ ہو بخاری شریف واقعہ شہادت فاروق اعظم) یہ واقعہ بخاری شریف میں دو جگہ ہے بعض امور کی تفصیل اس روایت میں ہے اور بعض باتیں مفصل اس سے قبل کی روایت میں ہیں حضرت علیؓ کو خاص طور پر سمجھانیکی ضرورت اسلئے پیش آئی کہ آپ کو اپنے متعلق کچھ امید ہو گئی تھی اور خلاف توقع بات پیش آنے سے قلب کا متاثر ہونا فطرتی امر ہے اور اس سے بعض وقت نقصان ہوتا ہے اور کم درجہ کی بات سرزد ہو جاتی ہے۔ رہا یہ امر کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ کی گفتگو سے آپ کو امید بندھی تھی تو اسکے متعلق قطعی رائے ظاہر نہیں کیجا سکتی کیونکہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص اس امر کا مدعی ہو کہ مجھ کو ان باتوں کا علم ہے جو حضرت عبدالرحمٰنؓ اور حضرت عثمانؓ یا حضرت علیؓ کے مابین ہوئی تو وہ یقیناً جھوٹا ہے[1]

ایک ضروری توضیح

بیعت کے الفاظ میں سنۃ اللہ وسنۃ الرسول کے بعد والخلیفتین بعدہ کا لفظ اضافہ فرمایا اس کا مطلب صرف اتنا ہے کہ حضرات شیخینؓ نے جس اخلاص وللہیت سے اسکو انجام دیا ہے آپ بھی انجام دیں بعینہ اسکی مثال ایسی سمجھئے کہ ہندوستان کا جو نائب السلطنۃ (وائسرائے) منتخب ہوتا ہے اس میں یہ بات اچھی طرح دیکھ لی جاتی ہے کہ وہ سلطنت کے مفاد کے لئے مفید اور کارآمد ثابت ہوگا مگر اس کے بعد بھی جائزہ سے قبل حلف وفاداری اٹھانا پڑتا ہے

---

[1] تاریخ طبری بروایت عمرو بن میمون ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور حضرات شیخین کا اخلاص اور حسن عمل ضرب المثل ہو چکا تھا اس لئے صراحت کے الفاظ پر اسکو ترجیح دیگئی اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ خدا اور اسکے رسول کے کلام کے معنی بیان کرنے میں گفتگو کا موقع باقی رہتا ہے اور جب اتنی شرط اضافہ کردی جائے تو گفتگو جلد ختم ہو جاتی ہے اور تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ عہد میں اگر اتنی ہی شرط رکھی جائے تو مواخذہ صرف ان ہی امور پر ہو سکتا ہے جو ناجائز اور غلط ہیں مگر وہ باتیں جو جائز ہیں مگر انکی شان کے خلاف ہیں یا کرنیوالی کی عظمت و وقعت کے لحاظ سے پسندیدہ اور مستحسن نہیں کہی جاسکتیں تو اب معاہدہ کے لحاظ سے کوئی مواخذہ نہیں کیا جا سکتا اور جب عہد میں اتنا اضافہ کردیا گیا کہ کام فلاں مقدم ہستی کے نمونے پر ہو تو اب مواخذہ میں بڑی آسانی ہو جاتی ہے چنانچہ حضرت عثمانؓ نے جب صدقہ کے اونٹوں کو نیلام کردیا اور انتہائی قیمت پر خود لے لیا تو حضرت عبدالرحمنؓ نے یہ سوال نہیں کیا کہ شریعت کے رو سے یہ جائز ہے یا نہیں بلکہ سوال صرف اتنا تھا کہ حضرت عمر کو ایسا کرتے دیکھا ہے یا نہیں؟

معاہدہ میں اگر یہ جملہ نہ ہوتا تو حضرت عثمانؓ فوراً کہہ دیتے کہ شریعت کے احکام میں اسکی مخالفت نہیں۔

کیا حضرت نے حضرت علیؓ پر پہلے شرائط بیعت پیش کئے تھے

علامہ ابن حجر نے اس روایت کا بھی ذکر کیا ہے جس میں ہے کہ پہلے یہ معاہدہ آپ نے حضرت علیؓ پر پیش کیا تھا مگر ان کے جواب سے انشراح آپ کو نہیں ہوا پھر حضرت عثمانؓ پر پیش کیا مگر اس کے ساتھ یہ بھی بتلا دیا ہے کہ سفیان بن وکیع راوی واقعہ ضعیف ہے اور رجال کی کتابوں کے دیکھنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے

toobaa-elibrary.blogspot.com

کہ سفیان کا استاد بھی کبھی روایت میں غلطی کرتا ہے اور اس کا حافظہ بھی قابل اعتماد نہیں ہے۔

اس واقعہ کی اہمیت پر ایک نظر

یہ واقعہ اپنی عظیم الشان اہمیت کیوجہ سے اس سے زیادہ تفصیل کا مستحق تھا مگر مجھ کو ناظرین کے ملال خاطر کا بھی خیال ہے اور اسکے علاوہ یہ امر بھی دامن کش ہے واقعات تذکرہ عبدالرحمٰنؓ کے موضوع سے خارج ہو جائیں۔ اس لئے نہایت اختصار کیساتھ یہ عرض کرتا ہوں کہ وہ کیا باتیں ہیں جس کی وجہ سے اس واقعہ نے اپنے اندر ایک غیر معمولی اہمیت پیدا کر لی ہے اور اسکے ساتھ ساتھ یہ بھی کہ ان باتوں کا کس حد تک حضرت عبدالرحمٰنؓ سے تعلق ہے۔ اسکے بعد چند متفرق واقعات ہوں جو خاتمۂ کتاب کے قائم مقام سمجھے جائیں۔

حضرت عبدالرحمٰنؓ نے تو اپنا ایک مذہبی اور اخلاقی فریضہ ادا کر کے اپنے کو ایک فرض سے بری الذمہ کیا مگر درحقیقت تمام عالم اسلام کو ایک بڑے بار گراں سے سبکدوش کر دیا۔

خدا تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو سمجھ اور عقل عطا فرما کر اشرف المخلوقات کا لقب دیا تھا اس کا یہ مقتضا تھا کہ ہر مفید کام میں ایک دوسرے کے معاون ہوتے اور یکجہتی اور اتفاق سے اس کے سرانجام دینے کی کوشش کرتے مگر باہمی اختلاف طبائع کے اثر نے ان کے ارادے اور خواہشات و جذبات میں اتنا تنوع پیدا کر دیا کہ کبھی بھی ایک مرکز پر جمع ہونا پسند نہیں کرتے۔

ایک کا محبوب دوسرے کی نظر میں قبیح تر دکھلائی دیتا ہے۔ ایک شخص کو

toobaa-elibrary.blogspot.com

جس سے انتہائی نفرت ہوتی ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ دوسرا اس کو جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتا ہے۔ ایک کو شیرینی سے الفت ہے تو دوسرا ترشی کی طرف راغب ہے۔ ایک کو سفید و صاف کپڑے بھاتے ہیں تو دوسرے کی نظر میں بیل بوٹے اور رنگا رنگ کی گلکاریاں گھر کئے ہوئے ہیں

ایک قوم کے لئے سیاہ رنگ دیدہ زیب ہے تو دوسرے ملک کی تمام چیزیں آپ کو زرد نظر آئینگی۔ ایک برِ اعظم میں کوتاہ قدی اور ناک کا چپٹا پن انتہا درجہ کی خوبصورتی ہے تو ایک اس سے بڑے ملک میں اس سے سخت نفرت کی جاتی ہے

اگر ایک جماعت کا میلان جدت و اختراع کی طرف ہے تو آپ کو ایک گروہ پرانی اور قدیم وضع کا شیدا اور قدردان نظر آئے گا

غرض کہ کتنی باتوں کا تذکرہ کیا جائے نہایت ادنیٰ ادنیٰ اور چھوٹی چھوٹی باتوں میں انسان کے اختلاف جذبات کا یہ عالم ہے اس پر نظر کرتے ہوئے اسکا یقین دشوار ہو جاتا ہے۔ کہ ایک بڑی جماعت ایک اہم امر پر متفق و متحد ہو جائیگی۔

ایک معمولی سی معمولی بات پر اتفاق و اتحاد دشوار و محال نظر آتا ہے مگر یہ آپ ہی کی تدبیر اور کارگذاری تھی کہ آپ نے ایسے دشوار کام کو اتنا آسان کر دیا اور پھر کتنا سہل و آسان کہ اسکی دشواری و صعوبت سے بہت سے لوگ اب تک ناواقف ہیں۔

حالانکہ اگر حضرت عبدالرحمٰن رضؓ انتہائی دانائی اور غایت ایثار سے کام نہ لیتے تو اختلاف و فرقہ بندی کا ہو جانا لابدی امر تھا۔

اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ اگر آپ انتہائی جدوجہد اور غیر معمولی فراست

toobaa-elibrary.blogspot.com

ودانائی سے کام نہ لیتے تو اختلافات ایک طویل عرصہ کے بعد ظہور پذیر ہوئے اسقدر جلد رونما ہو جاتے۔ اور اسلامی اتحاد و یکجہتی کی عمر اور زیادہ کم ہو جاتی۔

آپ ہی کی کوشش و محنت کا ثمرہ تھا کہ حضرت فاروق اعظمؓ کے انتقال کے بعد ۳۵ھ تک عالم اسلامی میں ایک حیرت انگیز اتحاد و یکجہتی کی لہر باقی رہی۔

اسکے بعد گو ترقی یافتہ اقوام کے آثار مسلمانوں میں صدیوں تک باقی رہے مگر وہ روح جو جاتی رہی تھی عود نکر سکی۔

آج اسلامی دنیا میں جو تفرق و انتشار ہے اسکی تاریخ اگر آغاز خلافت ثالثہ سے شروع ہوتی تو اس تفرقہ اور فرقہ بندی کی تعداد یقیناً بہت زیادہ ہو جاتی۔

یہ آپ کا تمام عالم اسلامی پر ایک عظیم الشان احسان ہے کہ آپ نے صرف اپنی تدبیر و سمجھ سے اپنی زندگی تک کوئی فرقہ بندی نہیں ہونے دی اور تمام عالم اسلامی کو ایک مرکز پر مجتمع رکھا و کفی بہ فخراً

متفرق واقعات

صہیب بن سنانؓ بچپن میں ہی رومیوں کے پاس پہنچ گئے تھے اور وہاں پرورش ہونیکی وجہ سے انکی مادری زبان عربی کا وہ لب و لہجہ نہیں رہا تھا اور نہ ایسی عمدہ عربی بول سکتے تھے لیکن وہ عربی النسل ہونیکے مدعی تھے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا۔

خدا سے ڈرو اور جو باپ نہیں ہے اس سے رشتہ نہ جوڑ۔	اتق اللہ ولا تدع الی غیر ابیک (بخاری صفحہ ۲۹۶ کتاب البیوع باب شری الملوک من الحربی)

تو انہوں نے جواب دیا کہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

مایسرانی ان لی کذا وکذا وانی قلت ذالک ولکن سرقت وانا صبیٌ } مجھکو یہ بھلا نہیں معلوم ہوتا کہ مجھکو بہت کچھ دیا جائے اور اسکے عوض مجھسے کہا جاتا جو باپ نہیں ہے اس سے رشتہ جوڑوں۔ واقعہ مجھکو چرالیا گیا تھا جبکہ میں چھوٹا تھا۔

اصابہ میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے کہا تم میں بجز ان تین کے اور کسی بات کا عیب نہیں پاتا تم اپنے کو عربی النسل خیال کرتے ہو حالانکہ تمہاری زبان بالکل عجمی ہے دوسرے یہ کہ تم نے یحییٰ کے نام پر کنیت رکھی ہے (اور تمہارا کوئی لڑکا اس نام کا نہیں ہے) تیسرے یہ کہ تم اسراف کرتے ہو حالانکہ اسراف خدا کی ناشکری ہے ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین وکان الشیطان لربہ کفوراً (بنی اسرائیل) اور اللہ تعالیٰ نے خود اس طرح سے خرچ کرنیکو منع فرمایا ہے۔ ولا تبسطھا کل البسط (بنی اسرائیل) آپ نے جواب دیا کہ رومیوں نے مجھکو چھٹپنے میں قید کر لیا تھا اس لئے میں نے ان کی زبان سیکھی فتح الباریؒ میں اتنا اور ہے چھٹپنے میں اسوقت قید کیا تھا جب میں اپنے لوگوں کو اچھی طرح پہچانتا تھا اگر میں گوبہ سے ہوتا تو مجھ کو اسکی طرف انتساب سے بھی نفرت نہ ہوتی۔ ابو یحییٰ کنیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی ہے میں نے خود نہیں منتخب کی۔ خرچ کرتا ہوں تو ناحق نہیں کرتا فتح الباری میں اتنا اور اضافہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ خدا کا وعدہ ہے وما انفقتم من شئ فھو یخلفہ تم جو خرچ کرتے ہو اللہ اسکے بعد اور بھیج دیتا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو شام میں

لے فتح الباری کتاب البیوع باب شری المملوک من الحربی ج ۴

toobaa-elibrary.blogspot.com

ایک زمین عنایت کی تھی لیکن اسکے متعلق کوئی تحریر نہیں دی تھی ہاں! یہ فرمایا تھا کہ خدا تعالیٰ جب ہمارے قبضہ میں شام کر یگا تو سلسبیل تمہارا ہے[۱]۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ریشمی کپڑے کے استعمال کی اجازت[۲] دی تھی آپ کو جوؤں کی تکلیف تھی اس تکلیف میں یہ مفید ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیمؑ کی وفات سے محزون تھے آپ کا ہاتھ پکڑ کر دور لیگئے اور فرمایا کہ عبد الرحمن! اگر قیامت کا یقین نہ ہوتا تو سخت صدمہ کی بات تھی[۳]۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر مبارک میں اتارنے کے لئے جو لوگ متعین کئے گئے تھے اور جنھوں نے یہ خدمت انجام دی تھی اس کے متعلق جو روایتیں ہیں اکثر میں آپکا نام بھی ہے[۴]۔

الحمد للہ الذی بنعمتہ وجلالہ تتم الصلحت وصلی اللہ علیٰ محمدؐ والہ وصحبہ

تمت التذکرۃ ولہ الحمد فی الاولی والاخرۃ وتیلوہ ذیلہ ان شاء اللہ

---

[۱] ابن سعد ۱۲ [۲] بخاری کتاب الجہاد باب لبس الحریر فی الحرب ۱۲ [۳] اتحاف المہرۃ سند عبد الرحمن بن عوف اور یہ روایت فتح الباری میں بھی ہے مگر ان الفاظ میں۔

لولا انہ امر حق ووعد صدق وسبیل ناتیہ ان آخرنا سیلحق باولنا لحزنا علیک حزنا ھو اشد من ھذا کتاب الجنائز ج ۳ ص ۱۴۰ ۱۲

اگر قیامت واقعی امر اور سچا وعدہ اور ایسی رہگذر نہ ہوتی جس سے ہمارا گذرنا یقینی نہ ہوا اور ہر مابعد اپنے ماقبل سے ملنے والا نہ ہوتا تو صدمہ اور غم بہت زیادہ ہوتا۔

[۴] عون المعبود حاشیہ ابوداود ابن سعد ۱۲ ر

toobaa-elibrary.blogspot.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمہ سیرت عبدالرحمٰن ابن عوف

یعنی

مسند عبدالرحمٰن بن عوف

یہ بات سب سے پہلے آپ اس تذکرہ میں دیکھینگے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور فیض یافتہ کے حالات کے ساتھ ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیثیں جو انہی صحابی کے ذریعہ سے روایت کیگئی ہیں ان کے حالات کے آخر میں جمع ہیں۔

اس کتاب میں آپ کے حالات ہیں اور ضمیمہ میں حدیث کی روایتیں ہیں اس طریقہ سے آپ کی علمی اور عملی دونوں یادگاریں ناظرین کے سامنے آگئی ہیں۔ اور اس خیال سے کہ ہر طبقہ کے لوگ نفع اٹھائیں ترجمہ کے ساتھ ضروری وضاحت اور تشریح بھی کردی گئی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اب، انشاء اللہ العزیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور ہدایت کا ڈھونڈھنے
والا ایسا نہ رہیگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے بھی انبیاء اور ہدایت کرنیوالے
گذرے کسی کی تعلیم اس طور پر محفوظ نہیں ہے کہ ان پر عمل کیا جا سکے۔

کیونکہ پہلے تو انبیاء اور ہدایت کرنیوالوں کی کتابیں اور تعلیم سرے سے
موجود ہی نہیں ہے اگر موجود ہے تو اسمیں انسان کی اور باتیں ایسی ملگئی ہیں کہ ان
باتوں کا خدا کی باتوں سے اور اس کے احکام سے علیحدہ اور جدا کرنا بہت دشوار ہے
بلکہ صاف لفظوں میں یوں سمجھئے کہ کسی اگلے نبی کی شریعت پر عمل نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے ان تعلیم اور ہدایتوں کو محفوظ کیوں نہیں رکھا اور وہ کیوں اس
قابل ہوگئیں کہ ہم ان پر عمل نہیں کرسکتے اسکی وجہ یہی ہے کہ وہ تعلیم اور ہدایت
ایک مقررہ زمانہ تک کیلئے تھیں۔ قیامت تک کے لئے تھیں ہی نہیں اس لئے
ان کے حفاظت کی ضرورت نہیں تھی اور اسی وجہ سے اسکی حفاظت کا سامان نہیں
کیا گیا اور اب وہ باقی نہیں ہیں۔

ہاں جس نبوت کی تعلیم اور ہدایت کو قیامت تک باقی رکھنا منظور تھا اور خدا
چاہتا تھا کہ قیامت تک ویسے ہی باقی رہے اس تعلیم اور شریعت کو دیکھ لو اسکا ایک
لفظ مٹنا تو در کنار ایک نقطہ ادھر سے ادھر نہیں ہوا۔

ہر نبی کو جو خاص خدا کا پیغام دیا جاتا ہے جس کا نام خدا کی کتاب ہوا کرتا ہے
کوئی بتلائے تو کہ اسکے پاس ویسے ہی موجود ہے جیسا کہ آسمان سے اترا تھا اور ہم
زور سے کہتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو پیغام الٰہی عطا ہوا
تھا وہ بعینہ اسی طریقہ سے ہمارے سینوں اور سفینوں میں محفوظ ہے [لہ]

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے۔ ؎

؎ یہ ایک بہت لانبا چوڑا بحث ہے۔ یہاں پر بہت ہی مختصر طور پہ اتنا عرض کرتا ہوں کہ خداوند جل جلالہ نے مذہب اسلام یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وہدایتوں کی بہت ہی مختلف طور پر حفاظت کی۔ مسلمانوں کی ایک جماعت کو حفظ قرآن کی طرف متوجہ کر یا جنھوں نے سیکڑوں طریقوں سے قرآن کی حفاظت کی ما ایک گروہ نے یاد کیا۔ ایک نے معانی بیان کئے ایک نے اسکی لغت کو مدون کیا۔ ایک گروہ نے زبان کے قواعد کے اصول اس سے مستنبط کئے اسی طرح بیسوں اور گروہ ان کے علاوہ بھی خدمت اور حفاظت میں مشغول رہے۔ اس جماعت کا نام میں خدام القرآن تجویز کرتا ہوں۔

ایک دوسری جماعت کے دلوں کو اس طرف پھیر دیا کہ وہ آپ کے افعال واقوال اور تمام خطبے اور آپ سے متعلق جو واقعات ہیں ان کو تلاش کرے اور جمع کرے۔ اس جماعت کا نام اصحاب السیر والمغازی ہے اور اس کے بھی مختلف گروہ ہیں۔

ایک جماعت کے دل میں ان باتوں کے جمع کے شوق کے ساتھ یہ طلب بھی دل میں ڈالی کہ ان باتوں اور واقعات سے ہم کو کوئی سبق یا بات حاصل ہو۔ کوئی مسئلہ معلوم ہو جائے۔ اس جماعت کا نام محدثین کی جماعت ہے۔ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک بات محفوظ کرلیا۔ ایک ایک کو جانچا اور پرتالا اور اس جانچ پرتال اور حفاظت کے لئے اپنے فن کی بہت تصانیف کر دیں اور انکو اتنا بڑھایا کہ ہر شاخ اب ایک جداگانہ فن بنگیا۔

ایک جماعت کو آپ اس طرف متوجہ پائینگے کہ وہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے جو مسئلہ نکلتا ہے ان کو ہمارے سامنے مسائل کی صورت میں پیش کر دے۔ اس جماعت کا نام فقہا کی جماعت ہے۔

ایک اور متبرک جماعت ہے جس نے شریعت کے قوانین و اصول سے اسکی حقیقی غرض وغایت کو سمجھ کر ہمہ تن اپنے کو ان کے حاصل کرنے میں منہمک کر دیا بلکہ مٹا دیا اس پاک جماعت کو ہم صوفیا کی جماعت کہتے ہیں۔

کنٹونمنٹ پبلک لائبریری
لارڈ اوڈین سلما ہال روڈ راولپنڈی

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس سے زیادہ اور کہتے ہیں، صرف وہ پیغام آلہی ہی نہیں بلکہ ہمارے ہادی ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اس پیغام کے علاوہ اور جو ہدایتیں دی تھیں وہ بھی ہمارے پاس محفوظ موجود ہیں۔

پیغام الٰہی کی حفاظت ہم نے جیسی اور جس جس طریقے سے کی ہے۔ اس کا تو ہم ذکر ہی نہیں کرتے ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال و اقوال اور ایک ایک اشارۂ ابرو ایک ایک حرکت نہیں بلکہ اس حرکت کی کیفیت اور ادا کو جس طور سے محفوظ رکھا ہے کوئی ہے! کہ آج اپنے خدا کی کتاب کو جو اسکو نبی کے ذریعہ سے دی گئی تھی اتنا محفوظ ثابت کر سکتا ہو۔ یہ تو بہت بڑی بات ہے ہم جس طریقہ کی سند ضعیف سی ضعیف حدیث کیلئے پیش کر سکتے ہیں اس درجہ کی مسلسل سند خدا کی کتاب کی بھی پیش کیجا سکتی ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ارشادات کی حفاظت کی غرض صرف یہی ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ بات ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اکیلی ذات میں جو کمالات اکھٹے ہو کر پائے جاتے تھے، آپ کی امت کا ہر شخص اتنا بڑا ظرف کہاں سے لا سکتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان گنت کمالات سے تھوڑا ہی تھوڑا لے سکے۔ اسلئے آپ کی امت کے بہت سے ٹکڑے اور گروہ بنا دیے گئے کہ ہر گروہ اور جماعت اپنی مناسبت سے آپ کے کمالات کے حصے حاصل کرے۔ یہ اختلاف امتی رحمت کا محمل بن سکتا ہے اس طریقہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کمالات محفوظ ہو گئے۔ قدرت نے اگر یہ انتظام نہ کیا ہوتا تو ابتک آپ کے کمالات کا عملی نمونہ فنا ہو گیا ہوتا۔ سارے عالم کے مذاہب پر ہم کو آج جو یہ فخر حاصل ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ ہمارے ہادی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا ایک نقطہ نہیں مٹا یہ سب اسی قدرتی انتظام کا نتیجہ ہے۔ اور یاد رکھو کہ جس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم دھندلی ہوئی اسکے جلا دینے کیلئے کوئی دوسرا نبی ہرگز نہیں آئیگا اور یقین رکھو کہ جس دن بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم مٹی اس روز کوئی دوسرا نبی نہیں آئیگا بلکہ نبی کے بدلے قیامت آئیگی۔ ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

کہ ہم لوگ اپنے افعال، واقوال وعادات کو ٹھیک ان کے مطابق بنائیں جبتک ہمارے کام کاج اور ہماری تمام باتیں "اسوۂ حسنہ کی کسوٹی پر صحیح نہ اتریں اسوقت تک "مسلمانِ کامل" کے نام کے ہم ہرگز مستحق نہیں ہوسکتے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے ذریعہ سے جتنی حدیثیں روایت کیگئی ہیں اس میں مفصلہ ذیل حدیثیں تذکرہ میں آچکی ہیں۔ باقی حدیثیں اس فہرست کے بعد درج کرتا ہوں اور انشاء اللہ ان کے صحیح مطالب بیان کرونگا۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

ان احادیث کی فہرست جو سیرت میں مختلف جگہ آچکی ہیں۔

(۱) اپنا نام بدلنے کی حدیث (مستدرک)

(۲) اُمیہ بن خلف سے معاہدہ اور اس کے قتل کی حدیث (بخاری کتاب الوکالہ ص۳۰۸)

(۳) عمامہ والی حدیث (ابوداؤد، ابن عساکر وغیرہ)

(۴) مواخات وہجرت کی حدیث (بخاری کتاب البیوع ص۲۷۵)

(۵) دربار رسالت کی ہمہ وقت کی حاضری کی حدیث (مسند ابویعلی)

(۶) سفر تبوک کی امامت کا واقعہ (نسائی وغیرہ)

(۷) جزیۂ مجوس کی حدیث (بخاری)

(۸) نوفلؓ ابن ایاس کی حدیث (شمائل ترمذی)

(۹) مصعب بن عمیرؓ کے وفات وشہادت کی حدیث (بخاری کتاب الجنائز ص۱۷۰)

(۱۰) حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کی حدیث۔

(۱۱) زمین کے چند قطعوں کے عطا کی حدیث

آپ کی روایت سے جو حدیثیں میں یہاں نقل کرونگا چونکہ وہ مختلف متفرق مضامین کی

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہیں۔ اس انتشار کے کم کرنے کی صورت یہ اختیار کی ہے کہ ان سب حدیثوں کو ایک مقدمہ اور تین حصّہ اور ایک خاتمہ پر تقسیم کر دیا۔

مقدمہ میں علم و علماء کی فضیلت کے بعد ایمان و توحید کے معنے کی تھوڑی تشریح ہوگی اور اس میں آپ کی چار حدیثیں ہیں پہلے حصہ میں وہ حدیثیں ہیں جن سے کوئی شرعی مسئلہ نکلتا ہے یعنی احکام کی حدیثیں اس میں آپ کی چھبیس حدیثیں ہیں۔

دوسرے حصہ میں اخلاق کی حدیثیں ہیں۔ اسمیں سات حدیثیں ہیں۔

تیسرے حصہ میں متفرق احادیث ہیں جو مختلف مضامین کے بارے میں ہیں اس میں بارہ۱۲ حدیثیں ہیں۔

خاتمہ متفرق واقعات کا آپ نے جو مختصر تذکرہ فرمایا ہے اور محدثین نے ان کو آپ کے مسند میں بیان کیا ہے۔ ان حدیثوں کو یہاں جگہ دی گئی ہے۔ وہ صرف سات ہیں۔

مقدمہ

(۲) عن عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فضل العالم علی العابد سبعین درجة ما بین درجتین کما بین السماء والارض (استیعاب ابویعلی)	حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ عالم کو عابد پر ستر درجہ فضیلت ہے ہر درجہ کی پستی و بلندی میں وہی فرق ہے جو آسمان و زمین کی بلندی و پستی ہیں۔

عبادت سے صرف اپنی ذات کو نفع ہوتا ہے اور علم سے دوسروں کو بھی جو فائدہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

پہنچاہے اس سے قطع نظر کیجے پھر بھی ہستی و وجود کے بعد ان کمالات میں جو انسان کو حاصل ہوسکتے ہیں پہلا درجہ صرف علم کا ہے۔

علم کیوجہ سے عالم کو وہ بات حاصل ہوسکتی ہے جو عابد کو ہزار سال عبادت کے بعد بھی دشوار ہے۔ عالم عبادت میں کمی کرتا ہے یا جیسا کہ چاہیئے عبادت میں مشغول نہیں ہوتا تو یہ ایک کوتاہی ہے اور وہ غلطی کرتا ہے۔

ہاں! عابد کو جو بات جاننی چاہیئے اس سے غافل رہا تو ڈر ہے کہ ہمیشہ کیلئے تباہ و برباد ہوجائے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اس مضمون کو دوسری حدیث میں اس طرح ادا فرماتے ہیں۔ کہ

(۱۳) عنہ رضی اللہ عنہ یسیر الفقہ خیر من کثیر العبادۃ وخیر اعمالکم ایسرھا (مجمع الزوائد ہیثمی باب فضل العلم۔)

تھوڑی سی سمجھ یا تھوڑا سا مسائل کا علم بہت سی عبادت سے بہتر ہے اور تمھارے بہترین اعمال وہ ہیں جو آسان و سہل ہیں یعنی جن پر مواظبت ہوسکے۔

حدیث کے آخری ٹکڑے کو ام المومنین حضرت عائشہؓ اور ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے دوسرے الفاظ میں روایت کیا ہے۔ تبرکاً وہ بھی نقل کئے جاتے ہیں بخاری شریف میں حضرت عائشہ سے ہے۔

---

[1] حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عائشہ نے دریافت کیا کہ دین و دنیا میں مرتبوں کی پستی و بلندی کا سبب کیا چیز ہوتی ہے۔ ارشاد ہوا کہ عقل کی کمی و زیادتی ۱۲ (۲ر ۲ باب القصد والمداومۃ علی العمل کتاب الرقاق ص ۹۵۷) ۱۲ ار

toobaa-elibrary.blogspot.com

وان احب الاعمال ادوھا الی اللہ وان قلّ۔ | محبوب ترین اعمال وہ ہیں جن پر مواظبت و پابندی ہو اگرچہ کم ہوں۔

بخاری شریف میں اسی جگہ ہے کہ حضرت عائشہؓ یہ بھی فرماتی تھیں۔

قالت کان احب العمل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الذی یدوم علیہ صاحبہ۔ | کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی عمل کو محبوب رکھتے تھے کہ جس پر عمل کرنیوالا مواظبت برتے

لے زیادہ خیال تو یہی ہونا چاہیئے کہ جس چیز کو خدا زیادہ محبوب رکھیگا اس کا ثواب بھی زیادہ ہوگا اور وہی زیادہ نافع ثابت ہونے چاہیئں چنانچہ قاضی ابوبکر بن العربی نے محبوب ترین اعمال کی تفسیر افضل اعمال سے کی ہے گو یہ ممکن ہے کہ محبوب جو زیادہ ہو وہ اتنا فائدہ رساں اور نفع بخش نہ ہو اور جو زیادہ فائدہ کی چیز ہو ایسا ہوتا ہو کہ ہم کو وہ محبوب نہیں ہوتی قاضی صاحب کی تفسیر کے مطابق آسان اور تھوڑے کام افضل ٹھیرے اور حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ

افضل الاعمال احمزھا | سخت اور مشقت کے کام افضل ہیں

اس سے معلوم ہوا کہ ثواب بقدر مشقت ہوتا ہے

اب اس تفصیل کی ضرورت پیش آئیگی کہ اعمال کی دو قسمیں ہیں ایک وہ امر جو خدا کی طرف سے واجب اور فرض کئے گئے ہیں ان میں ثواب ان اعمال میں زائد ہے جن میں مشقت زیادہ ہے اور اعمال کی دوسری وہ قسم جو ہماری مرضی اور خواہش پر چھوڑ دیگئی ہیں ان میں زیادہ ثواب ان پر ہوگا جن پر مداومت ہو اور ظاہر ہے کہ مداومت ان ہی پر سہولت سے ہوسکتی ہے جو آسان و تھوڑے ہوں۔ ترمذی شریف میں ایک حدیث ہے جسمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ کیا تم کو ایسی بات نہ بتلاؤں جو تمہارے اور کاموں سے بہتر و پاکیزہ ہو سونا چاندی خرچ کرنے سے بہتر ہو اور اسکا درجہ اس سے بھی بلند ہو کہ دشمن سے تم ملو اور تم ان کی گردنیں کاٹو اور وہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ یہ ہیں۔

وکان احب الاعمال الیہ العمل الصالح
اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب بندہ کا وہ نیک عمل ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ تمھاری۔ صحابہ نے عرض کیا کہ حضور ضرور ارشاد فرمائیں آپ نے فرمایا کہ اللہ کی یاد یعنی اللہ کی یاد ان سب باتوں سے افضل ہے۔ حصن حصین کی شرح میں ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر عبادت میں ثواب کا ملنا اسی مشقت کے اندازہ پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کبھی تھوڑی نیکی پر وہ ثواب دیتا ہی جو بہت پر نہیں دیتا۔ ثواب کی کمی زیادتی بعض وقت مشقت کے اندازہ پر ہوتی ہے اور بعض وقت نیکی کے مراتب پر موقوف ہوتی ہے۔ یعنی جیسی عمدہ اور عالی مرتبہ نیکی ہوگی۔ ویسا ہی ثواب زیادہ ملیگا جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا۔ اور مسند کی سب سے پہلی اور دوسری حدیث سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہو عبادت میں کتنی ہی محنت کیوں نہ کیجائے لیکن وہ اس سے بہت کم درجہ رہیگی۔ چنانچہ علامہ سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمادیا ہے۔

کہ ثواب مشقت کے اندازہ پر نہیں ہے۔ کیا نہیں معلوم کہ کلمہ شہادت پڑھنے میں جو ثواب ہے وہ بہت سی دشوار اور محنت کی عبادتوں میں نہیں ہے جیسے نماز روزہ وغیرہ۔

اذ لیس الثواب علی قدر المشقۃ وعوضاً مساویاً لھا الا یری ان فی التلفظ بکلمۃ الشہادۃ من الثواب مالیس فی کثیر من العبادات الشاقۃ کالصلوٰۃ والصوم الخ۔

اسکے بعد اسکی چند مثالیں دیکر حضرت ابن عباسؓ کی حدیث افضل العبادات احمزھا کے بہترین محمل کو ان الفاظ میں سید شریف رحمۃ اللہ نے متعین فرمایا ہے

شاق عبادت بہتر اسوقت ہے جب اس کے شاق عبادت مصلحت میں اسکے برابر ہو جب ہلکی اور آسان عبادت مصلحت و فائدہ کے لحاظ سے بڑھکر ہو تو اسکا شاق عبادت سے بہتر ہونا اسکے منافی نہیں ہے۱۲ رشتہ۔

فذلک عند التساوی فی المصالح فلا ینافی ان یکون الاخف الاسھل الکثر ثواباً اذا کان اکثر مصلحۃً و اعظم فائدۃ (الٰہیات شرح مواقف تذنیب مقصد سادس)

toobaa-elibrary.blogspot.com

الذی یدوم علیہ العبد و ان کان یسیراً (ابن ماجہ صہ ۳۲۲) | جسپر زیادہ پابندی و مداومت برتے اگرچہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو (یا آسان ہی کیوں نہو)

توحید

(۱۴) من شہد ان لا الہ الا اللہ وجبت لہ الجنۃ (نقلاً من الاخبار المتواترہ للسیوطی -) | جسنے (مدعی توحید کے مطالبہ پر) گواہی دی کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو جنت اسکے لئے (واجب) ہوگئی ۔

اس حدیث میں یہ بتلایا گیا ہے کہ رسول کے مبعوث ہونیکی اصلی غایت کیا ہوتی ہے یعنی کسی کو رسول بنا کر بھیجنے کا مقصد کیا ہوتا ہے ۔ نبی اور رسول کے اعلیٰ مقصد کی تشریح اس میں کیگئی ہے ۔

نبوت کا جو سلسلہ قائم ہوا تھا اس کا مقصد صرف اتنا ہی ہے کہ بجز اللہ جل جلالہ کی ایک ذات کے اور تمام بُرائیوں کو فنا کر دیا جائے ۔ اور تمام نجات کے طالب صرف ایک ہی کے آگے جبین نیاز خم کریں ۔

یہاں صرف توحید کے اعتقاد کو نجات کا مدار بتلایا ہے ۔ اس کی غرض یہی ہے نبی کا تہتم بالشان مقصد یہی ہوتا ہے کہ توحید کا حلقہ بگوش لوگوں کو بنائے نبوت کا اصلی مقصد تو توحید ہی ہے ۔ اس خاص غرض کیوجہ سے کلام کا انداز مخصوص کیا گیا ہے تعجب ہے کہ یہ آپ کیلئے اس غلط فہمی کا منشا کیوں بنتا ہے کہ نبوت و رسالت کو شارع علیہ السلام نے کوئی اہمیت نہیں دی ۔ یا اسلام میں نجات کیلئے اعتقاد رسالت ضرور نہیں ہے ۔

اس حدیث میں اور اس جیسی جتنی بھی حدیثیں ہیں ان سب میں نبی کے صرف

toobaa-elibrary.blogspot.com

اعلیٰ مقصد کو بیان کردیا گیا ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ صرف اتنی بات پر نبی کی ساری تعلیم ختم ہوگئی اور آگے نبی کچھ تعلیم نہ دیگا۔

علاوہ اس کے یہ بات بھی غور کے قابل ہے کہ بغیر نبی کے ہم کو توحید نصیب بھی ہو سکتی ہے یا نہیں؟ ؎

راستی شیوۂ اہلسنت کہ بالائے طاعت است

میرے بزرگوں نے جو کچھ لکھا ہے اسکو میں نے پڑھکر برکت حاصل کی ہے۔ خود حسن نتیجہ پر پہنچا ہوں اسکو بہت ہی مختصر کرکے پیش کرتا ہوں۔ لعل اللہ یحدث بعد ذالک امراً جتنے سمجھدار ہیں سب اس پر متفق ہیں کہ جہاں تک ہمارے حواس و قویٰ عقل کو اعانت دیتے رہتے ہیں وہ پرواز میں مصروف رہتی ہے اور اپنا کام کرتی رہتی ہے اور جہاں پہنچکر حواس و قویٰ عاجز رہجاتے ہیں وہاں عقل بھی ہاتھ پیر ڈالدیتی ہے اور رہجاتی ہے اور کچھ کام نہیں کرتی۔ اگر غور سے آپ کان لگا کر سنیں تو آپ سنیں گے کہ عقل نہایت ہی کمزور اور دبی ہوئی آواز میں کہہ رہی ہے ؎

بگفتا فراتر مجالم نماند   بماندم کہ نیرد بے بالم نماند

ہمارے قویٰ و حواس خدا کی ذات وصفات میں کچھ کام نہیں دیسکتے۔ اگر خود خدا کی ہدایت و توفیق ہماری رہنما اور مشعل راہ نہ بنے تو بجز گمراہی کے حواس کی قوتوں کی تگادو کا اور کچھ نتیجہ نہیں ہوتا۔ ؎

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم   وز ہرچہ گفتہ اند و شنیدہ ایم خواندہ ایم

حضرت انسان کے پاس با این ہمہ دعویٰ ہمہ گیری دانش و بینش کا یہ سرمایہ تھا اور اسکی کم مائگی آپ نے معلوم کرلی تو اب خدا کی ذات یا اسکی کوئی صفت کے سمجھنے اور جاننے

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے لئے نبی کے علاوہ اور کیا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر ذرا غور سے کام لیا جائے تو اس اقرار کے بغیر چارہ نہ ہوگا کہ نبیؐ ہی ایک ذریعہ ہے کہ جسکے لطف و کرم کے طفیل ہم کو توحید کی سعادت میسر ہو سکتی ہے اور اس کا احسان ہے کہ ہم مسلمان ہوئے ہیں۔ بل اللہ یمن علیکم

اس امر کو کہ عقل مستقل طور پر خدا کے وجود اور توحید کو نہیں سمجھ سکتی اور یہ سعادت صرف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے ہمکو حاصل ہو سکتی ہے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مختلف مکتوبات میں بیان فرمایا ہے۔ چند اقتباس درج ہیں۔ ارشاد فرمایا

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تمام مخلوق کے لئے رحمت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان بزرگوں کے ذریعہ اپنی ذات و صفات سے ہم کم عقلوں اور تھوڑی سمجھ رکھنے والوں کو اطلاع بخشی۔

انبیاء رحمتہا اند مر عالمیان را علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ بتوسط بعثت این بزرگواران علیہم الصلوٰۃ والتحیات از ذات خود و صفات خود ما ناقص عقلان وقاصر ادراکان را خبر دادہ است۔

آگے چلکر فرماتے ہیں۔

حاصل کلام عقل اس بڑی دولت کے ثابت کرنے میں عاجز ہے اور ان بزرگوں کے ہدایت کے بغیر اس دولت خانہ کا راستہ نہیں پا سکتی۔

بالجملہ عقل در اثبات این دولت عظمیٰ قاصر است و بدون ہدایت این بزرگواران باین دولت سرا غیر مہتدی (ج ۲ مکتوب ۲۳)

جلد اول مکتوب ۲۵۹ میں فرماتے ہیں۔

کہ اگر ان باعزت لوگوں کا وجود مبارک نہ ہوتا تو ہم کم سمجھوں کو خدا کے وجود اور اسکی توحید کی ہدایت کون کرتا۔

اگر وجود شریف این بزرگواران نمی بود ما قاصر فہمان را بوجود صانع تعالیٰ و وحدت او جل سلطانہ کہ دلالت می نمود

toobaa-elibrary.blogspot.com

آگے چلکر فرماتے ہیں۔

اس فقیر کو یہ شاق وگراں معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات کہی جائے کہ خدائے تعالیٰ اپنی کامل مہربانی اور رحمت کے باوجود بندہ کو صرف عقل کی بنا پر حالانکہ عقل میں خطا اور غلطی کے بہت سے موقع ہیں بغیر انبیا علیہم السلام کے ذریعہ اتمام حجت کئے ہوئے آگ میں ہمیشہ ہمیشہ رکھے۔

بدیں فقیر بسیار گراں می آید کہ حکم کنند بآنکہ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ باکمال رافت و رحمت خود بندہ را بمجرد عقل کہ مجال خطا و غلط دروی بسیار است بے آنکہ ابلاغ مبین بتوسط انبیا علیہم الصلوۃ والتحیات فرمایند در آتش مخلد دارد۔

فیصلہ کے الفاظ اس طور پر ارشاد ہوئے ہیں۔

پس ہماری عقلیں نبوت کی روشنیوں سے مدد لئے بغیر ہدایت سے ایک کنارہ اور بے بہرہ ہیں

پس عقول ما بے تائید انوار نبوت ازین کار معزول است۔

رہا یہ سوال کہ نبی کی نبوت کا علم ہمکو کیونکر ہو؟ اسپر میں حیران ہوں کہ اس کا کیا جواب دوں سے آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ نبی تو تمہاری زبان سے خود کہلوا دیگا کہ وہ نبی ہے۔

در دل ہر کس کہ دانش را مزہ است
روی و آواز پیمبر معجزہ است

قرآن میں بھی صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہی کو پیش کیا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے

کہ میں صرف ایک ہی بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ کے لئے کھڑے ہو جاؤ دو دو یا تنہا تنہا پھر رسول اکرم صلی علیہ وسلم کی ذات میں غور کرو کہ آپ کو کوئی جنون تو نہیں ہے۔

قل انما اعظکم بواحدۃ ان تقوموا للہ مثنیٰ وفرادیٰ ثم تتفکروا ما بصاحبکم من جنۃ (سورۃ سبا پ ٢٢ رکوع اخیر)

toobaa-elibrary.blogspot.com

آپ نے چالیس برس کی اتنی طویل مدت تمام لوگوں کے ساتھ گذاری اتنی بڑی مدت تک صادق و امین کے اندازہ کرنے اور پرکھنے کا موقعہ ہے۔

آپ کی تو بڑی ذات ہے آپ کا پرتو بھی جس پر پڑا ہے وہ بھی جھوٹ نہیں بولتا اور افترا نہیں باندھتا تو آپ کی صدائے توحید و غلغلہ تکبیر میں صدق کے سوا اور کسی چیز کا شائبہ نہیں ہوسکتا۔

ایمان نجات کا پیغام

(۱۵) عنہٗ ان المسلم فی ذمة اللّٰہ منذ ولدتہ امہ الی ان تقوم بین یدی ربہ تبارک و تعالیٰ بشہادة ان لا الٰہ الا اللّٰہ کتب لہ براءة من اللّٰہ (مجمع الزوائد کتاب الایمان)

حضرت عبدالرحمٰنؓ حدیث روایت فرماتے ہیں کہ مسلمان خدا کی پناہ میں اپنی پیدائش ہی کے وقت سے اسوقت تک رہتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو اب اگر اللہ تعالیٰ کی ملاقات لا الٰہ الا اللہ کی پوری شہادت دیدی تو خدا کی طرف سے اسکو برأت نامہ لکھکر دیا جاتا ہے

اس حدیث میں موحّد کی نجات کے مسئلہ کو ایسے عنوان سے بیان کیا گیا ہے کہ جس سے ایک مسلمان کی ذمہ داری دوسرے مسلمان پر ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جو خدا کی پناہ میں آجائے اسکے متعلق شارع علیہ السّلام کا فرمان ہے۔

خدا کے عہد اور ذمہ داری کو قطع نکرو۔

فلا تخفروا اللّٰہ فی ذمتہ (ترمذی باب فضل العشاء فی الجماعة)

جو شخص خدا کی ذمہ داری سے بے پرواہی برتتا ہے تو وہ خدا کی رحمت سے محروم[1]

---

[1] بخاری شریف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ان الفاظ میں ہے فمن اخفر مسلما فعلیہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

رہتا ہے۔ اس حدیث نے ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کا صرف غمخوار اور محافظ نہیں
قرار دیا ہے بلکہ اسکا صاف منشا یہ ہے کہ ہر ایک مسلمان کو اپنے دوسرے دینی بھائی کا مخلص
خادم بننا چاہیئے۔ ہر مسلمان کو اپنے دوسرے مسلمان بھائی کی جان و مال وعزت وحرمت
کی حفاظت ونگہداشت اس کا مذہبی اور دینی فریضہ ہے اور یہ اسلئے کہ جب خدا کے ماننے
والی ہستی کو یہ یقین ہوگا کہ ہمارے بھائی کی جان و مال وعزت وحرمت کو خدا نے اپنی
پناہ اور نگرانی میں لیلیا ہے تو وہ ہرگز دست اندازی کی جراءت نہیں کرسکتا۔ اور نہ اسکی
غیرت وحمیت اسکو گوارا کرسکتی ہے کہ کوئی دوسرا دست اندازی کرے۔

اس حدیث کے ٹکرے فی ذمۃ اللہ کے مختصر لفظ کا منشا صرف ان ہی دو۲ امور
سے پورا نہیں ہوجاتا۔ بلکہ اس کے وسیع معنے میں یہ بھی ہے کہ ہم دوسروں کی دست
اندازی کو بھی نہیں دیکھ سکتے اور خدا خلیفہ اور سچے نائب کی حیثیت سے جس طرح بھی ہو سکے
گا اس کو روکینگے اگر اسکے روکنے اور دفع کرنے میں ہم نے ہر قسم کی کوشش نہیں کی تو یہ
کہا جائیگا کہ ہم نے خدا کی ذمہ داری کی کوئی وقعت وقیمت نہیں سمجھی۔

غور کا مقام ہے کہ ہمارے مالک وآقا یا کسی اور بڑے شخص کے پاس کوئی چیز
امانت رکھی جاتی ہے اور وہ شخص اس چیز کو اپنی حفاظت ونگرانی میں لے لیتا ہے اگر
کوئی اسکو چرانا یا زبردستی لینا چاہتا ہے تو ہم کبھی بھی صریح حکم تو درکنار اس کا انتظار نہیں
کرتے کہ ہم کو روکنے اور دور کرنیکا حکم کم سے کم اشارۂ ابرو ہی سے دے۔ اور اسکے بغیر
ہی جتنی بھی ہم میں طاقت ہوتی ہے اور جس تدبیر سے بھی ممکن ہوتا ہے اسکو روکتے ہیں۔ اور ایسا

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین (ج ۱ ص ۲۵)

toobaa-elibrary.blogspot.com

دیکھنے میں بہت آیا ہے کہ اپنی طاقت سے زیادہ کام کر بیٹھتے ہیں اور اپنی جان کو خطرہ میں ڈالنے سے ذرا نہیں جھجکتے۔

ان کو ہمارے نفس پر تھوڑا قابو حاصل تھا ان کے ساتھ ہمارا یہ برتاؤ ہے کہ انکی پناہ میں جو چیز ہو اس کو اگر کوئی لینا چاہتا ہے تو اسکے حکم کے وقت تک اسکی ذلت و کمزوری کو نہیں دیکھ سکتے۔ اخلاق سے گزر جاتے ہیں۔ انتہا یہ ہے کہ اپنی جان کی بھی پروا نہیں کرتے اسکو بھی خطرہ میں ڈالدیتے ہیں۔

اس حدیث کے پڑھنے اور معلوم ہونے کے بعد ہر شخص پر ضروری ہے کہ اپنی حسالت پر غور کرے اور سوچے کہ اسکی ذات سے مسلمانوں کے آپس میں کسی قسم کا پھوٹ تو نہیں پیدا ہوتا کسی قسم کا فساد و جھگڑا ہم سے یا ہماری وجہ سے تو نہیں ہوتا کسی طریقہ سے بھی کسی مسلمان کی عزت یا اسکے جان و مال اور اسکے ایمان پر بیجا دست اندازی تو نہیں ہوتی اسیطرح کوئی دوسرا دست انداز کر رہا ہے اسکی مدد و اعانت اگر ہم کرتے ہیں تو اسکے گناہ میں برابر کے حصہ دار ہیں۔ اگر ہم میں یہ عیب و نقصان ہے تو اس کے دور کرنے کی کوشش سخت کرنی چاہیئے۔ ورنہ اتباع کا دعویٰ زبانی ہی زبانی رہیگا اور ڈر ہے کہ کوئی يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ کے مصداق میں ہم ہی کو نہ پیش کردے۔

پہلا حصہ احکام کی حدیث کے بیان میں

(۱۲) عِتْقُ الطَّلْقِ رَسُولُ اللهِ صلی الله } آپ روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

toobaa-elibrary.blogspot.com

عليه وسلم في طلب رجل من
الانصار قد عاه فخرج الانصاري
من بيته الى رسول الله صلى الله
عليه وسلم ورأسه يقطر ماءً
فقال رسول الله صلى الله عليه
وسلم مالرأسك قال دعوتني
وانا مع اهلي فخفت ان احتبس
عليك فعجلت فقمت فصببت
عليّ الماء ثم خرجت فقال هل
كنت انزلت قال لا قال اذا فعلت
ذلك فلا تغتسلنّ اغسل ما مسّ
المرأة منك وتوضأ وضوءك
للصلوة فان الماء من الماء
(مجمع الزوائد)

ایک انصاری کی تلاش میں تشریف لیگئے انکو طلب فرمایا
تو وہ انصاری ایسی حالت میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں حاضر ہوئے کہ سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے
اس پر حضور نے دریافت کیا کہ تمہارا سر کس حالت میں
ہے انھوں نے جواب دیا کہ حضرت نے طلب فرمایا اور
میں اسوقت اپنی بیوی کے پاس تھا مجھکو اندیشہ ہوا کہ
فارغ ہو لینے تک حضور کی خدمت میں پہنچنے میں دیر ہو جائیگی
تو میں جلدی کھڑا ہو گیا اور اپنے اوپر پانی ڈالا پھر نکلکر
حاضر ہوا آپ نے دریافت فرمایا کہ تم کو انزال ہوا تھا
انھوں نے کہا کہ نہیں! ارشاد فرمایا کہ جب کبھی ایسا اتفاق
ہو تو غسل نہ کرو صرف اپنے بدن کے حصہ کو دھولو جس
کا عورت سے مساس ہوا ہے اور نماز کیلئے جیسا
وضو تم کرتے ہو ویسا وضو کر لو نہانیکی ضرورت اس
وقت ہوتی ہے جبکہ منی نکلے۔

یہ حدیث بھی ہم چند باتیں سکھلاتی ہے۔

وہ حضرات جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت و جانشینی کے مدعی ہیں ان کو یہ سبق اس سے سیکھنا چاہیئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس بے تکلفی و سادگی سے اپنے امتیوں کے پاس تشریف فرما ہوا کرتے تھے ان حضرات کو آپ کی امت کے ساتھ کم سے کم اس سادگی اور بے تکلفی کا برتاؤ تو کرنا چاہیئے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

کتنے رنج وغم کی بات ہے کہ ہمارے دل اپنے آقا کی امت کی طرف سے بھی بہت تنگ ہو گئے ہیں اور افسوس ہے کہ ہمارے سینوں میں وسعت نہیں رہی امت محمدیہ تو درکنار اپنے عام ارادتمندوں اور حلقہ بگوشوں سے بھی اس بے تکلفی و سادگی سے پیش نہیں آتے۔

ہمارے خاص لوگ بھی ہم سے اس سادگی و بے تکلفی کے امیدوار نہیں ہوتے حالانکہ اس بے تکلفی کا نفع خود اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو ایک بات کا اتفاقی طور پر علم ہوتا ہے اور فوراً اس کے متعلق شریعت کا مسئلہ بتلا دیتے ہیں اور غالب گمان یہی ہے کہ بغیر اس اتفاقی امر کے یہ صحابی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ نہ پوچھتے۔

سچ یہ ہے کہ اگر ہم اس قسم کی بے تکلفی کا برتاؤ شروع کر دیں تو بہت جلد ہمارے معتقدین ہمارے عیوب سے مطلع ہو کر ہمارے حلقۂ اثر سے نکل جائیں گے اور ہم اسلئے اسکو گوارا نہیں کرتے کہ ان سے جو منافع ہمکو حاصل ہیں اسمیں کمی ہو جائیگی اللھم وفقنا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حاجت و ضرورت کے وقت بلا دریافت خود مسئلہ بتلانا بھی سنت ہے۔ ہاں! ان مقامات پر مسئلہ بتلانے میں احتیاط چاہیے جہاں شریعت نے اجازت نہ دی ہو۔

یہاں اتنا بتلا دینا ضروری ہے کہ اب غسل ضروری ہونے کے لئے منی نکلنے کی شرط نہیں ہے۔ یہ پہلے تھی۔ اب صرف صحبت ہی سے خواہ منی نہ بھی نکلے غسل واجب ہو جاتا ہے۔ حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

انما کانت رخصة فی اول الاسلام ثم امرنا بالغسل بعد (ابن ماجہ ص۴۵)

کہ یہ آسانی اسلام کے شروع زمانہ میں تھی اسکے بعد ہمکو صرف صحبت ہی سے غسل کا حکم دیا گیا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

چنانچہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے علاوہ اور تمام علماء اسلام اس پر متفق ہیں کہ بغیر انزال صرف مجامعت ہی سے غسل واجب ہوجاتا ہے (نووی شرح مسلم)

(۱۱) عنہ قال قلت یا رسول اللہ ان اھلی تغار علیّ اذا انا وطیت جواری قال ربمہ لیعلمن ذلک قلت من قبل الغسل قال اذا کان ذالک منک فاغسل راسک عند اھالک واذا حضرت الصلوٰۃ فاغتسل سائر بدنک (تخریج علامہ زیلعی کتابیہ الطہارۃ صـ۲۷)

آپ روایت فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں جب اپنی لونڈیوں سے ہم صحبت ہوتا ہوں تو میری بیویاں غیرت کھاتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ اُس کا علم کیونکر ہوجاتا ہے۔ آپ نے کہا غسل کی وجہ سے آپ نے فرمایا جب کبھی ایسا اتفاق ہو تو صرف اپنا سر گھر میں دھولو اور جب نماز کا وقت آجائے تو سارا بدن دھو ڈالو (نصب الرایہ فصل فی الغسل)

اس سے آپ کے تعلقات پر روشنی پڑتی ہے کہ آپ اپنے خانگی حالات بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک خدمت میں بے تکلفی سے عرض کر دیتے تھے اور آپ بھی بعینہ ایسا مشورہ دیتے تھے جیسے ایک دوست اپنے بے تکلف دوست کو دیتا ہے۔

آپ ملاحظہ کریں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم خانگی کبیدگی کے دور رکھنے کی کتنی مفید تدبیر بتلاتے ہیں۔ اس سے شارع علیہ السلام کے ان جذبات وخیالات کا بھی پتہ چلتا ہے جو زن وشوہر کے عمدہ تعلقات رکھنے کے متعلق خود شارع ؑ کے تھے۔

حیا وشرم کی باتوں کا حتی الامکان دوسروں کو علم نہ ہونا چاہیئے۔ لیکن جب ادائے فرض میں دشواری ہو تو اب شرم کرنی گناہ ہے۔ ہمارے محدثین نے اس حدیث کو اسلئے ذکر کیا کہ اس سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ غسل میں تمام بدن پر اکٹھا ایک دفعہ پانی بہانا

toobaa-elibrary.blogspot.com

ضروری نہیں ہے بلکہ اجازت ہے کہ بدن کا کچھ حصہ ایک وقت دھو لیا جائے اور دوسرے وقت باقی اعضا پر پانی ڈال لیا جائے سب کو ایک ہی مرتبہ دھونا ضروری نہیں ہے۔

مشائخان طریقت اپنے اپنے ارادتمندوں کو یہ ہدایت کرتے ہیں کہ ہر قسم کا حال اپنے مرشد سے عرض کر کے اسکی ہدایت کے منتظر رہا کریں اس حدیث سے معلوم ہوتا ہی کہ انکی یہ تعلیم بے اصل نہیں ہے اور جو لوگ اپنے مرشد سے جزئی جزئی باتیں کہدیتے ہیں وہ خلاف سنّت نہیں کرتے۔

(۱۸) عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله وملئکته یصلون علی الصف الاول (ابن ماجه فضل الصف المتقدم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خدا تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلی صف پر رحمت نازل کرتے ہیں۔

اس حدیث میں جماعت کی نماز اور سب سے پہلے مسجد جانیکی ترغیب اس انداز سے دی ہے کہ رحمت کے طالب پہلے ذوق وشوق سے جماعت کی اوّل صف حاصل کریں گے۔

بغیر جماعت کے نماز پڑھنے والے یا اسکی پرواہ نہ کرنے والے کہ پہلی صف میں جگہ ملے ذرا خیال کریں کہ وہ کس چیز سے محروم ہو رہے ہیں۔ خدا کی رحمت سے محروم رہنا تو صرف کفار ہی سے مخصوص ہونا چاہئے۔ ایک دوسری حدیث آپ ہی کی اور ملاحظہ کیجئے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز وجماعت کی تاکید ہی نہیں فرماتے تھے بلکہ بنفس نفیس نمازیوں کی حاضری کی نگرانی رکھتے تھے اور اس کا خیال فرماتے تھے کہ جماعت میں اپنے لوگوں سے کوئی غیر حاضر تو نہیں ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۱۹) عنہ قال افیقد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجلاً من اصحابہ فقال این کنت ! فانی لم ادرك الم تشهد الصلوٰۃ قال بلی ولکنی جئت وقد ثبت الناس فکرهت ان اتخطی رقاب الناس قال بلی (مجمع الزوائد باب کراہتہ التخطی)

آپ روایت فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابیوں سے ایک شخص کو غیر حاضر پایا اس سے ملاقات کے وقت پوچھا کہ تم کہاں تھے ؟ میں نے تم کو نہیں دیکھا۔ کیا ہماری (جماعت کی) نماز میں نہیں آئے تھے انھوں نے عرض کیا کہ میں حاضر ہوا تھا لوگ اپنی اپنی جگہ بیٹھ چکے تھے میں نے یہ بُرا سمجھا کہ لوگوں کی گردنیں پھاندوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عذر قبول فرمالیا۔

پہلی حدیث میں صفِ اوّل کی ترغیب تھی اس حدیث سے یہ تعلیم و تنبیہ ہوئی کہ کسی کو ایذا دیکر اور کسی کا دل دکھا کر پہلی صف میں جگہ لینا ایسی بات ہے جسکو صحابہ رضوان اللہ علیہم ناپسند فرماتے تھے۔ اس حدیث سے تاکید جماعت کے علاوہ دینی امور میں تفتیش کی اجازت اور اس کا مسنون ہونا معلوم ہوا اور اس سے مجلس کا ادب بھی معلوم ہوا کہ لوگوں کو چیر کر یا ان کے کندھے پھاندکر یا کسی اور طریقہ سے ایذا و تکلیف دیکر اونچی یا اچھی جگہ نہ لینی چاہئے۔ یہ بات تہذیب کے خلاف ہے۔

یہ حدیث ہم کو یہ بھی تعلیم دیتی ہے کہ عذر کرنیوالے پر زیادہ ملامت کرنی نہ چاہیئے یہ مکارم اخلاق کے خلاف ہے اور نہ زیادہ حجت ہی کرنا مسنون ہے۔ عذر کرنیوالے کے عذر کو نیک نیتی پر محمول کرنا چاہیئے اور یہی عالی حوصلگی اور وسعت قلبی کے شایان ہے۔ ہلال بن العلاء کہتا ہے۔

اقبل معاذیر من یاتیك معتذراً
اس شخص کے عذر کو قبول کر لو جو عذر کرے

ان برّ عندك فیما قال او فجرا
خواہ اپنے عذر میں وہ جھوٹا ہو یا سچا

toobaa-elibrary.blogspot.com

فقد اطاعك من ارضاك ظاهرہ	وقد اجلك من يعيك مستترا
جیسے تجھکو اپنے ظاہر حال سے خوش کرنا چاہا وہ تیرا مطیع ہے	اور جو تجھ سے چھپ کر گناہ کرتا ہے وہ تیری تعظیم کرتا ہے
(۲۰) عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ	آپ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
علیہ وسلم اذا صلت المراۃ خمسہا	نے ارشاد فرمایا کہ عورت جب اپنی پانچ نمازیں پڑھلے
وصامت شہرھا وحفظت فرجہا	اور اپنے رمضان کے روزے رکھ لے اور اپنے شوہر کے
واطاعت بعلہا قیل لہا ادخلی	خاص حقوق کی نگہداشت کرے اور شوہر کے احکام کی
من ای ابواب الجنۃ	تعمیل راضی رغبت اور خوشی سے کرے تو اس سے کہا
شئت (مسند حنبل)	جائیگا کہ جنت کے جس دروازے سے تم جنت میں جانا چاہتی
	ہو اسی سے چلی جاؤ۔

یہ چار چیزیں ہیں جس پر اگر عورت عمل کرے تو اسکو اس امت کے صدیق اکبرؓ کو جسکی بشارت دیگئی ہے تھوڑے فرق کے ساتھ اسکی وہ مستحق ہوجاتی ہے اسکے بعد بھی عورتیں اگر اتنی بڑی نعمت سے محروم رہیں تو اس سے زیادہ کیا بدبختی اور کم نصیبی ہوسکتی ہے۔

نماز روزہ کی پابندی اور شوہر کے خاص حقوق کی حفاظت کے بعد جو بہت عورتیں کرتی ہیں صرف ایک بات باقی رہ جاتی ہے اور وہ بھی کچھ سخت و مشکل نہیں اسکا یہ لطف یہ کہ آخرت میں ہم کو اتنا بڑا حق تو حاصل ہوتا ہی ہے اسکے ساتھ دنیاوی زندگی بھی جتنے لطف و عیش سے کٹتی ہے کہ بیان میں نہیں آسکتی۔

فقر و فاقہ کی حالت میں بھی ان کی مصیبت بھری گھڑیاں اتنی ہی جلد اور ویسے ہی لطف و مزہ سے گذر جاتی ہیں جس طرح عیش و مسرت کے دن۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہ نتیجہ اور ثمرہ ہے دین سے بے پروائی کا اور مذہب سے ناواقف ہونے کا حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص اپنی لڑکی کو لیکر حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا

کہ میری یہ بیٹی نکاح سے انکار کرتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے باپ کا کہا مان تو اس نے عرض کی کہ خدا کی قسم اسوقت تک ہرگز نکاح نہ کروں گی جبتک آپ تبلا نہ دینگے کہ بیوی پر شوہر کا کیا حق ہے آپ نے فرمایا کہ بیوی پر یہ حق ہے کہ اگر شوہر کو زخم ہے اور بیوی نے اسکو چاٹ لیا یا اسکے نتھنوں سے پیپ یا خون بہ رہا ہو اور بیوی اسکو نگل لے تو بھی حق ادا نہ ہو۔

ابنتی هذه ابت ان تتزوج فقال لها اطیعی اباک قالت والذی بعثک بالحق لا اتزوج حتی تخبرنی ما حق الزوج علی زوجته قال حق الزوج علی زوجته لو كانت قرحة فلحستها او سال منخراه صدیدا او دما ثم ابتلعته ما ادت حقه (مسند بزار نقلا عن جمع الفوائد صـ ۲۲۷)

وہ حدیث تو بہت مشہور ہے جسمیں ارشاد ہوا ہے کہ خدا کے سوا کسی اور کو سجدہ جائز ہوتا تو میں عورتوں کو حکم کرتا کہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں کیونکہ

اللہ تعالیٰ نے مردوں کا بیویوں پر اتنا ہی حق رکھا ہے (کہ جتنی وہ شوہروں کی عزت کریں کم ہے۔)

لما جعل اللہ لهم علیهن من الحق (ابوداود)

شوہر فضول اور بیکار کام کا بھی حکم دے تو بیوی کو ضرور کرنا چاہئے اگرچہ کتنی ہی محنت کا کام کیوں نہ ہو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا کہ۔

اگر شوہر بیوی کو حکم دے کہ پتھر کے ٹکڑے زرد پہاڑ سے لیکر کالے پہاڑ پر اور کالے پہاڑ سے سفید پہاڑ پر لیجائے تو اس کو کرنا چاہئے۔

ولو امرها ان تنقل من جبل اصفر الی جبل اسود ومن جبل اسود الی جبل ابیض كان ینبغی لها ان تفعله (مشکوٰة)

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے دریافت کیا کہ کونسی بیوی اچھی کہلائیگی آپ نے ارشاد فرمایا کہ

وہ بیوی کہ جب شوہر اسکو دیکھے تو یہ خوش کر دے اور جب کوئی حکم اسکو دے تو اسکی اطاعت کرے اور شوہر کی مخالفت نکرے نہ اپنے جان کے بارے میں اور نہ اپنے مال کے بارے میں ایسی بات سے جو شوہر کو ناگوار ہو

التی تسرہ اذ انظر وتطیعہ اذا امر ولا تخالفہ فی نفسھا ولا مالھا بما یکرہ (نسائی)

ایک دوسری حدیث نے اس حدیث کی اخیر بات کو اور صاف کر دیا ارشاد ہے کہ

عورت کو اپنے مال میں کوئی کام جائز نہیں ہے جب اسکا شوہر اسکی عصمت کا مالک ہے

لا یجوز لامرأۃ امر فی مالھا اذا ملک زوجھا عصمتھا (جمع الفوائد کتاب الزکوۃ ج ۱)

ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے جتنا دور ہوتے جاتے ہیں اتنا ہی ہمارے دلوں میں بھلائیوں کی جگہ برائیاں لیتی جاتی ہیں۔ ہمارے دلوں سے نیک باتوں کی رغبت گھٹتی جاتی ہے بری اور نقصان دہ باتوں کی خواہش بڑھتی جاتی ہے آج سے پچیس برس پہلے جدید تعلیم کے سبب سے یا امور دینیہ کی جہالت کیوجہ سے روزہ نماز سے جتنی بے پروائی مردوں نے برتنی شروع کی تھی اور جس تعداد میں مرد بے نماز اور بے روزہ دار ہوتے تھے عورتوں میں یہ تعداد بہت کم تھی اور عورتوں کی حالت نماز روزہ کے بارے میں مردوں سے اچھی تھی اب جو رہ گئے ہیں ان کی صحبت کا اثر کہئے یا اچھے لوگ جو تھے وہ ختم ہو گئے اب انکی صحبت نہیں ملتی اس وجہ سے غرض جو کچھ بھی وجہ ہو اب حالت بالکل برعکس ہے۔ دلی قلق اور صدمہ کیساتھ یہ عرض کر رہا ہوں کہ مردوں کے کچھ دنوں بعد ہی عورتوں نے

toobaa-elibrary.blogspot.com

روزہ نماز کو خیرباد کہنا شروع کر دیا۔

یہ انکی کمزوری کی علامت ہے کہ اب انکا بے نمازی پن اور بے روزہ داری مردوں سے بہت زیادہ بڑھگئی ہے کچھ تو یہ کہ وہ خراب لوگ جو نماز چھوڑ بیٹھے تھے وہ اس کی برائیوں سے مطلع ہوکر توبہ کر چکے ہیں اور نیک بنگئے ہیں اور اب پھر نماز روزہ میں مستعدی کرتے ہیں لیکن عورتوں کی حالت روزبروز زیادہ بری ہو رہی ہے۔ اس میں کیا شک ہے کہ اب عورتوں کے نمازی اور روزہ دار ہونے میں اس سے زیادہ دیر لگے گی کہ جتنے دیر میں کہ وہ بے نمازی اور بے روزہ دار ہوئی ہیں بلکہ ان کی اصلاح کیلئے بہت زیادہ محنت و کوشش کی ضرورت ہے جبتک کہ تمام وہ لوگ جو عورتوں سے کسی قسم کا تعلق رکھتے ہوں اپنے مراتب کے موافق نماز و روزہ کی تاکید اور نگرانی نہ رکھیں صرف اکیلے باپ کا کہنا یا صرف تنہا شوہر کا کہنا فطرتی بات بنانے والیوں پر کچھ مفید اثر نہ کریگا اور نہ کر سکتا ہے۔

اس حدیث سے یہ تعلیم ملتی ہے اور یہ سیکھنا ہے کہ جب کسی کے متعلق ہمارا کام ہو اور وہ اس کے ضروری باتوں کو پورا کر دے تو اور باتوں سے خواہ وہ اس کے آداب ہوں یا اور امور سب سے درگزر کرنا چاہئیے

ہم کو حکم دیا گیا ہے تخلقوا باخلاق اللہ خدا کے اخلاق سے متصف بننے کی کوشش کرو اور حدیث بالا سے ہم کو بتلایا کہ عورت جب ان چار اہم ترین فرائض کو انجام دیدیگی او سوقت اور باتوں سے سبکدوش کر دیجائیگی۔ اسکی اور برائیوں سے آنکھ چرائی جائے گی وہ سب باتیں معاف کر دیجائینگی ایسا ہی ہمکو اپنے زیر اثر لوگوں سے یہی برتاؤ کرنا چاہئیے خواہ وہ ہمارے ملازم ہوں یا ہماری اولاد یا ہماری بیوی یا ہمارے بھائی یا اور عزیز دوست ہاں! جبتک بڑے بڑے فریضوں کو پورا کر کے سبکدوشی نہ حاصل کیجائے تو پھر

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہر چھوٹی سے چھوٹی بات پر گرفت کیجا سکتی ہے۔

نضر بن شیبان نے ایک مرتبہ آپ کے صاحبزادہ ابو سلمہؓ بن عبدالرحمٰنؓ سے فرمائش کی کہ آپ کوئی ایسی روایت بیان فرمادیں جو خود اپنے سے بلا واسطہ اور آپ کے والد نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکو اپنے کانوں سنا ہو۔ اس فرمائش پر آپکے صاحبزادے نے تراویح کی حدیث سنائی وہ یہ ہے۔

عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تبارک وتعالیٰ فرض صیام رمضان علیکم وسننت لکم قیامہ فمن صامہ وقامہ ایماناً واحتسابا خرج من ذنوبہ کیوم ولدتہ امہ (نسائی کتاب الصوم ص۳۰۸)	حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزہ فرض کئے اور میں نے رمضان کا قیام (تراویح) مسنون کیا اب جو ایمان کیساتھ سے اور ثواب کی نیت سے روزہ رکھے اور (نماز کا) کا قیام بھی کرے تو گناہوں سے ایسا نکلجاتا ہے جیساکہ اپنی پیدائش کے دن (گناہوں سے بری تھا)

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مخلص بندے کے روزے اور تراویح کا ثمرہ تمام گناہوں کی مغفرت بتلاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ گناہوں سے ویسا پاک ہوجاتا ہے جیسا کہ پیدائش کے دن پاک وصاف تھا۔

خدا تعالیٰ نے رمضان شریف کے دنوں کو عبادت اور فرماں برداری سے بھرپور کر دیا تھا۔ دن بھر نفس مشقت اٹھانے کے بعد شب کے گناہوں پر جبری نہیں ہو سکتا تھا مگر پھر بھی جاگنے کا جو معمولی وقت ہے اسمیں غفلت کا اندیشہ تھا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنے حصہ کو تراویح کی بیس رکعتوں سے معمور فرما دیا۔ ایک تو یہ کہ اس معمولی وقت کے میں خدا کی یاد سے غفلت ہوگی دوسری وجہ یہ ہے کہ رمضان شریف اپنی عزت وحرمت

toobaa-elibrary.blogspot.com

وجہ سے ایک نئی عبادت کے ساتھ ساتھ اس کا بھی مستحق تھا کہ اسکے علاوہ معمولی ایام میں جو پابندی سے عبادت کیجاتی ہے اسمیں خود بھی کوئی اضافہ اور زیادتی کیجائے چنانچہ معمولی دنوں میں جتنی رکعت نماز ہم پر واجب تھیں اتنے ہی یعنی بیس[۱] رکعت ہمارے ذمہ اور دی گئیں جو باتیں اور کام ہمارے ذمہ ضروری ہوں اور ان کے نہ کرنے سے ہم کو سزا کا خوف ہو انکا پورا کرنا ہم کو کسی تعریف کا مستحق نہیں بناتا اسلئے ان بیس رکعت کو بجائے واجب کے سنت کردیا گیا۔ دن کا روزہ اس بات کا امتحان ہے کہ ہم میں کون فرماں بردار ہے اور کون نافرمان، اور رات کی تراویح اس کا امتحان ہے کہ ذوق و شوق کی لہریں کس کس بندے کے دل میں موجیں مار رہی ہیں ایک بات یہ بھی ہے کہ رمضان میں اس کا نمونہ اغیار کو دکھلاتے ہیں کہ ہم دن رات اپنے کو خدا کی عبادت میں مصروف و مشغول رکھ سکتے ہیں۔ روزہ بے نیاز ہونیکا نام ہے جو فی الحقیقت صرف خدا تعالیٰ ہی کی شان ہے حدیث قدسی ہے۔

الصوم لی } روزہ (یعنی حقیقی بے نیازی) مجھ ہی سے مخصوص ہے

ہم کو تخلقوا باخلاق اللہ کے تحت اپنی خواہشات سے مستغنی اور رکنے کا حکم دیا گیا ہے تو اب اصطلاحی روزہ اپنی شہوتوں سے رکنے کا نام ہے۔

اور اس ضبط نفس کی مشق کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ہمارا نفس ہمارے قابو میں ہو جائے اور جب نفس قابو میں ہو گیا تو ہم سے گناہ نہیں ہو سکتا۔

نفس جب ہمارے قبضہ میں آگیا تو کیوں آپ کو اسمیں شک ہے کہ ہم گناہ سے ویسے بری نہیں ہو گئے جیسے اپنی پیدائش کیوقت بری تھے۔

---

[۱] فجر ظہر عصر مغرب عشا کی سترہ رکعت اور تین رکعت وتر کی بھی واجب ہیں تو کل واجب بیس رکعت ہوئیں ۱۲ ر

toobaa-elibrary.blogspot.com

روزہ دار ہونے کے بعد جب سارے عالم سے ہم بے نیاز ہو گئے تو آپ کو کیوں نہیں یقین آتا کہ ہم گناہوں اور اسکی لذتوں سے بھی بے نیاز ہو گئے۔

ہم سے اور گناہوں سے کوئی واسطہ نہ رہا اور ہم ویسے ہو گئے جیسے کہ اپنی ماں کے پیٹ سے نکلے تھے۔

چونکہ بے نیازی خدا کی مخصوص صفت تھی اسلئے اسکی جزا میں بھی خصوصیت کا اظہار کیا گیا اور اُجزی بہ (میں اس کا بدلہ دونگا) نہیں فرمایا گیا بلکہ ارشاد ہوا اور میں خود اس کا بدلہ دونگا۔ } و انا اجزی بہ

خواہ وہ صرف لقاء دیدار الٰہی کی صورت میں ہو یا ہم لقا ہم عطا ہم خرما ہم ثواب۔

(۲۲) عتبتہ لا یغلبنکم الاعراب علی اسم صلوٰتکم العشاء فان اللہ قال ومن بعد صلوٰۃ العشاء ثلاث عورات لکم والاعراب یسمیھا العتمۃ وان العتم حلاب الابل (مسند ابو العلی قلمی)	بدوی لوگ تمہاری عشا کی نماز کے نام پر غالب نہ آجائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس نماز کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوۃِ الْعِشَاءِ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّکُمْ اور عرب اس کو عتمہ کہتے ہیں اور عتمہ در حقیقت اونٹ کے دودھ دوہنے کا وقت ہے۔

لے عتمہ کے لغوی معنے سیاہی کے ہیں صاحب تر دتہ اہل عرب کا قاعدہ تھا کہ شام کو چرانے کے بعد اونٹوں کو لاکر ان کے اصطبل میں آرام لینے کا موقع دیا کرتے تھے اسکے بعد دودھ دوہا کرتے تھے یعنی غروب آفتاب کے تقریباً ڈیڑھ دو گھنٹہ بعد جب رات کی تاریکی خوب غالب ہو جاتی تھی اسی مناسبت سے دودھ دوہنے کا نام اعتام رکھا گیا۔ اس روایت کو علامہ حصاص رازی نے اپنی تفسیر احکام القرآن میں نقل کیا ہے اسکے الفاظ مطلب پر وضاحت سے دلالت کرتے ہیں اس لئے اس کو لکھتا ہوں کہ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا تاکیدی حکم دیا کہ مذہب کیطرف سے جو نام مقرر کیا جائے اسکی پابندی ضروری ہے اس نام کے علاوہ اور نام سے یاد کرنا کسی طرح مناسب نہیں کیونکہ دوسرا نام اسیوقت تجویز ہوتا ہے جبکہ پہلا نام محبوب نہ ہو بلکہ کسی وجہ سے ناپسند ہو۔ اب غور کرنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ نے جو نام رکھا اور قرآن میں رکھا اسکو تم محبوب نہ رکھو اور ناپسند کرو تو کہاں تک صحیح و درست ہوگا اور ہم کو سوچنا چاہیئے کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ شریعت اپنا تجویز کردہ نام بدلنے سے سختی سے روکتی ہے اور ہمکو منع کرتی ہے کہ دوسروں سے مغلوب ہوکر اپنی وضع کو چھوڑ بیٹھیں۔

(۲۳) عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تخرج لہ العنزۃ فی العیدین حتی یصلی الیہا کان یکبر ثلث عشرۃ تکبیرۃ وکان ابوبکر وعمر رحمۃ اللہ علیہم یفعلان ذلک (باب صلوٰۃ العیدین مجمع الزوائد و ابن ماجہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عیدین میں نیزہ نکالا جاتا تھا تاکہ آپ اسکو سترہ بناکر نماز پڑھیں اور تیرہ تکبیریں فرماتے تھے اور حضرت شیخین بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

عیدین کی نماز کی تکبیروں میں بہت اختلاف ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے معلم الامۃ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فتویٰ پر عمل کیا ہے کیونکہ اس بارے میں کوئی صحیح حدیث مرفوع مروی نہیں ہے عجب نہیں کہ اس اختیار کیوجہ یہ ہو کہ زائد تکبیریں سوائے عیدین کے اور کہیں نہیں ہیں کسی اور نماز میں اگر کوئی زائد تکبیر کہے تو وہ بالاتفاق

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ "درحقیقت عتمہ اونٹوں کے دودھ دینے کی اسوقت تک تاخیر کا نام ہے جبکہ سیاہی غالب ہو جائے" | وانما العتمۃ عتمۃ الابل للحلاب

toobaa-elibrary.blogspot.com

سب کے نزدیک مکروہ ہوگی تو امام صاحب نے اس فتویٰ کو اختیار کیا جسمیں تکبیر کی تعداد سب سے کم تھی اس تعداد تک تکبیر کہنا کسی کے نزدیک بھی مکروہ نہیں اور اس تعداد کو نہیں لیا جسمیں کسیکو اختلاف تھا تاکہ متفقہ بات پر عمل ہو یعنی معمولی تکبیروں کے علاوہ ہر رکعت میں تین تین تکبیریں اور کہی جائیں

(۲۴) عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال صلاة الهجير مثل صلاة الليل (مجمع رواه الطبراني في الكبير ورجاله موثقون)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آفتاب ڈھلجانے کے بعد کی نماز تہجد کے جیسی نماز ہے۔ (مجمع الزوائد للعلامہ ہیثمی)

(۲۵) عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم ان رجلا قام يوم الفتح فقال يا رسول الله اني نذرت لله ان فتح الله عليك مكة ان اصلي في بيت المقدس ركعتين قال صل ههنا ثم اعاد عليه فقال صل ههنا ثم اعاد عليه فقال شانك اذاً (ابوداؤد باب من نذر ان يصلي في بيت المقدس ج ۳ صہ ۲۳۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے فتح مکہ کے دن کھڑے ہوکر سوال کیا کہ یا رسول اللہ میں نے یہ منت مانی تھی کہ خدا جب مکہ فتح کریگا تو بیت المقدس میں دو رکعت نماز پڑھوں گا حضور نے فرمایا یہیں پڑھلو پھر دوبارہ یہی عرض کیا پھر یہی ارشاد ہوا تیسری بار جب یہی عرض کیا تو ارشاد ہوا کہ اب تم جانو!

کسی معین جگہ نماز کی نذر سے صرف نماز واجب ہوجاتی ہے جہاں بھی نماز پڑھ لے ادا ہوجائیگی جگہ کی تعیین باقی نہیں رہتی (شرح معانی الآثار طحاوی)

(۲۶) عبد الرحمن بن عوف رضي الله عنه قال سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم اي الليل اسمع قال

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ رات کے کس حصہ میں دعا زیادہ قبول ہوتی ہے آپنے فرمایا کہ رات کے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

[١] جوف اللیل الآخر ثم الصلوٰۃ مقبولۃ حتی تطلع
الشمس ثم لا صلوٰۃ حتی تکون الشمس
قید رمح او رمحین ثم الصلوٰۃ مقبولۃ
حتی یقوم الظل قیام الرمح ثم لا صلوٰۃ
حتی تزول الشمس قید رمح او رمحین
ثم الصلوٰۃ مقبولۃ ثم لا صلوٰۃ حتی تغیب
الشمس ثم قال ایما امرء مسلم اعتق
امرأ مسلما فهو فکاکه من النار یجزی
بکل عظم منه عظما منه وایما امرأة
مسلمة اعتقت امرأة مسلمة فهی فکاکها
من النار یجزی بکل عظم منها
عظما منها وایما امرئ مسلم اعتق
امرأتین مسلمتین فهما فکاکه من النار

[١] آخری حصہ کا درمیانی حصہ پھر طلوع آفتاب تک نماز مقبول
ہوتی ہے پھر جبتک آفتاب ایک یا دو نیزہ بلند نہو جائے
نماز کا وقت نہیں ہے پھر اس وقت تک نماز مقبول ہے کہ
سایہ مثل نیزہ کے ٹھیر جائے یہانتک کہ ایک یا دو نیزہ کے
انداز سے آفتاب ڈھل جائے اس ڈھلنے سے پہلے
پہلے نماز کا وقت نہیں ہے پھر نماز مقبول ہوتی ہے غروب
آفتاب تک۔ اسکے بعد فرمایا کہ جو مسلمان مرد ایک مسلمان
مرد کو آزاد کرتا ہے وہ آزاد اس آزاد کرنیوالے کی جہنم سے
آزادی کا سبب بنتا ہے آزاد کی ہر ہڈی آزاد کرنیوالے
کی ہر ہڈی کے بدلے ہیں اور جو مسلمان عورت کسی مسلمان
عورت کو آزاد کرتی ہے تو آزاد عورت آزاد کرنیوالی کی
جہنم سے آزادی کا سبب بنتی ہے اسکی ہر ہڈی اسکی ہڈی
کے عوض اور جو مسلمان مرد مسلمان دو عورتوں کو آزاد کرے

---

[١] لطیفہ۔ بزرگوں نے لکھا ہے کہ رات کی آخری تہائی میں استجابت کی ساعت ہے۔ اسی وقت حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم میں تشریف فرما ہوئے ہیں جنکو اس ساعت کے پانیکی طلب ہو وہ اگر سورۂ کہف کی آخری چار آیتیں پڑھ کر سو رہا کرے تو اس ساعت میں آنکھ ضرور کھلجائیگی۔ بہت بزرگوں نے تجربہ فرمایا ہے مرشدی و ملجائی حضرت جد امجد قدس سرہ بھی مسترشدین کو بتلاتے تھے اور تاکید فرماتے تھے کہ شب کا کھانا ذرا کم کھایا کرو۔ ناچیز نے بھی اس کو تجربہ پایا ہے ١٢ ر

toobaa-elibrary.blogspot.com

یخیری بکل عظمین من عظامہا عظماً منه (رواہ الطبرانی و رواتہ الا ان ابا سلمۃ لم یسمع من ابیہ (ترغیب منذری۔)

تو وہ دونوں اس آزاد کرنیوالی کی جہنم سے آزادی کا سبب بنتی ہیں ان دو کی ہر ہڈی کے جوڑے اسکی ایک ایک ہڈی کے عوض۔

(۲۷) سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا اشك احدکم فی صلوٰتہ فلم یدر واحدۃ صلی ام ثنتین فلیجعلها واحدۃ واذا لم یدر ثنتین صلی ام ثلاثا فلیجعلها ثنتین واذا لم یدر ثلاثا صلی ام اربعاً فلیجعلها ثلاثا ثم یسجد اذا فرغ من صلاتہ وھو جالس قبل ان یسلم سجدتین (ابن ماجہ)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ تم میں سے جب کسی کو نماز میں شک ہو اور پتہ نہ چلے کہ ایک رکعت نماز پڑھی ہے یا دو رکعت تو اسکو ایک قرار دے اور جب پتہ نہ چلے کہ دو پڑھی ہیں یا تین اسکو دو قرار دے اور جب پتہ معلوم ہو سکے کہ تین پڑھی ہیں یا چار تو اسکو تین قرار دے پھر جب نماز سے فارغ ہو تو سلام سے پہلے دو سجدے کرے

معجم طبرانی نے اس حدیث کو مختصر الفاظ میں نقل کیا ہے۔

اذا شك احدکم فی النقصان فلیصل حتی یکون الشك فی الزیادۃ (اتحاف المہرۃ فی اطراف العشرۃ قلمی)

جب نماز کی رکعت کے کم کا شک ہو تو اور ایک رکعت پڑھ لو کہ نماز کے پورا ہونے کا یقین ہو جائے گو زیادتی کا شک رہے

سجدۂ سہو میں ہمارے یہاں یہ ہے کہ ایک طرف سلام پھیر کر دو سجدہ کرے اور دوبارہ التحیات پڑھ کر درود دعا کے بعد دوسرے بار سلام پھیر کر نماز ختم کرے۔ ان بارے میں

toobaa-elibrary.blogspot.com

جو حدیثیں آئی ہیں ان سب پر نظر ڈالنے سے بہتر یہی طریقہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک طرف سلام پھیر کر سجدہ کرے اور پھر التحیات و درود کے بعد معمولی سلام پھیر دے۔

(۲۸) عنه دخلت المسجد ورسول الله صلى الله عليه وسلم خارج من المسجد فتبعته امشي وهو لا يشعر حتى دخل نخلاً فاستقبل القبلة فسجد فاطال السجود وانا وراءه حتى ظننت ان الله قد توفاه فاقبلت امشي حتى جئته فطأطأت راسي انظر في وجهه فرفع راسه فقال مالك يا عبد الرحمن قال فذكرت ذلك له فقال ان جبريل عليه السلام قال الا ابشرك ان الله عز وجل يقول من صلى عليك صليت عليه ومن سلم عليك سلمت عليه (مستدرك ج۱ ص۲۲۲)

آپ سے روایت ہے کہ میں مسجد میں داخل ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے نکل رہے تھے تو میں آپکے پیچھے پیچھے چلتا رہا اور آپ کو اسکی خبر نہ تھی چنانچہ آپ کھجور کے درختوں میں داخل ہو گئے اور قبلہ کیطرف منہ کر کے سجدہ میں تشریف لے گئے اور بہت دیر تک سجدہ کیا میں آپ کے پیچھے ہی تھا آپ کی اتنی دیر سے یہ خیال ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اٹھا لیا تو میں چلکر آیا اور آپ کے پاس پہنچکر اپنا سر جھکا کر آپکے منہ مبارک کو دیکھنے لگا آپنے سر اٹھا دیا اور پوچھا کہ تم کو عبد الرحمٰن! کیا ہوا ہے، آپ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے دل کے خیال کا آپ سے تذکرہ کیا آپ نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھ سے کہا تم کو اس بات کی بشارت نہ دوں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جو تم پر درود بھیجے گا میں اس پر رحمت نازل کرونگا

لہ یہ سجدۂ شکر امام ابو حنیفہ کے نزدیک بھی مستحب ہے۔ ہاں نماز کے بعد مکروہ اسی وجہ سے ہو گیا کہ ناواقف لوگ اسکو سنت یا واجب سمجھنے لگے ہیں جب جائز چیز کو سنت یا واجب سمجھا جائے تو وہ مکروہ تحریمی ہو جاتی ہے (شامی بیان سجدہ شکر و بیان مستحبات وضو وغیرہ) ۱۲ منہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

(مسند احمد۔) } اور جو تم پہ سلام بھیجیگا اس پر میں سلامتی نازل کرونگا

نماز ہی کے مسائل کے متعلق علامہ ابن حجر نے تلخیص الحبیر میں آپکی ایک حدیث کا پتہ دیا ہے سنن بیہقی کے دیکھنے سے پتہ چلا کہ اس حدیث کا سلسلہ آپ ہی کی ذات پر ختم ہو جاتا ہے۔ رسالتمآب صلی اللہ وسلم تک نہیں پہنچتا۔

الحائض تطھر قبل طلوع الفجر بركعة يلزمها المغرب والعشاء جميعا واذا طهرت قبل ان تغرب الشمس صلت الظهر والعصر جميعاً (باب الوقت الاول صـ۱۷)	حیض والی عورت فجر (صبح صادق) ہونے سے پہلے پاک ہو جائے تو اسکو مغرب اور عشا دونوں پڑھنی ہونگی اور جب غروب آفتاب سے پہلے پاک ہو تو ظہر اور عصر دونوں اس کو پڑھنی ہونگی۔

غروب آفتاب سے صبح صادق تک مغرب، عشا دونوں کا وقت رہتا ہے اور ظہر و عصر دونوں کا ایک وقت ہے آفتاب کے ڈھلجانے کے بعد سے غروب تک یہ وقت باقی رہتا ہے مگر عشا کی نماز اسوقت تک نہ ہوگی جبتک مغرب نہ پڑھ لی جائے اور اسطرح عصر کی نماز کا وقت ظہر سے فارغ ہونے کے بعد شروع ہوگا۔

یہ اس حدیث کا مطلب عرض کیا گیا لیکن اس حدیث کو حضرت عبدالرحمن رضؓ سے جو روایت کرتا ہے وہ آپ ہی کا آزاد کردہ غلام ہے اور اس کا کچھ حال معلوم نہیں اسلئے اسکی بیان کردہ روایت کا اعتبار نہیں ہوسکتا چہ جائیکہ بہت سی صحیح حدیثوں سے ثابت ہوگیا ہے کہ دومثل سایہ ہونے کے بعد ظہر کا اور شفق ابیض کے بعد مغرب کا وقت نہیں رہتا۔

روزہ

(۲۹) صـ۱۴۷ عنہ قال قال النبی صلی اللہ } حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سفر میں روزہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

عليه وسلم الصيام في السفر كالافطار في الحضر - (نسائی شریف صـ ٣٦٥ طبع نظامی قدیم)

رکھنا ایسا ہے جیسا کہ گھر پر بے روزہ رہنا۔

سفر میں اس طریقہ سے روزہ رکھے کہ اپنے نفس پر سخت مشقت برداشت کرنی ہو یا ہماری وجہ سے ساتھیوں کو تکلیف پیش آئے اس سے یہ بہت بہتر ہے کہ بے روزہ رہے۔ حدیث دراصل یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر کی تفسیر ہے شریعت تکلیف مالا یطاق کو یعنی وہ تکلیف جو نبھ نہ سکے اچھا نہیں سمجھتی۔

(۳۰) عنه قال سمعت رجلا يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعمر بن الخطاب يا ابا حفص انك فيك فضل قوة فلا تؤذ الضعيف اذا رأيت الركن خلوا فاستلم والا فكبر وامض (تيسير الوصول ج ۱)

میں نے ایک شخص کو سنا کہ وہ کہتا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ ابا حفص تم میں قوت زیادہ ہے کمزور ضعیف کو مت ستانا جب حجر اسود کو خالی دیکھو بوسہ دو اور اگر وہاں بھیڑ ہو تو تکبیر کہو اور آگے بڑھ جاؤ۔

امام مالک رضی اللہ عنہ نے آپ کو بھی یہی فرمان جو دیا گیا تھا اس کو نقل کیا ہے

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعبد الرحمن بن عوف كيف صنعت يا ابا محمد في استلام الحجر فقال عبد الرحمن استلمت وتركت فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم اصبت

الركن الاسود

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن سے ارشاد فرمایا اے ابا محمد حجر اسود کے بوسہ دینے میں تمہارا کیا طریقہ رہا آپ نے عرض کیا حضرت میں نے بوسہ بھی دیا اور نہیں بھی دیا ارشاد ہوا کہ یہی درست ہے۔

یہ دونوں حدیثیں ہم کو یہ سکھاتی ہیں کہ اگر دوسروں کی اذیت کا خیال ہے تو

toobaa-elibrary.blogspot.com

بعض اوقات اپنے دینی نفع سے بھی رکجانا چاہیئے

(۳۱) عن عبد الله بن عامر بن ربيعة [16] قال سمع عمر ابن الخطاب صوت ابن المعترف او ابن الغرف الحادي في جوف الليل ونحن منطلقون الى مكة فاوضع عمر راحلته حتى دخل مع القوم فاذا هو عبد الرحمن قد طلع الفجر هي الان اسكت الفجر قد طلع الفجر اذكروا الله قال ثم ابصر على عبد الرحمن (وهو محرم[1]) قال وخفان فقال قد لبستهما مع من هو خير منك يعني رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال عمر عزمت عليك الا نزعتهما فاني اخاف ان ينظر الناس فيقتدون بك (مسند حنبل)

عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر ابن الخطاب ابن المعترف یا ابن الغرف کی آواز سنی جو درمیانی شب میں حُدی گا رہا تھا اور ہم مکہ جا رہے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی سواری کو تیز کرایا یہانتک کہ قافلہ سے ملگئے اچانک حضرت عبد الرحمن پر نظر پڑی اور صبح ہو چکی تھی (حضرت عمر نے فرمایا) کہ یہ اب فجر ہے چپ ہو جاؤ صبح ہو چکی اللہ کا ذکر کرو راوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد الرحمن رض پر حضرت عمر رض نے کچھ دیکھا اور فرمایا (دو خفان) اور خف بھی ہیں حضرت عبد الرحمن رض نے کہا کہ میں نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی پہنا ہے حضرت عمر نے فرمایا کہ میں تم کو قسم دیتا ہوں ورنہ تم اسکو اتار دو مجھکو یہ خیال ہے کہ لوگ دیکھینگے اور تمہاری اقتدا شروع کردینگے۔

باہمی اختلاف سے کتنا پرہیز کرتے تھے اپنی مرضی اور تحقیق کے خلاف حضرت عمر رض کے کہنے کی تعمیل کی اگر علمائے کرام اپنے اجتہاد کے خلاف دوسرے عالم کی بات مان کر اختلاف و فساد کا سبب نہ بنا کریں تو کیا ان کو ثواب نہ ملیگا!

[1] یہ قید میں لے ابو العلی موصلی کی روایت سے بڑھائی ہے اور احرام ہی کی حالت میں خف پہننا ناجائز ہے ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

(١٤/٣٢) عنه المحرم يصيب الظبي شاة (اتحاف المهرة)

محرم جب ہرن کا شکار کرے تو اسکے بدلہ ایک بکری ذبح کرنی ہوگی۔

حُرمتِ مدینہ

(١٨/٣٣) عن ابراهيم بن عبد الرحمن بن عوف قال اصطدت طيرا بالقبلة فخرجت به في يدي فلقيني ابي عبد الرحمن بن عوف فقال ما هذا فقلت طيرا اصطدته بالقبلة فعرك اذني عركا شديدا ثم ارسله من يدي ثم قال حرم رسول الله صلى الله عليه وسلم صيد ما بين لابتيها (شرح معاني الآثار للطحاوي بحوالہ مجمع ص ١٩٥)

آپ کے صاحبزادے ابراہیم روایت کرتے ہیں کہ میں نے قبلہ[1] سے ایک پرندہ پکڑا میں اسکو ہاتھ میں لے نکلا مجکو میرے باپ حضرت عبد الرحمن بن عوف ملے مجھ سے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ میں نے کہا کہ پرندہ ہے میں نے قبلہ سے اسکو پکڑا ہے یہ سنکر میرا کان بہت زور سے اینٹھا۔ پھر میرے ہاتھ سے لیکر چھوڑ دیا اور یہ روایت بیان کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے دونوں پہاڑوں کے درمیان شکار کو حرام کر دیا ہے۔

ابن بنی عن — بیٹے کہا جاتے ہیں
ابن انفذت — اسکو کہاں لائے ہو

فتح الباری میں علامہ ابن حجر نے لکھا ہے کہ بیہقی نے آپکی وہ روایت کا ذکر کی ہے کہ جسمیں تحدید حرم نبوی ان الفاظ سے ہے۔ انی احرم ما بین لابتیها۔

(١٩/٣٤) يقول عمر لعبد الرحمن وطلحة والزبير وسعد نشدتكم بالله الذي

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد الرحمن، طلحہ، زبیر اور حضرت سعد کو مخاطب کرکے فرمایا کہ میں اس خدا کی

---

[1] مدینہ کے ایک محلہ کا نام ہے مجمع الزوائد ج ٢ ص ١٩٥ قلمی مخزونہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن ١٢ ص ٥٢ ج ٢ ص ٧١

toobaa-elibrary.blogspot.com

تقوم السماء والارض وقال هريرة الذی باذنہ تقوم السماء والارض اعلمتم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انا لانورث ماترکنا صدقۃ قالوا اللّٰھم نعم۔

تم کو قسم دیتا ہوں جس کی وجہ سے آسمان و زمین قائم ہیں اور ایک بار کہا کہ جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہے کیا آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہم کسی کو (مال و دولت) وارث نہیں بناتے جو کچھ ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔ سب نے یکزبان ہو کر کہا کہ اے اللہ ہاں یعنی حضرت نے ایسا فرمایا ہے[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی وارث اس حیثیت سے نہیں بنا کہ آپ کی مال و دولت یا جائداد کا آپ کے بعد مالک ہوتا آپ کے پاس کوئی جائداد نہ تھی حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ آپ نے نہ درہم چھوڑا نہ دینار نہ اونٹ نہ بکری حضرت ام المومنین جویریہ رض کے بھائی عمرو ابن الحارث کہتے ہیں[2]

ماترک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درھما ولا دینارا ولا عبدا ولا امۃ الا بغلتہ البیضاء وسلاحہ وارضا جعلھا صدقۃ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ درہم چھوڑا نہ دینار نہ کوئی غلام اور نہ لونڈی سوائے اپنے خچر اور اپنے ہتھیار اور زمین کے جس کو آپ نے فی سبیل اللہ کر دیا تھا۔

آپ کے پاس علم و عرفان کی دولت تھی، بعد والوں کو آپ کی وراثت سے جو کچھ ملا وہ علم و عرفان ہی تھا ہر شخص نے اپنے ظرف کی وسعت سے مطابق آپ

---

[1] فتح (ج ۵ صفحہ ۲۶۷) ۱۲

[2] بخاری کتاب الوصایا ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہ دولت وسعادت حاصل کی اگر عرصہ سے یہ ہوتا آرہا ہے کہ علم وعرفان میں آپکی اولاد زیادہ اور زیادہ ممتاز رہی ہے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اور یہی ہونا بھی چاہیئے تھا فطرت کا بھی یہی اصول ہے۔ بعینہ اسیطرح آپ کے دل ودماغ دنیا کی جاہ ومال سے بالکل پاک تھے اب اگر آپ کی اولاد بھی اس سے محروم رکھی جائے تو حیرت کی کیا بات ہے! یہ ہمارا تجربہ ہے کہ مدتوں سے جب کوئی مخصوص پیشہ یا خاص کام ایک خاندان میں رواج ہو جا تو انکی اولاد کو یہ پیشہ یا کام چھوڑنیکے بعد زمانہ تک وہ مناسبت قائم وباقی رہتی ہے ایک بڑھئی کا لڑکا جس قدر جلد اپنا کام سیکھتا ہے ایک نکتہ رس فقہ کا ذہین لڑکا اس قدر جلد اس کام کو نہیں سیکھ سکتا اور نہ وہ امتیاز حاصل کرسکتا ہے جو اسکو حاصل ہو جاتا ہے۔

علم وتہذیب سے اجنبی قوم کے لوگوں کی دو تین پشت بھی علم وتہذیب میں گذر جائیں پھر شرافت کے وہ جذبات پیدا نہیں ہوتے جو علم وتہذیب کے خاندان والے تھوڑے علم اور تھوڑی سی صحبت سے حاصل کر لیتے ہیں۔

ٹھیک اسیطرح جب آپکی اولاد نے دنیا کی انتہائی جاہ حاصل کرنیکی کوشش کی ناکامیابی ہوئی اور اس بیے راہ روی کا خمیازہ نہ صرف ان کو بلکہ ان کی اولاد کو عرصہ تک بھگتنا پڑا کسی نے سچ کہا ہے۔

کلاہ ترکِ کیک درگوش کرد تنگِ خویشتن ہم فراموش کرد

علم وعرفان کے حقیقی وارث اس سے منہ موڑ کر دنیا کی سرخ وسپید ٹھیکریوں پر نظر ڈالیں ان کو جتنی بھی اسکی سزا دیجائے کم ہے۔

انبیا کیلئے حقیقی وجہ تو یہ ہے کہ ان کے کام بہت ہوتے ہیں پھر خدا کی یاد کی محویت ولذت ان کو مال ودولت یا اولاد یا کسی اور قسم کی دنیاوی لذتوں سے خط حاصل

toobaa-elibrary.blogspot.com

کرنے کا موقع نہیں دیتی اس کے علاوہ بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ اصلاح امت کے تحت انتظام سلطنت کی تشاخ ہونیکی وجہ سے امت کے مال کا کچھ حصہ نبی کے قبضہ و اختیار میں رہتا ہے گو نبی نے اسکے کثیر حصے کو اپنے نفس پر اور اپنی اولاد پر حرام کر دیا ہے بقیہ حصہ کیلئے بھی امت کو علی الاعلان سنا دیا ما ترکنا صدقۃ ہم جو کچھ بھی چھوڑ دیں سب صدقہ ہے میرے گھر والوں کو اور میری اولاد کو اس سے زیادہ کچھ اختیار نہیں ہے جو میری امت کے ہر شخص کو ہے۔ یہ ایک بڑی علامت ہے کہ جس سے ہم جھوٹے دعویداران نبوت کو پہچان لیتے ہیں۔

(۲۵) عنہ قال لما خرج المجوس من عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سألتہ فاخبرنی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیرہ بین الجزیۃ والقتل فاختار الجزیہ (مسند حنبل)	آپ روایت فرماتے ہیں کہ مجوس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گئے تو میں نے انسے دریافت کیا انھوں نے مجھکو تبلایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو جزیہ اور قتل کا اختیار دیا تھا اونھوں نے جزیہ کو اختیار کیا۔
(۲۶) ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعطی السلب للقاتل (اتحاف)	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاتل کو مقتول پر جنگ کے وقت جو چیزیں تھیں دلوائیں۔

یہ حدیث تائید واقعات کے ضمن میں جو قتل ابوجہل کے واقعہ کی حدیث آئیگی اس کا ایک ٹکڑہ ہے۔

(۲۷) عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یغرم صاحب سرقۃ اذا اقیم علیہ الحد (نسائی کتاب السرقہ)	آپ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چور کا جب ہاتھ کاٹ دیا جائے تو اسکو تاوان دینا نہ ہوگا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

یعنی اگر وہ مال جو چوری گیا تھا موجود ہے لیلیا جائے گا۔ اور اگر چورانے والے نے خرچ یا ضائع کر دیا تو اب بطور تاوان ایسی حالت میں اس سے کچھ نہیں لیا جائیگا

(۳۸) ۲۳ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس علی المختلس قطع۔	آپ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ اچکنے والے پر قطع نہیں ہے۔

انسان کو خدا تعالیٰ نے اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ اسکی جان اور اس کے اعضا کی قیمت ہمارے اندازہ سے باہر ہے۔ ہم بیہودہ کاموں سے اپنی عزت کھو کر اپنے کو بے قدر و ذلیل کر لیں پھر بھی اصلی قیمت وقعت کے امیدوار ہیں تو یہ خام خیالی ہے۔ تاہم شریعت کا قانون انسان کی اصلی عزت و شرافت کو جہانتک ہو سکتا ہے نظر انداز نہیں کرتا لیکن قرآن کے صریح قانونی الفاظ جہاں ہوتے ہیں وہاں مجبوری ہوتی ہے اور حکم دیا جاتا ہے ڈہائی روپیہ کے عوض ہی میں ہاتھ قطع کر دیا جائے۔

لیکن جس جگہ گنجایش ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ قرآن نے یہ حکم چوری کے متعلق دیا ہے اچکنے کی نوعیت چوری سے مختلف ہے۔ اسلیئے یہاں اس قانون کو جاری نہیں ہونے دیتا اور کہتا ہے کہ دوسری سزا کا اختیار ہے لیکن اس جرم میں ہاتھ قطع نہیں ہو سکتا۔

(۳۹) ۲۴ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان ھذا السقم عذب بہ الامم فاذا سمعتم بہ فی ارض فلا تدخلوھا واذا وقع بارض وانتم بھا فلا تخرجوا منہ فرارا (مسند حنبل)	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ طاعون اگلی امتوں پر بطور عذاب آیا تھا جہاں تم اسکا چرچا سنو وہاں نہ جاؤ۔ اور جہاں کہیں یہ پھیل جائے اور تم وہاں ہو تو اس سے بھاگ کر اس جگہ سے نہ نکلو۔

کنٹونمنٹ پبلک لائبریری
لارد اوڈین سنیما مال روڈ راولپنڈی
toobaa-elibrary.blogspot.com

اس حدیث میں دو باتوں سے منع کیا گیا ہے اول یہ کہ جہاں طاعون ہو۔ وہاں جائے نہیں کیونکہ ایسا ہو سکتا ہے کہ وہاں جا کر تم یا تمھارا کوئی متعلق اس مرض میں مبتلا ہو جائے تو اب تک اسکو بیماری لگنے کا خیال بالکل نہ تھا مگر اب شاید یہ خیال تمہارے دماغ میں راسخ ہو جائے فطرتاً ہر انسان کو اپنی زندگی سے محبت ہوتی ہے اور موت سے ڈر کر اپنے خیال کے مطابق اس سے بھاگنے کی کوشش کرتا ہے۔ جب اس برے عقیدہ نے اس کے دل میں گھر کر لیا تو زندگی کی محبت اور موت کا خوف ایسے مریضوں کے پاس جانے نہیں دیگا۔ اور جس طرح بھی ہو سکیگا مریضوں کی خدمت سے جان چرائے گا۔ اور اس کا خیال بالکل نہ ہوگا کہ یہ بے مروتی اور بے حمیتی کس درجہ کی بد اخلاقی ہے بہت دیکھا گیا ہے کہ جس سے غایت درجہ کی الفت و محبت تھی جب وہ ایسے مرض میں مبتلا ہوا ہے۔ تو محبت کرنیوالوں کے اس سے نفرت کا اظہار کیا ہے اسکی خدمت اور تیمارداری تو درکنار پاس جانا بھی گوارا نہیں کیا اس سے بڑھکر یہ بھی سنا ہے کہ اسکو تن تنہا بے یار و مددگار صرف اپنی جان بچا کر اسکے پاس سے بھاگ گئے ہیں۔

شریعت پہلے ہی سے اسکی روک تھام کرتی ہے کہ نہ یہ خیال پیدا ہونے پائے اور نہ اسکی وجہ سے جو بد اخلاقی پیدا ہوتی ہیں اسکے پیدا ہونے کا موقع دیا جائے۔

اسکے علاوہ ایک بات اور ہے کہ جس جگہ یہ وبا پھیلتی ہے وہاں کے لوگوں کی طبیعت مقابلہ کو آمادہ رہتی ہے اسلئے تھوڑے سے اثر کی وہ مقاومت کر جاتی ہے اور چھوٹے حملہ کے مقابلہ میں وہ مغلوب نہیں ہوتی اور جس جگہ اس کا اثر نہیں ہوتا ان مقامات کے باشندوں کی طبیعت فارغ ہوتی ہے اب یکایک تھوڑے سے اثر سے مغلوب ہو جاتی ہے اور مغلوب ہونے کے بعد غلبہ پانیکی مثالیں شاذ و نادر ہوا کرتی ہیں زیادہ تو یہی ہے کہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

مغلوب ہونے کے بعد پھر ابھرنے کی ہمت و جرأت بہت کم ہوتی ہے۔

دوسری بات جس سے منع کیا گیا وہ یہ ہے کہ جہاں طاعون کا اثر ہو گیا وہاں سے دوسری جگہ ان لوگوں کو جو یہاں کے باشندے ہیں نہیں جانا چاہئے کیونکہ اس جگہ سے جانے کی دو ہی صورتیں ہیں یا آبادی میں جائے گا یا جنگل میں اگر آبادی میں جاتا ہے تو اس آبادی کے عام لوگوں میں اس بیماری سے جو نفرت جاگزیں رہی ہو ہے اسکی وجہ سے ان لوگوں کو سخت اذیت ہو گی حالانکہ مسلمان کی شان سے بہت بعید ہے کہ اسکی کسی بات سے کسی مسلمان کو ایذا اور تکلیف پہنچے۔

اس سے قطع نظر کیجئے اگر یہ بیماری یہاں بھی شروع ہو گئی تو یہاں کے لوگوں کے اعتقاد اور خراب ہو جائیں گے اور مبادا یہاں کوئی موت ہو گئی تو معلوم نہیں کہ کتنی بددعائیں اسکے سر پڑینگی۔

اور اگر جنگل اور آبادی سے باہر جاتا ہے یا ہر جاتا ہے تو اپنے جان و مال کو خطرہ میں ڈالتا ہے جو مسلمانی تو بڑی چیز ہے سمجھ اور عقل سے بھی بہت بعید ہے

اور یہاں سے بھاگ کر جاتا ہے وہاں اس کے رشتہ دار اور اسلامی بھائی بیمار رہے یا مر گئے تو یہ انکی بیمار پرسی، تیمار داری اور بہت سے فرائض اور حقوق کے ادا سے محروم رہتا ہے۔

اس سے زیادہ بہتر اور مضبوط حفظان صحت کے اصول کیا ہو سکتے ہیں۔ یہ اصول شریعت نے صدیوں قبل بتادئے تھے۔ ہمارے تجربے اسکو اور مستحکم کر رہے ہیں۔ ہاں، اخلاق و حمیت، ہمدردی و غمخواری سے قطع نظر کر لیا جائے تو ان اصول میں ترمیم پیش کیجا سکتی ہے لیکن ایک عالمگیر مذہب جسکی امتیازی شان اخوت و ہمدردی و خدمت خلق

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہو وہ ایسے اصول کیسے اور کس طرح بنا اور مروّج کر سکتا ہے جس میں ان باتوں سے قطع نظر کر لیا گیا ہو۔

(۴۰)[۲۵] عنہ لا تکرھوا مرضاکم علی الطعام والشراب فان اللہ یطعمھم ویسقیھم (مستدرک حاکم ج۴ ص۴۱۰)

اپنے مریضوں کو کھانے پینے پر مجبور نہ کرو کیونکہ خدا ان کا کھلانے پلانے والا ہے (جب کھلانا پلانا مناسب سمجھیگا بھوک و پیاس بھی ہو جائے گی۔

(۴۱)[۲۶] عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لیخرجن من امتی من قبورھم فی صورۃ القردۃ والخنازیر بما اھنتھم فی المعاصی وکفھم عن النھی وھم یستطیعون (منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند ج ا ص۱۴۹)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے کہ میری امت کے کچھ لوگ اپنے قبروں سے نکلیں گے بندر اور سور کی صورت میں گناہوں میں مداہنت کیوجہ سے اور روکنے سے وہ رکتے تھے حالانکہ روکنے کی ان میں استطاعت تھی۔

نصیحت کرنا۔ اچھی باتوں کی طرف بلانا۔ اور بری باتوں سے روکنا دین و مذہب کی بہت بڑی خدمت ہے۔ قرآن نے اس کو ہر مومن نہیں بلکہ ہر انسان کیلئے ضروری اور لازمی قرار دیا ہے ارشاد ہے۔

والعصر ہ ان الانسان لفی خسر الا الذین امنوا وعملوا الصلحت وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر (سورۃ عصر)

قسم ہے عصر کی بیشک تمام انسان نقصان میں ہیں مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور ایک دوسرے کو حق اور صبر کی نصیحت کی۔

جو انسان نقصان سے محفوظ رہنا چاہتا ہے۔ اس کو ایمان لانا چاہیئے نیکوکار بننا چاہیئے، حق کا وعظ کہنا چاہیئے اور استقامت حق کیوجہ سے مصائب و تکالیف سے دوچار ہونا بھی ضروری ہے اسلئے صبر کی تلقین بھی اس پر لازمی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

وعظ و نصیحت کا ایک بڑا منصب ہونا اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس کو بہت عنوان سے ذکر کیا ہے اور اسکے لئے چند الفاظ استعمال فرمائے ہیں امر بالمعروف نہی عن المنکر۔ وعظ۔ نصیحت۔ وصیت (ایصاء۔ توصیۃ) ذکر (تذکیر) دعوت۔ انذار۔ تبلیغ۔ تحذیر۔

پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بتلایا ہے کہ یہ منصب خود خداوند ذوالجلال کا ہے۔ یہ منصب قرآن کا ہے یہ منصب انبیا علیہم السلام کا ہے اور یہ منصب علماء کا ہے قرآن مجید نے بہت تفصیل سے بیان کیا ہے کہ انبیا علیہم السلام نے کس کس طور سے وعظ کہا۔ اور ان کی امتوں نے کیا کیا جواب دیا۔ قرآن مجید میں ہی مذکور ہے کہ واعظ کھڑا رہتا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ وعظ کا زیادہ طریقہ یہی ہے۔ سننے والوں کو وعظ کا کیا ادب برتنا چاہیئے قرآن شریف نے خود اسکو نقل کیا ہے۔

ان تمام باتوں سے اسکی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔

چونکہ حدیث بالا میں اس کا تذکرہ ہے کہ جو لوگ باوجود استطاعت کے وعظ و نصیحت نہیں کرتے اللہ تعالیٰ صرف ان کے افعال و اعمال اور انکے قلوب کو مسخ نہیں کریگا بلکہ اسکے ساتھ ہی ساتھ انکی صورتیں بھی مسخ ہوجائینگی۔ (اعاذنا اللہ منھا ومن کل ما یغضب علیھا) اسلئے قرآن کی صرف وہ دو آیتیں نقل کرتا ہوں جو وعظ و نصیحت نکرنیوالوں کے متعلق ہیں

وتری کثیرا منھم یسارعون فی الاثم والعدوان واکلھم السحت لبئس ما کانوا یعملون (مائدہ)

اور تو دیکھتا ہے ان میں سے اکثر کو کہ دوڑتے ہیں گناہ پر اور ظلم اور حرام کھانے پر بیشک بہت برے کام ہیں جو وہ کر رہے ہیں۔

اسکے بعد ارشاد ہوتا ہے

کیوں نہیں منع کرتے درویش (مشائخین) اور علما، گناہ کی بات کہنے سے اور حرام کھانے سے بہت ہی برا ہے جو انھوں نے اختیار کیا ہے۔

لَوْلَا يَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۔

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے گناہ و زیادتی اور حرام کھانے کو بہت برا کہا تھا دوسری آیت میں مشائخین اور علما و فضلا، کے خاموش رہنے اور نصیحت نکرنیکو فرمایا کہ انکا طرز و انداز نہایت ہی برا ہے۔ پھر چند آیتوں کے بعد ارشاد ہے۔

اور اگر قائم کرتے توریت اور انجیل اور جو کچھ ان کے رب کی طرف سے ان پر نازل کیا گیا ہے (قرآن) تو کھاتے اپنے اوپر سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے کچھ لوگ ان میں اعتدال پر ہیں اور بہت سے ان میں برے کام کرتے ہیں

وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ (مائدہ)

اسی سورہ میں دوسری آیت ان لوگوں کے متعلق ہے جو وعظ و نصیحت نہیں کرتے وہ بہت سخت آیت ہے خداوند ذوالجلال ارشاد فرماتا ہے

ملعون ہوئے کافر بنی اسرائیل کے داؤد اور عیسیٰ ابن مریم کی زبان پر یہ اسلئے کہ وہ نافرمان اور حد سے گذر گئے تھے۔

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۔

۱ ان پر خدا کی پھٹکار ہوئی ۲ کافر کا لقب دیا گیا ۳ جلیل القدر انبیا علیہم السلام کی زبان سے وہ ملعون ہوئے۔ یہ سب باتیں نافرمانی اور حد سے گذرنیکی وجہ سے ہوئیں یہ تین تین عذاب پیا پے کس عمل کی جزا میں ہیں ارشاد ہوتا ہے۔

منع نہ کرتے تھے برے کام سے جو وہ کر رہے تھے

كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ

له عمل اور صنع میں یہ لغوی فرق ... [illegible] ... صنع کا اطلاق اس پر نہیں ہوتا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

بیشک ان کا یہ طریقہ اور عمل برا تھا } ما کانو یفعلون۔

دوسرا حصہ اخلاق کی حدیثوں میں

اخلاق ہماری اس گہری اور پوشیدہ قوت کا نام ہے جس کیوجہ سے ہم برے یا بھلے کام بغیر سوچے سمجھے بھی کرتے ہیں۔

اس قوت کا آننا دباؤ ہوتا ہے کہ اسکی وجہ سے جو برا یا بھلا کام کرتے ہیں اسمیں خود ہمارے قصد وارادہ کو بہت کم دخل ہوتا ہے۔

بسا اوقات بلا ارادہ بھی ہم سے صرف اس چھپی ہوئی قوت کے دباؤ سے برے یا بھلے کام ہو جاتے ہیں بلکہ ہم برائی کا ارادہ کرتے ہیں اور پختہ قصد کر لیتے ہیں کہ نقصان پہنچا کر رہینگے مگر ہماری آنکھوں سے پنہاں ہماری اخلاقی قوت ہم کو روک دیتی ہے اور اسی اچھی اخلاقی قوت کا ایک درجہ وہ بھی خدا یتعالیٰ اپنے خاص بندوں کو عنایت کرتا ہے کہ مصمم قصد ان کا برائی کا تھا مگر بھلائی کر گذرتے ہیں۔

اور ان پاک بندوں کا کیا ذکر کروں جن کے پاک دلوں میں انکی اخلاقی قوت برائی آنے ہی نہیں دیتی۔

بالکل اسکے برعکس کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو بھلائی اور نفع پہنچانیکا قصد کرتے ہیں مگر ان کے آنکھوں سے اوجھل انکی اخلاقی قوت ان کو رسوا کر کے رہتی ہے۔ انکے بغیر قصد وارادہ کے لوگوں کو ان سے تکلیف پہنچتی رہتی ہے حضرت سعدیؒ نے ان ہی لوگوں کی سرشت کا تذکرہ اس شعر میں فرمایا ہے۔

نیش عقرب نہ از پے کین است مقتضائے طبیعتش این است

toobaa-elibrary.blogspot.com

برے اور بھلے دونوں اخلاق ہیں مگر جب صرف اخلاق کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے صرف اچھے اخلاق مراد لئے جاتے ہیں برے اخلاق کیلئے ہم کو برا لفظ بڑھانا ہوگا۔

لغوی تحقیق درمیان میں آگئی۔ بتلانا یہ ہے کہ اخلاق یا عمدہ اخلاق ہماری اس مستحکم قوت کا نام ہے جس سے اچھے افعال ہمارے ارادہ کے بغیر بھی صادر ہوں بعض دفعہ ہم طبیعت پر جبر کر کے شرافت و مروت کا برتاؤ کرتے ہیں مگر اسکا سبب ہماری اخلاقی قوت نہیں ہوتی وہ قوت تو ایک پوشیدہ اور اس قدر مستحکم ہے کہ کبھی بھی ہم سے جدا نہیں ہو سکتی۔ یہ دوسری بات ہے کہ طبیعت کو مجبور کر کے اسکی اصلی اخلاقی قوت کی خلاف کوئی کام کرالیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی زبان مبارک سے اپنی بعثت کی غرض یہ ارشاد فرماتے ہیں۔

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ { میں اسلئے مبعوث ہوا ہوں کہ مکارم اخلاق کو پورا کردوں }

یعنی میری بعثت کی غایت یہ ہے کہ عمدہ اخلاق کو اپنے عمل سے مکمل کردوں خدا تعالیٰ نے آپ کی ذات کو تمام عمدہ اور اچھے اخلاق کا سارے جہاں کیلئے نمونہ بنایا تھا آپ کی ذات سے سبق سیکھنے والی ایک بڑی جماعت آپ کے بعد رہی جو آپ کے اخلاق کا پورا نمونہ تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعثت کے طفیل معلوم نہیں کہ ہمارے کتنے دینی و دنیاوی کام سدھر گئے اور ان میں وہ حیرت انگیز ترقی ہوئی کہ آج بڑے بڑے فضلاء اور فلاسفر حیران ہیں؟

میں سچ کہتا ہوں کہ ان کاموں میں اکثر حصہ ان کاموں کا ہے جسکے درست کرنے کی طرف شارع علیہ السلام نے کبھی بھی توجہ نہیں کی مگر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم

toobaa-elibrary.blogspot.com

کی تعلیم کی ہمہ گیری کا طفیل ہے کہ ایک چیز کی پابندی سے ہماری سیکڑوں حالتیں درست ہو جاتی ہیں۔

اسکو سامنے رکھتے ہوئے اس کا اندازہ ہماری طاقت سے باہر معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اخلاق کی کس حد تک تکمیل کی ہے۔

کیونکہ جو باتیں اور جو امور آپکے مقاصد میں داخل نہ تھے انکی اس حد تک اصلاح ہو گئی کہ بڑے بڑے مصلح محو حیرت ہیں تو ان باتوں کی اصلاح اور درستگی کا کیا کہنا کہ جنکو آپ نے اپنی زندگی کا مقصد قرار دیا ہوا ان سے اس کا اندازہ کرنا چاہیے سہ

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

میرا مقصد چونکہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے احادیث کی آسان تشریح ہے کہ ہمارے ناظرین اس سے کچھ سیکھ سکیں اسلئے مختصر طور پر کچھ باتیں لکھتا ہوں کیونکہ زیادہ تفصیل سے اندیشہ ہے کہ وہ رنجیدہ ہوں۔ گو اختصار مدنظر ہے مگر بعض باتوں کی اہمیت اور ضرورت مجھکو اس اختصار کا پابند نہیں رہنے دیتی اگر مجھکو ان باتوں کے لکھنے کا اپنے موقعہ پر لکھنے کا اتفاق ہوا تو آپکو معلوم ہوگا کہ میں نے یہاں کسقدر اختصار کیا ہے۔

عام اخلاق کو چھوڑ کر صرف اسلامی اخلاق بیان کرنے کیلئے بڑے بڑے دفتروں کی ضرورت ہے اس موقعہ پر صرف اتنی عرض ہے کہ عمدہ اخلاق کی جتنی بھی شاخیں اور قسمیں ہیں وہ سب ان چار امہات الاخلاق کی قسمیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان میں تین چیزیں رکھی ہیں۔ عقل[۱] ۔ جذبہ[۲] (خواہش) غصہ[۳]۔ عقل کا کام یہ ہے کہ باتوں کو ٹھیک سمجھے۔ برے بھلے کی تمیز کرے اور ہر بات کے نتیجہ پر نظر رکھے اس کا شرعی نام نفس مطمئنہ یا نفس ملکوتی ہے

toobaa-elibrary.blogspot.com

جذبہ کا کام یہ ہے کہ اپنے نفع کی چیزوں کو اور وہ چیزیں کہ جس میں اسکی لذت آتی ہو ان کو حاصل کرے اس کا شرعی نام نفس امارہ ہے۔

غصہ کا صحیح مصرف خدا تعالیٰ نے یہہ بتایا ہے کہ اپنی عزت و حرمت یا جان و مال کو دوسروں کی دست اندازی سے بچانے کیلئے خطرناک سے خطرناک بات پہ بلجائے۔ اور یہی غصہ انسان میں حکومت کا شوق پیدا کرتا ہے اور یہی غصہ اس بات کا بھی شوق پیدا کرتا ہے کہ اپنے ہمچشموں سے ممتاز اور بلند رہے۔

انسان کی عقل کیلئے جو حد مقرر کر دیگئی ہے جبتک انسان اسکے اندر عقل سے کام لیتا ہے تو وہ حکیم کہلاتا ہے اور اسی کے متعلق خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔
جسکو حکمت عطا کیگئی اس کو تو بڑی دولت دیگئی } وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَيْرًا كَثِيْرًا

اور جب اس حد سے انسان آگے بڑھتا ہے اور بے موقع اور غیر مناسب طریقہ پر عقل سے کام لیتا ہے تو اسکے نام مختلف حیثیتوں سے مختلف ہو جاتے ہیں دین و مذہب کی باتوں میں اگر عقل اپنی حد سے تیز کیجاتی ہے تو اس کا نام لامذہبیت اور دہریت اور بے ادبی ہو جاتا ہے۔ اور اگر دنیا کے معاملات میں عقل اپنی حد کا خیال نہیں رکھتی تو اس کا نام چالاکی، ہوشیاری، عیاری رکھا جاتا ہے۔

ٹھیک اسی طرح انسان جب اپنی خواہشات اور جذبہ کو عقل کا تابع اور مطیع رکھیگا اپنی نفسانی خواہشوں کا غلام اور اپنے نفس کا بندہ نہ بنیگا تو اس کا نام عفت اور پرہیزگاری ہے اور جب نفس کو خواہشات کے اختیار میں دیدیگا تو اسکا نام بدکاری اور بیحیائی ہو جاتا ہے اور اگر اپنی خواہشوں کو بالکل مٹا دیتا ہے اور فنا کر دیتا ہی یعنی شریعت اور عقل جتنی اجازت دیتی ہے اسکو بھی چھوڑ دیتا ہے اس کا نام بے حسی اور رہبانیت ہی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور جس طرح جذبہ اور خواہشات کو عقل کے تابع رکھنے سے آدمی پرہیز گار رہتا ہے اسیطرح غصہ کو عقل کے قابو میں رکھنے کا نام شجاعت ہے اسی غصہ کا طفیل ہے کہ آدمی دشوار سے دشوار کام میں ہاتھ ڈال دیتا ہے اب اگر اس نے اپنے غصہ کو عقل کے قابو میں رکھا تو کام پورا ہونے تک اسکو کتنی ہی بےچینی اور کتنا ہی اضطراب کیوں نہو لیکن وہ ظاہر نہیں ہونے پاتا۔ اور عقل کے قابو میں رکھنے کا دوسرا نفع یہ ہے کہ آدمی کبھی بھی بے محل بے موقعہ جرأت و دلیری نہیں کرتا کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ یہہ کام میرے قابو سے باہر ہے اور مجھ سے نہیں ہو سکیگا آخر میں شرمندہ ہونگا اس ندامت کے خیال سے بے موقعہ ہاتھ نہیں ڈالتا اور جب آدمی نہیں سمجھ سکتا کہ ہمارا کہاں تک قابو ہے اور ہاتھ ڈالتا ہے تو اس کا نام ناجائز دلیری اور ناجائز جرأت ہوتا ہے اور اکثر اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان شرمندہ اور ذلیل ہوتا ہے اور جب اس حد سے گزر جاتا ہے اور جن سے نہ ڈرنا چاہئے ان سے بھی ڈرتا ہے تو اس کا نام نامردی اور پست ہمتی اور دناءت اور کمزوری ہے اور جب انسان کی عقل اور پرہیزگاری اور شجاعت تینوں میں اعتدال ہو تو اس کا نام عدل ہے، عقل و پرہیزگاری۔ شجاعت۔ عدالت یہ چار چیزیں اصل ہیں اخلاق حمیدہ کی اور باقی جتنے اخلاق ہیں سب اسی کی شاخیں ہیں

(۴۲) عنہ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول قال اللہ تبارک وتعالی انا اللہ وانا الرحمن خلقت الرحم وشققت لھا من اسمی فمن یصلھا اصلہ ومن یقطعھا اقطعہ	آپ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے کہ میں اللہ ہوں اور میں بہت رحم کرنیوالا ہوں میں نے رحم کو پیدا کیا ہے اور اپنے نام سے حصہ دیا ہے جو صلہ رحمی کرتا ہے میں بھی اپنی رحمت اس تک پہنچاتا ہوں

toobaa-elibrary.blogspot.com

فاتبہ او قال من یبتہ ابتہ
(مستدرک حاکم و ابو داؤد باختلاف یسیر)

اور جو قطع رحم کرتا ہے میں بھی بالکلیہ اپنی رحمت سے منقطع اور مایوس کر دیتا ہوں۔ یا صرف اتنا ہی فرمایا کہ جو تعلق کو توڑ دیتا ہے میں بھی اس سے اپنا تعلق توڑ دیتا ہوں

(۳۴) عن عبد الرحمن بن عوف عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ثلاثۃ تحت العرش یوم القیمۃ تنادی الرحم وصلنی وصلہ اللہ ومن قطعنی قطعہ اللہ والقرآن یحاج الناس یوم القیمۃ والامانۃ
(قیام اللیل مروزی باب ثواب القراۃ باللیل ص۶۱)

عبد الرحمن بن عوف روایت کرتے ہیں کہ تین چیزیں ہیں جو قیامت کے دن عرش کے نیچے آواز دینگی جسے صلہ رحمی کی اللہ تعالیٰ کی رحمت اس سے ملیگی اور جس نے صلہ رحمی نہیں کی اللہ تعالیٰ اسکو قطع کریگا۔ اور قرآن لوگوں سے قیامت میں جھگڑے گا۔ اور امانت جھگڑا کریگی۔

ان دونوں حدیثوں میں صلہ رحمی کی عظمت بتلائی گئی ہے۔ آج کل رشتہ داری اور جن سے کہ نسب اور خون کا تعلق ہوتا ہے صرف دنیاوی منافع کی بناء پر ان سے جو لوگ بے پروائی برتتے ہیں اور ان لوگوں کے حقوق کی رعایت نہیں کرتے انکو ذرا غور کرنا چاہیئے کہ وہ ان کے حقوق کو کیوں پامال کرتے ہیں۔ اگر ان میں اتنی سمجھ نہیں ہے کہ اسکے نفع و نقصانات پر خود غور کر سکیں تو کم سے کم ان کو بھی سمجھنا چاہیئے کہ شریعت نے اسکو اتنی اہمیت جو دی ہے وہ بے معنے اور بے سود نہیں ہو سکتی اور افسوس یہ ہے کہ اس بے پروائی کا نتیجہ کثرت سے ناخوشگواری سنا گیا ہے۔ پرانے تعلقات کو منقطع کر کے نئے تعلقات جہاں پیدا کئے گئے ہیں وہاں عمدہ اور بہتر تعلقات بہت کم سننے میں آئے ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

یادداشت ۴۳ ویں حدیث کے متعلق علامہ ابن حجر اصابہ میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث کسی دوسرے عبدالرحمٰن بن عوف سے مروی ہے کہ اس حدیث کے روایت کرنیوالے وہ عبدالرحمٰن بن عوف نہیں ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ممتاز صحابی تھے یہ اتفاقی بات ہے کہ جس طرح دونوں کا نام ایک تھا دونوں باپ کا نام بھی ایک نکلا قیام اللیل میں اس حدیث کی سند یوں ہے عن الحسن بن عبدالرحمٰن بن عوف عن ابیہ یعنی حسن اپنے باپ عبدالرحمٰن سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی اولاد کا مفصل تذکرہ پڑھ چکے ہیں اسمیں کسی کا نام حسن نہیں ہے۔

(۴۴) عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلث والذی نفس محمد بیدہ ان کنت لحالفا علیھن لا ینقص مال من صدقۃ فتصدقوا ولا یعفو عبد من مظلمۃ یبتغی بھا وجہ اللہ الا رفعہ اللہ بھا ولا یفتح عبد باب المسئلۃ الا فتح اللہ علیہ باب الفقر (مسند حنبل)	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں ہیں میں اس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر میں ان پر حلف کروں تو غلط نہوگا (۱) صدقہ سے کبھی مال کم نہیں ہوتا پس تم صدقہ کرو (۲) کوئی بندہ کسی کی ظلم وزیادتی کو صرف خدا کے خوش کرنے کیلئے معاف نہیں کرتا مگر خدا اسکو بہت بلند کرتا اور بڑھاتا ہے۔ اور کوئی بندہ دست سوال دراز نہیں کرتا مگر اسپر تنگدستی اور فقر و احتیاج کا دروازہ کھولدیا جاتا ہے۔

اس حدیث میں اخلاق کی تین بڑی باتیں بیان ہوئی ہیں۔ (۱) صدقہ (۲) عفو (۳) عفت

صدقہ کی رغبت یہ کہکر ہم کو دلائی گئی کہ اس سے باوجود اتنے بڑے ثواب کے مال میں کمی نہیں ہوتی حالانکہ ہم تو یہی دیکھتے ہیں کہ مال کا جب کچھ حصہ ہمارے پاس سے

toobaa-elibrary.blogspot.com

چلا جاتا ہے تو بچا ہوا مال کچھ کم ہی ہو جاتا ہے لیکن شریعت کی نظر ہم سے زیادہ گہری اور باریک ہے اور شریعت کہہ رہی ہے کہ صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا تو غور کرنا چاہئے، کہ بات کیا ہے۔

یہاں شریعت یہ نہیں کہتی کہ تھوڑے مال کے بدلے تم کو ثواب دگنا چوگنا مل جائیگا۔ حدیث کے صاف الفاظ یہ ہیں کہ صدقے سے مال کم نہیں ہوتا۔ ہم نے جہاں تک غور کیا تو پتہ چلا کہ صدقہ کی شریعت نے دو صورتیں رکھی ہیں اور ان دو طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ سے بھی مال خرچ کیا جائے تو وہ مال کم ہونیکا سبب نہیں بنتے بلکہ مال کے بڑھنے اور زیادہ ہونیکا سبب ہوتے ہیں اس بات کے سمجھنے کیلئے دو باتیں بیان کرتا ہوں۔ (۱) ہر انسان میں فطرتاً مال کے جمع کرنیکی خواہش ہوتی ہے اسیطرح سے مال جمع رکھنے کی بھی خواہش ہوتی ہے کیونکہ آدمی ہمیشہ اپنی عمر زیادہ خیال کرتا ہے گو زبان سے ایسی بات کہتا رہتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکا دل ایسی خواہش سے پاک ہے مگر اسکے کام اور اسکے ارادے اور منصوبے ہم کو بتلاتے ہیں اور یقین دلاتے ہیں کہ زبان سے جو کہہ رہا ہے اور ظاہر کر رہا ہے بالکل غلط ہے بلکہ وہ اپنی عمر کے متعلق یہی خیال رکھتا ہے کہ کبھی ختم ہو گی اور اس لئے خیال کرتا ہے کہ موجودہ سرمایہ کافی نہ ہوگا۔ آئے دن نئے اخراجات نکلتے رہتے ہیں جتنی عمر زیادہ ہوتی ہے معمولاً خانگی ذمہ داریاں اولاد کے اخراجات بڑھتے ہی رہتے ہیں۔ اور جو کچھ اندوختہ ہے اس کے متعلق یہ خیال اور اندیشہ ہر وقت ستاتا رہتا ہے کہ وہ چوری نہ چلا جائے ضائع نہ ہو جائے۔ اسلئے اس کے بڑھانیکی کوشش برابر کرتا رہتا ہے۔

بہت کم لوگ ہیں جن میں جمع رکھنے کی خواہش نہ ہوتی ہو ان ہی کے متعلق ارشاد ہے

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور جو شخص اپنے نفس کی حرص سے محفوظ رکھا گیا پس وہی کامیاب ہیں ۔	ومن یوق شح نفسہ فاولئک ھم المفلحون

اس سے معلوم ہوا کہ کمانے اور حاصل کرنیکی خواہش خرچ کیوجہ سے پیدا ہوتی ہے۔

(۲) اس خواہش اور جذبہ میں کسی نہ کسی وقت سستی اور کمزوری ہونا ضروری ہے آج ہم دیکھتے ہیں کہ بڑے بڑے ساہوکار صرف سُود کی آمدنی بیٹھے کھاتے ہیں اور بجز عیش پرستی کے اپنی عمر اور وقت کو کسی عمدہ مصرف میں خرچ نہیں کرتے یا تو اس فطرتی خواہش کو مٹا دیا جائے تو اول سخت دشوار ہے دوسرے یہہ کہ شریعت اسکو اچھا نہیں سمجھتی بلکہ اسکو برا کہتی ہے۔ شریعت کا ہر جگہ یہی اصول ہے کہ وہ نفس کی تمام خواہشوں کو مٹانے کو نہیں کہتی بلکہ ان کو اعتدال کی حد تک پورا کرنیکی اجازت دیتی ہے۔ بہت سی جگہ تو ان کے پورا کرنے کا حکم دیتی ہے۔

تو اب جس طرح شریعت نے اس سستی اور کاہلی دور کرنے کیلئے ہم کو دعا کی ہدایت کی اور ہمکو حکم دیا کہ اپنے مالک کے سامنے گڑگڑا کر کہا کریں۔

اے اللہ تعالیٰ میں سستی اور عاجزی سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔	اللھم انی اعوذ بک من العجز والکسل۔

اسیطرح ایسے اعمال کی ہدایت بھی کی جن کی پابندی سے ہم سست اور کاہل نہیں ہو سکتے۔ بلکہ بعض وہ چیزیں کہ جس سے ہم میں یہ سُستی پیدا نہیں ہو سکتی اور اسکے بجائے مستعدی پیدا ہوتی ہے ہم پر واجب اور ضروری کر دی گئیں۔

اس حدیث میں چونکہ یہ بیان ہے کہ اندوختہ مال سے خرچ کرو تو میں یہاں اسی کو بتلاؤنگا کہ فراغ بالی اور مال جمع ہونے کے بعد سُستی اور کاہلی جو پیدا ہوتی ہے

toobaa-elibrary.blogspot.com

اسکی کیا تدبیر شریعت نے تبلائی۔

ان دو باتوں کے بیان کرنے کے بعد اب کہتا ہوں آپ اچھی طرح ان تدبیروں کو معلوم کر سکتے ہیں کہ جو شریعت نے اس کام کیلئے ہم کو تبلائی ہیں کہ ہم کبھی مال حاصل کرنے میں سست ہوں اور مال کے زیادہ ہونیکا برا اثر بھی ہم پر نہ پڑے۔ ان میں سے پہلی چیز وہ خرچ ہے جو کہ ہمارے ذمہ سالانہ ضروری قرار دیا گیا ہے جس کا اصطلاحی نام زکوٰۃ ہے، شریعت کو پورا پورا اختیار حاصل ہے کہ ہم اگر نہ بھی چاہیں اس پر بھی وہ خرچ مقررہ حساب سے ہم سے لیلے۔

دوسری چیز وہ عام صدقات ہیں جن کے دینے کی ہم کو رغبت دیگئی ہے اس دوسری قسم کے صدقہ میں صدقات کی وہ مخصوص قسمیں بھی داخل ہیں کہ جن کو ہم ادا نہ کریں تو گنہگار ہوں گے یا ہمارا کوئی عمل اسوقت تک قبول ہو گا۔ ان دو قسم کے خرچوں میں پہلی قسم کا خرچ وہ ہے کہ مقررہ حساب سے اتنا ہمیشہ لیلیا جاتا ہے۔

یہ خرچ برابر جاری رہے اور آمدنی نہ ہو تو ایک وقت آئیگا کہ بجائے اسکے کہ ہم زکوٰۃ دیتے رہیں زکوٰۃ لینے کے مستحق ہو جائینگے کیونکہ ہر سال فیصدی ڈھائی روپیہ نکلینگے اور ایک قربانی اور فطرہ بھی سالانہ ہو گا کھانے پینے کے اخراجات اپنی حالت پر رہینگے۔ تو لامحالہ ہم پر زکوٰۃ واجب نہ رہیگی اور اس کے تھوڑے دن بعد ہم خود زکوٰۃ کے مستحق ہو جائینگے صدقات کی اور قسمیں ہیں۔ فقراء اور حاجتمندوں کو دینا۔ مہمانی۔ پڑوسیوں کی خدمت اور نگہداشت۔ احباب کی دعوت۔ ہدایا تحفے۔ مسافروں کی خدمت۔ رشتہ داروں سے حسن سلوک۔ حاجتمندوں کو قرض دینا اور لیتے وقت کچھ کم کر دینا۔ ان سب چیزوں کو شریعت نے ہر شخص کی ہمت اور حوصلہ کے سپرد کر دیا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اگر اسکی تحدید کر دیتے اور ایک مقرر حصّہ بنا دیتے تو پھر سب لوگ برابر ہو جاتے کسی کو ایک دوسرے سے بڑھنے کا موقع نہ ہوتا۔

شریعت نے صرف اسیوجہ سے اسکی تعیین اور تحدید نہیں کی کہ لوگوں کو آپس میں ایک دوسرے سے بڑھنے کا موقعہ ملے۔ اور اگر اسکی تعیین ہو جاتی تو یہ دروازہ بند ہو جاتا۔ اب ظاہر ہو گیا کہ شریعت نے خرچ کے اتنے وسیع مدات قائم کر کے ہمارے فطری جذبات کو ابھارا ہے اور صرف اسیوجہ سے کہ ہمارے نفس کی خواہش میں ابھار ہو بعض صدقہ کو ہم پر لازمی اور ضروری کر دیا جسکی وجہ سے ہم کمانے پر مجبور ہو گئے۔ اتنی تفصیل پڑھنے کے بعد یہ معلوم ہو گیا ہو گا کہ صدقہ دراصل مال کے بڑھنے کا سبب ہوتا ہے نہ کم ہونے کا۔[1]

اس حدیث میں دوسری چیز جسکی ہم کو ترغیب دیگئی ہے وہ قصوروں کا معاف کرنا اور درگزر کرنا ہے۔

انسان کیا ہر جاندار فطرتاً شکر گذار واقع ہوا ہے۔ کسی نے ہم پر زیادتی کی ظلم کیا اور ہم میں اس کی سیاست کی قوت ہے ہم اسکو سزا دیسکتے ہیں اور بدلہ لے سکتے ہیں اس قوت کے باوجود اپنی عالی ہمتی سے اسکو معاف کر دیتے ہیں اور درگذر کرتے ہیں تو وہ شخص ہمیشہ کیلئے ہمارا غلام ہو گیا۔

اسکے ظلم اور شرارت کیوجہ سے ہمارے اپنے لوگوں میں کوئی بے عزتی نہیں ہوئی تھی ہماری اس عالی ہمتی نے ہم کو ہمارے ملنے والوں اور دوستوں میں اور زیادہ عزیز

---

[1] یہ صدقہ و زکوٰۃ کا دو پہلو بتلایا گیا جس کا تعلق صرف دینے والوں سے ہے لینے والوں کے لحاظ سے کیا کیا خوبیاں ہیں اس کے بیان کا موقعہ یہاں نہیں ۱۲ منہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور باعزت کر دیا۔ قدرت کے باوجود قصور و جرم کا معاف کرنا نہ صرف دوستوں کی نگاہ میں ہم کو باوقعت بناتا ہے بلکہ دشمنوں کے دلوں میں بھی ہماری عزت گھر کر جاتی ہے۔ جس شخص نے ہم پر ظلم و زیادتی کی تھی اس کا مقصد یہ تھا کہ ہم ذلیل ہو جائیں اور لوگ ہمیں حقیر سمجھنے لگیں مگر ہماری معافی اور درگذر نے ہم کو اور اونچا کر دیا بجائے اسکے کہ ہم ذلیل ہوتے ہماری عزت اور بڑھ گئی۔

تیسری چیز اس حدیث میں یہ ہے کہ ہاتھ پھیلانے اور سوال کرنے سے اس انداز سے منع کیا ہے کہ انسان کو اپنی آئندہ تکلیف کا خوف اور ندامت کا خیال دامنگیر ہو جاتا ہے در اصل شریعت یہ چاہتی ہے کہ انسان اپنی حاجت خدا کے سوا اور کسی کے سامنے پیش نہ کرے اپنی جیسی محتاج مخلوق کے سامنے ہاتھ نہ پھیلا دے یہ انسانی غیرت اور عزت کے خلاف ہے۔

سوال سے عزت نفس ملیامیٹ ہو جاتی ہے۔ یہی عزت اور غیرت ہم کو اس ذلیل کام سے روکتی ہے اور ہم کو محنت و مشقت پر کمر بستہ اور مستعد کرتی ہے۔

یہ تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ سخت تکلیف اور مصیبت کی حالت میں ہونیکی وجہ سے مانگنا جائز کیوں نہ ہو مگر انسانی غیرت اور انسان کی عزت کے خلاف ضرور ہے۔

جس طرح کہ ہر برائیوں کا قاعدہ ہے سوال سے بھی انسان کے دل میں ایک رکاوٹ اور انقباض ہے۔ بڑے سے بڑا پست ہمت سے پست ہمت بھی پہلی مرتبہ لوگوں کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتا۔ پہلی مرتبہ جب لوگوں کے کہنے سننے یا کسی وجہ سے اس نے سوال کر لیا تو طبیعت کی وہ جھجھک اور رکاوٹ چلی گئی جس کی وجہ سے اسکو تکلیف بلکہ مرجانا بھی خوشی سے قبول تھا مگر ہاتھ پھیلانے کی ہمت اور جرأت نہیں ہوتی تھی اور اب کبھی بھی سوال

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور ہاتھ پھیلانے میں شرم نہیں معلوم ہوگی۔ تو دراصل اس پہلے سوال نے ہمیشہ کے لئے سوال کا دروازہ کھولدیا۔

یہ ظاہر ہے کہ اس رکاوٹ اور جھیپ کے چلے جانے اور مٹنے کے بعد دوبارہ پیدا ہونا ناممکن ہے۔

اب اسکو بھی آپ سمجھ لیجئے کہ سوال کرنے سے حاجت کا دروازہ کیوں کھلجاتا ہے اور کبھی بھی بند نہیں ہوتا۔

آدمی کو جب اپنی عزت کا خیال ہوتا ہے تو اسکے ارادے اونچے ہوتے ہیں اور ہمت بلند ہوتی ہے محنت مزدوری کو خوشی خوشی گوارا کرتا ہے کیونکہ محنت اور کام کرنا کبھی بھی ذلیل نہیں گنا جاتا۔ اپنی عالی ہمتی کیوجہ سے جن چیزوں کو وہ محنت و مشقت کے باوجود حاصل نہیں کر سکتا اسکو کسی سے نہیں طلب کرتا بلکہ اپنی حاجت اور ضرورت کو کسی پر ظاہر نہیں کرتا ہے اور صبر سے کام لیتا ہے۔ ابتک اسکی خواہشات کے تقاضے دو طور پر پورے ہوتے رہے۔ (۱) محنت اور جفاکشی سے جو حاصل کیا اس سے اپنی خواہشوں کو پورا کیا (۲) جن کو حاصل نہ کر سکا ان پر صبر کیا۔ مانگنے اور سوال کرنے سے نفس کی عزت تو چلی گئی اسی کیوجہ سے ہم محنت مزدوری چاہ کر کرتے تھے جب وہ باقی نہیں تو ہم محنت و مزدوری پر جھبک پڑیں اس کا کوئی سبب باقی نہیں رہا تو ہم سے محنت مزدوری نہیں ہو سکتی اپنی ضرورتیں بجز اسکے اور کس طریقہ سے پوری ہوں کہ ہم لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاویں اور سوال کریں۔ ان ضرورتوں اور حاجتوں کا دروازہ پہلے سوال نے کھولا۔

حضرت عارف شیرازی نے اسی مضمون کو تو قطعہ بند فرمادیا ہے ؎

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہر کہ بہ خود در سوال کشاد تا بمیرد نیاز مند بود

آز بگذار و پادشاہی کن گردنِ بے طمع بلند بود

اس بات کی کہ جس نے ایک بار سوال کرلیا وہ ہمیشہ محتاج رہیگا ایک وجہ اور بھی ہے کہ سوال وہی شخص کریگا جو یقین کرے گا کہ بغیر اس ذلیل کام کے میری حاجتیں اور ضرورتیں پوری نہونگی جب تک میں سوال نکروں گا بھوکا رہوں گا، ننگا رہوں گا، تکلیف میں رہوں گا۔ اور حدیث قدسی ہے کہ

انا عند ظن عبدی بی } میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں

میرا بندہ جیسا گمان مجھ سے رکھیگا ویسا ہی معاملہ میں اس سے برتوں گا۔ انسان جو قصد و ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو پورا کرتا ہے۔ انسان جیسا کہ اپنا خیال قائم کرے خدا تعالیٰ اس کے سامان ویسے ہی پیدا کر دیتا ہے۔ تمام باتیں اسی کے مطابق ہوجاتی ہیں۔ صرف شرط اتنی ہے کہ ارادہ پختہ ہو۔ اسکی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ آدمی جتنی اپنے ارادے اور منصوبے کی پیروی اور کوشش کرتا ہے اور جیسے عملی سعی کیتے ہیں اس کو انجام دیتا ہے خدا تعالیٰ علل و اسباب کے پردوں سے اتنی ہی اور اسی نوعیت سے مدد اور اعانت فرماتا ہے۔

نظام عالم کا یہ قانون ہے۔ تو اب جس نے یہ خیال پختہ کر لیا ہے کہ مانگنے اور ہاتھ پھیلانے کے سوا اسکی ضرورتیں پوری نہ ہوں گی اسکو بجز سوال کے اور کوئی صورت اور تدبیر اپنی ضرورتیں کے پورا کرنیکی نہیں سوجھائی دیگی اور وہ ہمیشہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہیگا۔

معمولی محنت اور تھوڑی مشقت کا کام اس کو سخت دشوار اور مشکل معلوم ہوگا

toobaa-elibrary.blogspot.com

شریف اور باعزت پیشوں کو بھی وہ اپنی شان کے خلاف سمجھے گا اور خیال کریگا کہ ان سے میری ذلت ہو گی۔

جب اسکی ضرورتیں اس کو مجبور کریں گی تو وہ سوال کرے گا یہ کیوں ہے؟ صرف اس وجہ سے کہ اس نے یقین کر لیا ہے کہ مجھکو روزی سوال ہی کے ذریعہ سے ملیگی اب سوال کے علاوہ اور کسی ذریعے سے اسکی ضرورتیں پوری نہیں ہو سکتیں۔ اس کے پاس مالداروں سے زیادہ مال ہو جائے کتنی ہی چیزیں اسکے قبضہ میں ہوں مگر وہ ہمیشہ اپنے کو مفلس اور محتاج سمجھے گا اور بات بھی یہی ہے کہ اس کا دل کبھی غنی نہیں ہو سکتا۔ سچ ہے۔

خوئے بد در طبیعتے کہ نشست

نرود جز بوقت مرگ از دست

عنہ قال کانت لی عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عدۃ فلما فتحت قریظۃ جئتہ لینجز لی ما وعدنی فسمعتہ یقول من یستغن یغنہ اللہ ومن یقنع یقنعہ اللہ فقلت فی نفسی لاجرم لا اسئلہ (ترغیب منذری ص١٦١)

آپ روایت فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ میرا وعدہ تھا جب قریظہ فتح ہوا ہے تو میں اس ارادہ سے حاضر ہوا کہ حضور اپنا وعدہ پورا فرمائینگے جیسے ہی قریب پہونچا تھا، سنا کہ حضور ارشاد فرماتے ہیں جو مستغنی بنتا ہے تو اللہ اس کو غنی بنا بھی دیتا ہے اور جو قناعت کرتا ہے تو اللہ اسکو قناعت عطا بھی کرتا ہے (آپ فرماتے ہیں) کہ میں نے اپنے جی میں کہا کہ ہرگز سوال نکرونگا۔

استغنا اور قناعت میں اپنی خواہشوں کو اپنے قابو میں رکھنے کی سنت تکلیف

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہوتی ہے اور جان گھٹتی ہے مگر ہماری اس تکلیف کا علم خدا تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہوتا۔ اسوجہ سے ہم کسی کی نظروں میں ذلیل نہیں ہوتے بلکہ اس سے ہماری خودداری اور نفس کی عزت لوگوں کے دلوں میں قائم ہوتی ہے اس سے زیادہ سستا سودا اور کیا ہو سکتا ہے کہ تکلیف تو تھوڑی ہم کو برداشت کرنی پڑے مخلوق کی نگاہ میں جو قعت و عزت ہو وہ بہت بڑی عزت سے زیادہ قیمتی چیز کیا ہوسکتی ہے۔ سچ ہے ۔ صبر تلخ است لیکن بر شیریں دارد۔ عزت سے زیادہ اور کوئی میٹھا پھل کیا ہوسکتا ہے۔

من لم یکرم نفسہ لم یکرم

جس نے اپنے نفس کی عزت آپ نہ کی لوگ بھی اسکی عزت نہیں کرینگے۔

(۴۶) عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الھجرۃ خصلتان احدٰھما ان تھجر السیئات والاخری ان تھاجر الی اللہ ورسولہ ولا تنقطع الھجرۃ ما قبلت التوبۃ ولا تزال التوبۃ مقبولۃ حتی تطلع الشمس من المغرب فاذا طلعت طبع علی کل قلب بما فیہ وکفی الناس العمل (مجمع الزوائد کتاب الجہاد جلد ۳)

آپ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہجرت دو باتوں کا نام ہے پہلی بات یہ کہ تمام برائیوں کو چھوڑا جائے دوسری بات یہ کہ اپنا گھر بار چھوڑ کر خدا اور اسکے رسول کی طرف آئے جب تک توبہ قبول ہوتی رہے گی ہجرت کا سلسلہ بند نہ ہوگا اور جبتک آفتاب اپنے غروب ہونیکی جگہ سے طلوع نہ کریگا اسوقت تک توبہ مقبول ہوسکیگی اسکے بعد ہر شخص کے دل پر موجودہ حالت میں مہر کردیجائیگی اور انسان کے لئے اس کا عمل بس ہوگا۔

ہجرت کی دو صورتیں بتلائی گئیں جس میں سے ایک صورت یہ ہے کہ بری باتیں چھوڑی جائیں یعنی توبہ کیجائے اور توبہ قیامت تک مقبول ہوگی۔ رہا

toobaa-elibrary.blogspot.com

باز آ باز آ ہر آنچہ کردی باز آ | گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
این درگہ ما درگہ نومیدی نیست | صد بار گر توبہ شکستی باز آ

اس حدیث سے عمل کی قوت بھی ظاہر ہوتی ہے کہ جس جگہ زبانی باتیں اور دل کے پختہ ارادے بیکار ہو جاتے ہیں وہاں عمل بیکار نہیں ہوتا۔ اور یہی ایک ایسی چیز ہے کہ جو کسی وقت بھی ضائع اور اکارت نہیں جاتی ہے۔ انی لا اضیع عمل عامل منکم من ذکر او انثی

(۲۴) من عاد مریضا خاض فی الرحمۃ حتی یجلس فاذا جلس غمرتہ الرحمۃ (طبرانی) | جس نے مریض کی عیادت کی وہ بیٹھنے تک خدا کی رحمت داخل ہوتی ہے۔ اور جب بیٹھ گیا تو اس کو رحمت (چاروں طرف سے) ڈھاک لیتی ہے۔

صحت کی حالت میں انسان خود جا کر دوسروں سے ملکر اپنا جی بہلا سکتا ہے۔ جو کام خود نہیں کر سکتا وہ دوسروں سے کہہ سکتا ہے۔ جب تندرستی نہیں رہی اور بیمار ہو گیا تو اپنے جی بہلانے اور کام کے کہنے کیلئے سوائے اسکے اور کیا صورت ہو سکتی ہے کہ اس کے دوست احباب اس کے پاس آئیں۔

ہر کمزوری کے وقت اور خصوصاً بیماری میں افکار اور غم آدمی کو جب گھیر لیتے ہیں تو صرف اپنے دوستوں ہی کی ملاقات اس کے دل کو قوت پہنچا سکتی ہے اور اسکو خوش و خرم کر سکتی ہے۔ اس سے زیادہ اسکی تفریح اور اسکی دل کی قوت کا اور کوئی ذریعہ نہیں۔ دل کی قوت اور خوشی و مسرت بیماری کو بہت دور کرتی ہیں ان سے زیادہ بیماری کے دور کرنے میں کوئی اور چیز موثر نہیں ہے۔

اور ایسا بہت ہوتا ہے کہ ہم عیادت کی سنت ادا کرنا چاہتے ہیں مریض اور تیمار داروں کی اور حالتوں کی ہم کو اطلاع ہو جاتی ہے اور ہمارے لڑکیوں کا دائرہ کھلجاتا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۴۸) عنہ التسوف شعار الشیطان یلقیہ فی قلوب المومنین (فردوس دیلمی) کنز العمال ج ۲ ص ۲ کتاب التوبہ)

کام میں دیر لگانا شیطان کا شعار ہے مسلمان کے دلوں میں تاخیر کا وسوسہ شیطان ہی ڈالتا ہے۔ اسی مضمون کو فارسی میں کار امروز بفردا مگذار۔ جیسے چھوٹے جملہ سے ادا کیا گیا ہے

تیسرا حصہ متفرق حدیثوں کے بیان میں

(۴۹) عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العامل اذا استعمل فاخذ الحق واعطی الحق لم یزل کالمجاھد فی سبیل اللہ حتی یرجع الی بیتہ (مجمع الزوائد باب العمال علی الصدقہ)

آپ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عامل جب عامل بنایا جاتا ہے تو حق لیتا ہے اور جو حق ہے وہ دیتا ہے وہ ہمیشہ مثل مجاہد کے رہتا ہے جب تک کہ اپنے گھر واپس نہ آجائے۔

(۵۰) ما کان یولد لاحد مولود الا اتی بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فدعا لہ (مستدرک حاکم)

کسی کے گھر میں بچہ پیدا نہیں ہوتا تھا مگر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا جاتا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسکے لئے دعا فرماتے تھے۔

(۵۱) عممنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نار سلھا من بین یدی ومن خلفی وقال یرفع زینۃ الدنیا سنۃ خمس وعشرین ومائۃ۔ (ابو یعلی)

مجھکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمامہ باندھا میرے سامنے اور میرے پیچھے تھوڑا چھوڑا اور فرمایا کہ ۱۲۵ سنہ میں دنیا کی زینت اٹھ جائے گی۔

جہانتک میرا خیال ہے یہ اس سال کا واقعہ ہے کہ جب آپ دومۃ الجندل تشریف لے گئے ہیں۔ اسکے ٹھیک ایک سو پچیس ۱۲۵ برس بعد سلطنت بنی امیہ کا خاتمہ ہوگیا جو خالص عربی سلطنت تھی

toobaa-elibrary.blogspot.com

عباسیوں کا دور دورہ شروع ہوا۔ ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرف اشارہ فرمایا ہو۔

(۵۲) عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر فی الجنۃ عمر فی الجنۃ عثمان فی الجنۃ علی فی الجنۃ طلحۃ فی الجنۃ وزبیر فی الجنۃ وعبد الرحمٰن بن عوف فی الجنۃ وسعید بن زید فی الجنۃ وسعد ابن ابی وقاص فی الجنۃ ابو عبیدۃ فی الجنۃ (مسند حنبل وغیرہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ابوبکر جنت میں ہیں عمر جنت میں ہیں عثمان جنت میں ہیں علی جنت میں ہیں طلحہ جنت میں ہیں زبیر جنت میں ہیں عبد الرحمٰن بن عوف جنت میں ہیں سعید ابن زید جنت میں ہیں سعد ابن ابی وقاص جنت میں ہیں ابو عبیدہ جنت میں ہیں۔

یہ دس وہ ہستیاں ہیں جو مسلمانوں میں عشرہ مبشرہ کے لقب سے مشہور ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر کسی عمل کی جزا کے انکو صاف اور صریح الفاظ میں جنت کی بشارت دی ہے۔

(۵۳) عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش والانصار وجہینۃ ومزینۃ واسلم وغفار واشجع واسلم اولیائی لیس لھم ولی دون اللہ ورسولہ (ابویعلی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ قریش اور انصار اور اسلم اور جہینہ، مزینہ، غفار، اشجع اور اسلم میرے دوست ہیں ان کا بجز اللہ اور اسکے رسول کے اور کوئی دوست نہیں ہے۔

(۵۴) کلم طلحۃ بن عبید اللہ عامر بن فہیرۃ[1] بشئی فقال صلی اللہ

حضرت طلحہ نے عامر بن فہیرہ سے سخت بات کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے کہا کہ طلحہ درگذر کرو

[1] یہ عامر بن فہیرہ [illegible] تھے اور کفار نے

toobaa-elibrary.blogspot.com

علیہ وسلم مولاً یا طلحۃ فانہ شہد بدرا" فما شہدتہ وخیرکم خیرکم | وہ بدر میں شریک ہو چکا ہے۔ کیا تم نہ تھے ! (یعنی تم تو خود شریک تھے اور تم کو اسکی شرکت کا حال اچھی طرح

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اپنے ظلم وستم کا تختہ مشق بنا رکھا تھا۔ سیدنا حضرت بلالؓ کی طرح آپ کو سخت سخت ایذا دیکر کفار اپنے دل کی بھڑاس نکالا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپکو بہت زیادہ قیمت پر خرید کر آزاد کر دیا۔ غار ثور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب چھپے تھے اور حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ تھے تو آپ ہی دونوں وقت صبح۔ شام بکریوں کو غار تک اس طرح پہنچاتے کہ کسی کو خبر ہوتی تھی یعنی صبح کو اندھیرا ہی رہتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کو دودھ سے سیراب کر کے بکریاں واپس لیجاتے تھے اور شام کو تھما کے وقت بکریاں لاتے تھے۔ تین روز تک متواتر آپ یہ خدمت بجالاتے رہے اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لیچلے میں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لئے آپ کو بھی اپنے ہمراہ لے لیا تھا اور آپ کو سواری پر صدیق اکبر اپنے پیچھے بٹھا لیتے تھے۔

مدینہ پہونچکر اپنے آقا صدیق اکبر اور اپنے رفیق حضرت بلال کی طرح خود بھی بخار میں مبتلا ہو گئے اسی حالت میں پڑھتے تھے۔

انی وجدت الموت قبل ذوقہ | ان الجبان حتفہ من فوقہ
موت کا مزہ موت آنے سے پہلے مجھکو مل گیا | بزدل کی موت اسی کے تیر سے ہوا کرتی ہر
کل امری مجاھد بطوقہ | کالثور یحمی جلدہ بروقہ
ہر شخص اپنی وسعت بھر کوشش کرتا ہے | جیسے کہ بیل اپنے سینگ سے اپنی جلد کو بچاتا ہے

سنہ ۳ھ بیر معونہ میں بہت مظلوم طریقہ پر شہید ہوئے۔ اسوقت شاید چالیس برس کی عمر تھی (اصابہ وبخاری غزوۃ الرجیع صفحہ ۵۸۵ و باب ہجرۃ النبی صفحہ ۵۵۲) عامر بن طفیل نے آپ کے شہید ہونے کے بعد اپنی آنکھوں سے آپکی نعش کو آسمان کی طرف جاتے دیکھا رضی اللہ عنہ وارضاہ ۱۲ منہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

لمواليه (اتحاف المهرة فی اطراف العشرة ابن حجر قلمی و جمع الفوائد عن الطبرانی) | معلوم ہے) تم میں بہتر وہ شخص ہے جو اپنے غلاموں سے اچھا برتاؤ کرے۔

بدر کی حاضری مسلمانوں میں انتہائی عزت اور عظمت شمار کیجاتی ہے۔ کیونکہ یہ جانبازی کا سب سے پہلا موقعہ تھا۔ مسلمانوں کے پاس بجز ایمان کے کفار کے مقابلہ کیلئے کچھ نہ تھا۔ اور پھر مقابلہ اپنے رشتہ داروں اور قریب کے لوگوں سے تھا۔ غرضکہ مختلف حیثیت سے یہ امتحان کا موقعہ تھا اس میدان میں جو پورا اترا اس کو سند دیدی گئی قد غفرت لکم فاعملوا ما شئتم۔ تمہاری مغفرت ہو گئی اب جو چاہے کرو امتحان کی کامیابی کے بعد کچھ نہیں پوچھا جاتا کہ قابلیت اور لیاقت کیسی ہے صرف اس سند کے لحاظ سے برابر ترقی جاری رہتی ہے۔

اس سے تعلیم محمدی ﷺ کے طرز کا پتہ چلتا ہے کہ آپ کس نرم لہجہ میں فرما رہے ہیں کہ سخت گفتگو تم کو کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ مسلمانوں کیلئے جو انتہائی بزرگی اور فضیلت ہو سکتی تھی وہ عامر بن فہیرہ رض نے حاصل کر لی اب کوئی لغزش اور غلطی اتنی سخت گرفت کی بجائے اس بات کی مستحق ہے کہ اس سے چشم پوشی کیجائے۔ آپ دیکھئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس رغبت دلانے والے الفاظ میں درگذر کی تعلیم فرماتے ہیں۔ خیرکم خیرکم لموالیہ کہ تم میں جو شخص نیک اور عمدہ بننا چاہتا ہے اس کو اپنے زیردستوں اور چھوٹوں کے ساتھ اخلاق برتنے چاہئے اور ان سے اچھا برتاؤ برتنا چاہئے۔ اور بات بھی یہی ہے کہ اچھا تو وہی ہے جو سب کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے خصوصاً ان لوگوں کیساتھ جن کے ساتھ ہم عمدہ برتاؤ کرنے پر مجبور نہیں ہیں۔ اپنے رشتہ دار یا ذی عزت یا برابر والے سے

toobaa-elibrary.blogspot.com

اگر ہم اچھی طرح پیش نہ آئیں تو ہم کو خود اندیشہ ہے کہ وہ اچھی طرح ہم سے پیش نہ آئینگے چھوٹے اور ایسے لوگ جو برابر کا درجہ نہیں رکھتے ان کیساتھ عمارہ بن تا ذکر نا اسکی دلیل ہے کہ درحقیقت ہم اچھے ہیں۔

(۵۵) عنه قال قال النبي صلى الله عليه وسلم يا ابن عوف انك من الاغنياء ولن تدخل الجنة الا زحفا فاقرض الله يطلق لك قدميك قال ابن عوف وما الذي اقرض الله قال تبدأ بما اليت[1] فيه قال أمن كله اجمع يا رسول الله قال نعم فخرج ابن عوف وهو يهم بذلك فارسل اليه رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ان جبرئيل[2] قال مر ابن عوف ليضف الضيف وليطعم المسكين وليعط السائل ويبدأ بمن يعول فانه اذا

آپ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم مالدار ہو جنت میں نہ جاؤ گے مگر بارگراں سے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرو۔ تمہارے پیر کشادہ اور ہلکے ہو جائیں گے (آپ نے دریافت کیا کہ کیا خرچ کروں آپ نے فرمایا کہ جو کچھ تم سے ہو سکے وہ خرچ کرو آپ نے دریافت کیا کہ اپنا سب مال آپ نے فرمایا کہ ہاں حضرت عبدالرحمٰن آپ کے پاس سے نکلے اور قصد کرتے تھے کہ سب مال خرچ کردوں کہ آپ نے ایک شخص کو آپ کے پاس بھیجا کہ عبدالرحمٰن سے کہو کہ جبریل نے کہا ہے کہ عبدالرحمٰن کو حکم دو کہ مہمان کی مہمانی کریں اور مسکین کو کھانا کھلائیں اور سائل کو بھی دیں اور جو ان کے زیر پرورش ہوں ان پر پہلے خرچ کریں جب یہ کرینگے تو یہ ان کے لئے

---

[1] الریاض النضرۃ میں ہے کہ قال بما امسیت فیہ

[2] ابن سعد وغیرہ نے صرف یہاں سے اخیر تک اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ (کنز العمال ص۱۸۲ ج۶)

toobaa-elibrary.blogspot.com

فعل ذالک کانت تزکیہ مافیہ (مستدرک } تزکیہ کا سبب ہوگا (مستدرک) المستدرک
کتاب المناقب)

اس حدیث کے صحیح تسلیم کرنے میں لوگوں کو شبہ ہے تفصیل کے لئے علامہ ابن حجر کی القول المسدد دیکھئے۔ مجھکو تو یہاں چند باتیں اس حدیث سے سیکھنی ہیں انکو ناظرین کے سامنے بھی پیش کردیتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مہمانوں کو مہمانداری اور مسکینوں کو کھلانا اور سائل کی حاجت کے پورا کرنیکا حکم دیا ان سب سے پہلے جو لوگ ہمارے زیر پرورش کسی حیثیت سے بھی ہوں ان کا خیال کرنا ضروری قرار دیا خواہ زیر پرورش جو لوگ ہیں وہ ہمارے بزرگ ہوں یا ہماری بیوی یا بچے یا اور رشتہ دار یا ہمارے نوکر اور خادم یا ہم سے کسی اور قسم کا تعلق رکھنے والے۔ جب وہ ہمارے زیر پرورش ہیں تو انکی خبرگیری مقدم ہے۔ کیونکہ عیال کی خبر گیری کرنا ہمارے لئے ضروری ہے ان کی عیالداری سے فارغ نہیں ہوتے ہیں تو یہ چیزیں ہمارے لئے راحت کا سامان نہیں مہیا کرسکتیں۔ اور ہمارے مال کو پاک نہیں کرسکتیں۔ گذشتہ احکام کے پورا کرنیکے بعد ہم کو یہ خوشخبری دیجاتی ہے کہ بقیہ مال پاک ہوجائے گا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی جو حدیث ہے کہ جب تم نے زکوٰۃ ادا کردی تو تم سبکدوش ہو گئے اس کا مطلب صرف اتنا ہے کہ حکومت اور سلطنت کو اس سے زیادہ مطالبہ کا حق نہیں اور یہ حدیث اخلاقی طور پر ہمارے ذمہ جو چیزیں ضروری ہیں انکی ایک مختصر فہرست بتلاتی ہے ان چیزوں کا ادا کرنا اور پورا کرنا اسلئے ضروری نہیں ہے کہ ہم اگر ان کو پورا نکرسکے تو گنہگار ہوں گے بلکہ اپنے ہم چشموں میں ممتاز ہونا چاہتے ہیں تو ہم کو یہ اخراجات برداشت کرنے چاہئیں۔ جب ہم نے مہمانوں کی مہمانی کردی مسکینوں اور محتاجوں کو ان کا حق دیدیا تو ہمارا بقیہ مال پاک ہوگیا۔ فاطمہ بنت قیس فرماتی ہیں

toobaa-elibrary.blogspot.com

زکوٰۃ واجب کے سوا مال میں اور بھی حق ہوتا ہے { ان فی المال حق سوی الزکوٰۃ
یعنی جب تک اسکو ادا نہیں کریگا اس کا مال پاک نہیں ہوگا۔ شریعت نے اپنے بال بچوں اور دست نگروں کی کفالت و خدمت کو انفاق کی بسم اللہ قرار دیا اور سب سے مقدم کرکے اسکی اہمیت اس عنوان سے جتلائی کہ جو شخص اپنے مال کو پاک کرنا چاہے تو سب سے پہلے اسے اپنے بال بچے اور دست نگروں کے حقوق سے سبکدوش ہونا چاہیئے اسکی وجہ یہ ہے کہ مہمانوں کی مہمانی، اور مسکینوں کی ایک بھیڑ کی بھیڑ کو کھانا کھلانے تمام عالم میں پھرنے والے گداگروں کے سوالات پورا کرنیکی عادت میں نفس کی شرکت ہو جاتی ہے اور حُبِ جاہ کا پوشیدہ جذبہ ان کاموں کو نیک کام سمجھ کر نہیں بلکہ اپنی شہرت کا ذریعہ سمجھ کر اتنا وسیع کر دیتا ہے کہ بہت سے صاحب حقوق محروم رہ جاتے ہیں اور جو کہ درحقیقت مہمانی اور کھانا پانے کے مستحق تھے ان کی نہ مہمانی ہوتی ہے اور نہ اس مسکین کو کھانا ملتا ہے جو سب سے پہلے اس کا مستحق تھا۔

اسلئے شریعت نے اسکی روک تھام کیلئے بال بچوں اور دست نگروں کے حقوق کو سب سے مقدم کیا کیونکہ جب آپکا وقت اور آپکی دولت اپنے موقعہ و محل سے صرف ہوتی رہیگی تو آپ کا مہمانی کرنا اور مسکینوں کا کھانا کھلانا اور سائلوں کو دینا آپ کی حیثیت سے زیادہ وسیع پیمانہ پر پہونچنے کی وجہ سے آپکی شہرت کا ذریعہ نہیں بن سکتا کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ مال ہو یا وقت جب اپنے مصرف میں خرچ ہو جائے گا تو تو پھر بے محل اور غیر ضروری کاموں میں خرچ نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح انسان جب غیر ضروری کاموں میں مشغول ہوگا تو کوئی تعجب نہیں کہ ضروری باتوں سے رہ جائے۔

اسی لئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

آدمی کے اسلام میں حسن غیر ضروری باتوں کے چھوڑ نے سے پیدا ہوتا ہے۔ ﴿من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ۔﴾

جب تمام غیر ضروری باتوں کو چھوڑیگا تو لامحالہ اسکو اپنے وقت گذاری کیلئے ایسی تلاش ہوگی کہ ایسا کام کرے جو اسکے دین اور دنیا میں کارآمد ہو۔ کیونکہ اسلام صرف چند عقیدوں کے مجموعہ کا نام نہیں ہے بلکہ وہ ایک عملی مذہب ہے بغیر عمل کے چارہ نہیں ہے، شریعت اسے بہت اچھی طرح جانتی تھی کہ مسلمان غیر ضروری باتوں میں پڑ جائینگے تو کام کی باتیں ان سے چھوٹ جائینگی اسوجہ سے شریعت نے بدعت سے بہت سختی سے روکا اور اسکو اسلام کی حقانی تعلیم کا مقابل ٹھیرا کر ضلالت و گمراہی کے لقب سے یاد کیا۔

پہلے پہل تو ہماری سہل انگاری غیر ضروری کام اور اس فضول خرچ کو اصلی کام کے خارج و مضر نہیں سمجھتی لیکن جب اسکی عادت ہوجاتی ہے یا چند پشتیں اس پر گذر جاتی ہیں تو ہماری اولاد کے دل میں اسکی اہمیت ہوجاتی ہے اور ایک زمانہ آتا ہے کہ یہ اہمیت مذہبی صورت اختیار کرلیتی ہے اور اس کا درجہ مذہب کی اصلی باتوں اور حقیقی تعلیم سے بڑھا دیا جاتا ہے۔ یہ کیوں صرف اس وجہ سے کہ ہم اس سے مانوس ہوگئے ہیں اور موانست نے اس کے محاسن کو اس طرح پھیلا کر پیش کیا ہے کہ تمام عیوب اسمیں چھپ گئے ہیں۔ کیا آپ نے نہیں سنا کہ حُبُّكَ الشَّيءَ يُعمِي وَيُصِمُّ۔ محبت آدمی کو اندھا بہرا بنا دیتی ہے نہ اس کو خود آنکھ سے سوجھتا ہے اور نہ کسی کی سنتا ہے یہ ہمارا رات دن کا مشاہدہ ہے کہ ہماری نمازیں اور جماعت اور ہمارے اسلامی اخلاق بہت سی اس قسم کی غیر ضروری باتوں کو اپنے من بھائے طریقہ پر پورا کرنیکی وجہ سے غارت ہوجاتی ہیں اور بجائے اسکے کہ ہم نادم و شرمندہ ہوں اپنی جگہ پر مسرور رہتے ہیں اور مزے لیکر اپنے دوست احباب کو اپنی جماعتوں کو جانا اور نماز دل کا

toobaa-elibrary.blogspot.com

قضا ہونا۔ کمزوروں پر ظلم کرنا۔ اپنے دوستوں اور گھروالوں کو ڈانٹنا بغیر کسی شرعی حجت کے خفا ہونا بیان کرتے ہیں اور ذرا خیال نہیں ہوتا کہ جہنم کا فاصلہ ہم سے کتنا کم ہوتا جا رہا ہے اسلامی تعلیم کے بہت عناصر ان ہی غیر ضروری اور فضول باتوں کے اختیار سے ہمارے ہاتھ سے جاتے رہے اور ہم ہیں کہ بدعت کو چند باتوں میں منحصر کر کے اسکے فروگزاشت کی کوشش میں منہمک ہیں اور اسکی خبر نہیں کہ ہماری زندگی کی ہر شاخ اور ہر شعبہ میں بدعت نے گھر کر لیا ہے۔

شریعت نے غیر ضروری باتوں کو علماً یا عملاً ضروری قرار دینا تو درکنار خود شریعت نے اپنے احکام کے جو درجہ قرار دیئے ہیں اس میں کمی و زیادتی گناہ ہے اگر کوئی سنت کو واجب سمجھنے لگے تو بجائے ثواب کے گناہ کا سزاوار ہوتا ہے اگر کسی مستحب عبادت کو سنت سمجھنے لگے تو اب وہ حرام ہو جاتی ہے

(۵۶) عنہ نزل القرآن علی سبعۃ احرف (اخبار متواترہ سیوطی) } قرآن شریف سات حرفوں پر نازل ہوا ہے (الازہار المتناثرہ)

یہ قرآن مجید سات وجہوں یعنی طریقوں پر نازل ہوا ہے۔

ل حافظ ابو علی۔ وغیرہ نے اس حدیث کو متواتر کہا ہے ابو یعلی نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ نقل کیا ہے ایک روز آپ نے بھرے مجمع میں دریافت کیا کہ یہ حدیث کس کس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تو ہر گوشہ سے آوازیں اتنی بلند ہوئیں کہ انکا شمار دشوار ہو گیا نشر میں ابن جزری نے تمام ان روایات کو جو ملسکی ہیں بیان کیا ہے اسی طریقہ سے اسکے معنے بیان کرنے میں علماء نے بہت موشگافیاں کی ہیں۔ سید احمد بن مبارک نے کتاب الابریز میں بھی لکھا ہے اور علامہ سیوطی نے تمام معانی جو چالیس ہیں اتقان میں جمع کر دیے ہیں ۱۲ ر۔ ۲ے حرف کے معنی وجہ اور طریقہ کے بھی آتے ہیں چنانچہ خبیث النفع

toobaa-elibrary.blogspot.com

تقریباً ہر زبان کے کلمات و الفاظ خصوصاً عربی کلمات مختلف لہجوں سے مختلف طریقوں پر مخصوص قوانین کے تحت ادا کئے جاتے ہیں۔

قبیلہ اور ملک عرب کے ہر حصہ کے اختلاف کیوجہ سے ان لہجوں میں اختلاف ہوا کرتا ہے۔ اکثر ایک لہجہ سے دوسرے لہجہ میں حرف کی شان ایسی بدلجاتی ہے کہ سرسری نظر میں حرف بدلا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اسلئے ان لہجوں کے اختلاف و تعدد کو حرف کے تعدد سے بیان کیا گیا ہے۔ اس حدیث کا مطلب بالا بہت صحیح مطلب کہا گیا ہے میرے خیال میں یہ بات اگر اور اضافہ کر دیجائے تو زیادہ بہتر ہوتا کہ یہاں سات سے مراد سات کی تعیین نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ ایک سے زیادہ طریقوں پر حروف ادا ہو۔ مذہب نے چونکہ ہمارے لئے سب چیزوں میں سہولت کو پیش نظر رکھا ہے اسلئے متعدد لہجوں میں قرآن شریف پڑھنا جائز ہے کیونکہ ہر شخص دوسرے کے لہجہ میں صحیح اسوقت تک نہیں پڑھ سکتا جب تک اسکی تعلیم نہ پائے اور اچھی طرح مشق نہ کرے۔

(۵۷) رضی عنہ قال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقرء اکلا بل لا یکرمون الیتیم ولا یحاضون علی طعام المسکین ویاکلون التراث اکلا لما ویحبون المال حبا جما الآیۃ کلھا بالیاء

عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کلا بل لا یکرمون تا آخر پوری آیت کو یا سے پڑھتے تھے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ میں اس حدیث کے یہی معنے بیان کئے ہیں اور اس استدلال میں کہ حرف کے معنے وجہ کے ہیں آیت ومن الناس من یعبد اللہ علی حرف (بعض وہ لوگ ہیں جو اللہ کی عبادت ایک طریقہ پر کرتے ہیں) کو پیش کیا ہے

toobaa-elibrary.blogspot.com

یعنی حاضر کے صیغوں کے بجائے غائب کے صیغے پڑھتے تھے۔ اب بھی قراء سبعہ میں سے ابوعمرو ابن العلاء البصری المازنی اسی روایت کے پابند ہیں یعنی مخاطب کے بجائے غائب ہی پڑھتے ہیں [1]

(۵۸) عنہ قل ھو اللہ احد تعدل ثلث القرآن او تعدل له (اتحاف و سنن دارمی صفحہ ۴۳۳) | آپ روایت فرماتے ہیں کہ قل ھو اللہ ایک تہائی قرآن ہے یا اس کے برابر ہے۔

(۵۹) عنہ قل ھو اللہ احد ثلث القرآن وان تبارک الذی بیدہ تجادل عن صاحبھا (موطا مالک) | آپ روایت کرتے ہیں کہ قل ھو اللہ ثلث قرآن ہے اور تبارک الذی اپنے پڑھنے والے کی طرف سے جھگڑا کریگی۔

یعنی قیامت میں اس کے نجات کا سبب ہوگی۔

(۶۰) عنہ قال رأیتہ یسجد فی اذا السماء انشقت عشر مرار (مسند ابویعلی موصلی) | آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ انشقاق دس مرتبہ سجدہ کرتے دیکھا۔

خاتمہ (ناتمام واقعات کی چند حدیثیں)

(۶۱) واقعہ بدر کا حال آپ سے آپ کے بھانجے مسور بن مخرمۃ نے پوچھا آپ نے کہا اگر بدر کا واقعہ دریافت کرنا چاہتے ہو تو آل عمران کو پڑھو۔ ایکسو بیس آیت کے بعد ہمارا ہی ذکر ہے۔

---

[1] غیث النفع ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

واذ غدوت من اهلك تبوئ المؤمنين مقاعد للقتال والله سميع عليم ۞ اذ همت طائفتان منكم ان تفشلا والله وليهما وعلى الله فليتوكل المؤمنون ولقد نصركم الله ببدر وانتم اذلة فاتقوا الله لعلكم تشكرون اذ تقول للمؤمنين الن يكفيكم ان يمدكم ربكم بثلاثة الاف من الملائكة منزلين	جب آپ اپنے گھر سے چلے مسلمانوں کو لڑائیوں کے موقعوں پر بٹھاتے تھے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے جبکہ تم میں سے دو فریق نے نامردی کا قصد کیا اور اللہ دونوں کا سرپرست تھا اور اللہ ہی پر مسلمانوں کو بھروسہ کرنا چاہئے اور اللہ نے تمہاری بدر میں مدد کی حالانکہ تم کمزور تھے۔ پس اللہ سے تم ڈرو تاکہ تشکر گذار ہو وہ وقت یاد کرو کہ جب مسلمانوں سے تم کہہ رہے تھے کہ کیا تم کو یہ بس نہیں ہے کہ خدا تمہاری تین ہزار اترنے والے فرشتوں سے مدد کرے۔

(ابو یعلی قلمی مخزونہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن وقال ابن حجر اخرجہ ابن ابی حاتم (فتح ج ص ۲۶۷ غزوۂ احد)

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ واقعات بیان کرنے میں آپ کتنے محتاط تھے۔ تذکرہ میں بھی آپ پڑھ چکے ہیں کہ حدیث بیان کرنے میں آپ کو بہت احتیاط تھی۔ آپ کے بھانجے بدر کا واقعہ آپ سے پوچھتے ہیں آپ اول سے آخر تک بدر میں موجود تھے مگر واقعات کو دہرانا پسند نہیں کیا۔ شاید غلطی ہو جائے اور یہ کہکر سبکدوش ہو گئے کہ اس واقعہ کو معلوم کرنا چاہتے ہو تو قرآن شریف پڑھ لو اور بات بھی یہی ہے کہ جو سبق ہم کو اس عظیم الشان واقعہ سے سیکھنا چاہئے اسکے لئے اتنا قصہ جو قرآن میں ہے کافی ہے۔

(۶۲) عنہ ان قوما من العرب اتوا	کہ عرب کی ایک قوم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی

toobaa-elibrary.blogspot.com

رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينة فاسلموا واصابهم وباء المدينة فارکسوا فخرجوا فاستقبلهم نفر من اصحابه صلى الله عليه وسلم فقال لهم مالكم رجعتم قالوا اصابنا وباء المدينة فاجتوينا المدينة فقالوا اما لكم في رسول الله اسوة حسنة فقال بعضهم نافقوا فقال بعضهم هم مسلمون فانزل فما لكم في المنافقين فئتين والله اركسهم بما كسبوا اتريدون ان تهدوا من اضل الله۔

اسلام لائی۔ ان کو مدینہ کی وبا نے تکلیف دی تو وہ لوٹے اور مدینہ سے نکل گئے ان کو چند صحابہ ملے انھوں نے کہا کہ کیوں تم واپس ہو رہے ہو، انھوں نے کہا کہ مدینہ کی آب و ہوا نے تکلیف پہنچائی، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روش پر تم کو چلنا چاہیئے اب ان صحابہ میں دو گروہ ہو گئے۔ بعضوں نے کہا کہ وہ مرتد ہو گئے (اور نفاق کی وجہ سے اپنے کفر کو چھپایا) اور بعضوں نے کہا کہ وہ مسلمان ہیں۔ تو یہ آیت اتری کہ کیا ہے کہ تم منافقوں کے بارے میں دو گروہ ہو گئے۔ اللہ نے ان کے اعمال کی وجہ سے ان کو لوٹا دیا کیا تم یہ ارادہ کرتے ہو کہ جس کو خدا نے گمراہ کر دیا اسکو راہ راست پر لاؤ۔ (المسند احمد)

غزوۂ احد کا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں۔

(۶۳) عنه قال قال لی امیة بن خلف وانا بینه وبین ابنه علی آخذ بایدیهما عبد الاله من الرجل منکم المعلم بریشة

آپ بیان کرتے ہیں کہ میں اُمیہ اور اسکے بیٹے علی کے درمیان دونوں کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا کہ امیہ نے کہا کہ اللہ کے بندے تم میں وہ کون ہے جو شتر مرغ کا پر

toobaa-elibrary.blogspot.com

نعامة فی صدره قلت ذاك حمزة بن عبد المطلب قال ذاك الذی فعل بنا الافاعيل

علامت کے لئے اپنے سینے میں لگائے ہوئے ہے میں نے کہا وہ حمزہ بن عبد المطلب ہیں. اُمیہ نے کہا کہ یہی وہ ہیں جنھوں نے ہم پر مصیبت ڈالی ہے۔ (مستدرک حاکم ج ۲ ص ۱۱۷)

(۲۲) عنه قال بينا انا واقف فی الصف يوم بدر فنظرت من عن يمينی و شمالی فاذا انا بغلامين من الانصار حديثة اسنانهما تمنيت ان اكون بين اضلع منهما فغمزنی احدهما فقال يا عم هل تعرف ابا جهل قلت نعم ما حاجتك اليه يا ابن اخی قال اخبرت انه يسب رسول الله صلی الله عليه وسلم والذی نفسی بيده لئن رأيته لا يفارق سوادی سواده حتی يموت الاعجل منا فتعجبت لذلك فغمزنی الآخر فقال لی مثلها فلم انشب ان

آپ روایت کرتے ہیں کہ بدر کے دن میں صف میں کھڑا تھا ایسی حالت میں انصار کے دو نوعمر لڑکوں کے درمیان میں نے اپنے کو پایا مجھ کو تمنا ہوئی کہ دونوں میں جو قوی ہے وہ میں ہوتا ان دونوں میں سے ایک نے مجھ کو چوکا اور کہا کہ چچا! ابوجہل کو آپ پہچانتے ہیں میں نے کہا کہ ہاں تم کو اے عزیز اس سے کیا کام ہے اس نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہتا ہے اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر میں اسے دیکھ پاؤں تو میرا سایہ اس کے سایہ سے اس وقت تک ہٹنے نہ پائے جب تک کہ جس کی موت جلد لکھی گئی ہے وہ مر نہ جائے۔ تو مجھ کو ان کی ہمت و جرأت پر تعجب ہوا اسیطرح دوسرے نے چوکا اور یہی بات کہی مجھ کو دیر نہ لگی کہ میں نے ابوجہل کو دیکھا کہ لوگوں میں کود رہا ہے۔ فوراً

toobaa-elibrary.blogspot.com

نظرت الی ابی جھل یجول فی الناس فقلت الا ھذا صاحبکما الذی سألتمانی فابتدراہ بسیفیھما فضرباہ حتی قتلاہ ثم انصرفا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخبراہ فقال ایکما قتلہ قال کل واحد منھما انا قتلتہ فقال ھل مسحتما سیفیکما قالا لا فنظر فی السیفین فقال کلا کما قتلہ و سلبہ لمعاذ بن عمرو الجموح وکانا معاذ بن عفراء و معاذ بن عمرو الجموح۔

(بخاری باب من لم یخمس الاسلاب کتاب الجہاد ص ۴۴۴)

میں نے کہا کہ دیکھو یہی وہ ہے جسکو تم پوچھ رہے تھے۔ پس دونوں اپنی تلواروں سمیت بڑھے اور اس کو مارا یہاں تک کہ اسکو قتل کر دیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور خبر دی آپ نے دریافت کیا کہ تم میں سے کس نے مارا دونوں میں سے ہر ایک نے یہ کہا کہ حضرت میں نے قتل کیا ہے۔ آپ نے دریافت کیا کہ تم دونوں نے اپنی تلواریں پونچھلیں انھوں نے عرض کیا کہ نہیں آپ نے دونوں کی تلواریں ملاحظہ فرمائیں اور فرمایا کہ تم دونوں نے اسکو جہنم پہنچایا ہے اور اس کے ہتھیار معاذ بن عمرو بن الجموح کو دیئے اور یہ دونوں معاذ بن عفراء اور معاذ بن عمرو الجموح تھے۔[1]

(۶۵) عنہ انہ شھد ذا الحین اعطی عثمان تسعمائۃ اوقیۃ من ذھب (مسند ابو یعلی موصلی)

غزوۂ تبوک کا یہ واقعہ آپ نے نقل فرمایا آپ فرماتے ہیں کہ وہ حاضر تھے جب حضرت عثمان رضی نے نوسو اوقیہ[2] سونا دیا۔

---

[1] یہ روایت کتاب المغازی ص ۵۶۸ غزوۂ بدر میں بھی ہے اس میں تھوڑا ہی فرق ہے ۱۲ منہ

[2] ایک اوقیہ دس روپیہ کا ہوتا ہے ۱۲ منہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۲۲) عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال شھدت حلف المطیبین مع عمومتی فما احب ان لی حمر النعم وانی انکثہ (مسند حنبل)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنے چچاؤں کے ساتھ حلف مطیبین میں شریک ہوا میں کمسن تھا اب مجھ کو یہ پسند نہیں ہیکہ اس کو توڑ دوں اور اسکے عوض سرخ (قیمتی) اونٹ لوں۔

حلف مطیبین آپ کی ولادت کے بہت پہلے تھا آپ نے جس حلف میں شرکت کی ہے وہ حلف الفضول ہے۔ قریش کے نو گھرانوں میں پہلے باہم حلف ہوا تھا کہ سقایہ اور لواء عبد الدار کے خاندان میں جو چلا گیا ہے اسے ان سے نکال لینا چاہیئے عبد المطلب کی بیٹی ام حکیم نے ایک پیالہ میں خوشبو بھر کر بھیجی تھی سب نے اس میں ہاتھ ڈبوئے تھے۔ بعد کو وہ خوشبو بیت اللہ پر لگا دی گئی تھی اسوجہ سے اس حلف کا نام حلف المطیبین ہو گیا تھا یعنے خوشبو لگانے والوں کا حلف

اس کے ایک عرصہ کے بعد ایک تاجر دوسری جگہ کا آیا اور اس نے اپنا مال عاص بن وائل کے ہاتھ فروخت کیا۔ عاص نے قیمت دینے میں تاخیر کی قابلِ رحم تاجر پہلے فرداً فرداً سرداروں سے ملا مگر کسی نے اس سے مدد کا وعدہ نہ کیا۔ آخر کو اس نے ابو قبیس پر چڑھ کر اپنی مدد کے لئے لوگوں کو پکارنا شروع کیا عرب میں جہاں اور جہالت تھی اس میں یہ بھی تھا کہ جب کوئی اس طریقہ سے ان کو مدد کے لئے بلاتا پھر وہ نہ رکتے تھے۔ چنانچہ سب لوگ ایک جگہ جمع ہو گئے اور اسکا عہد کیا کہ مظلوم کی حمایت کریں گے۔ اتفاقی طور پر اس کے ارکان جو تھے ان کے نام میں ف، ض، ل تھا اس لئے اس حلف کا نام حلف الفضول ٹھہرا۔ اور چونکہ اسکے

toobaa-elibrary.blogspot.com

رکن بھی وہی لوگ یا ان کے قائم مقام تھے جو حلف مطیبین کے رکن تھے اس لئے اس کو حلف مطیبین بھی کہہ دیتے ہیں ان لوگوں کا حلف جو خوشبو (پہلے حلف میں) لگائے ہوئے رہیں۔

(۴۷) عنہ لما افتتح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ انصرف الی الطائف فحاصرھو ثمانیۃ عشر او سبعۃ عشر ثم اوغل غدوۃ او روحۃ ثم نزل ثم ھجر قال ایھا الناس انی لکم فرط وا وصیکم بعترتی خیراً وموعدکم الحوض والذی نفسی بیدہ لتقیمن الصلوٰۃ ولتوتون الزکوٰۃ اولا بعثن علیکم رجلاً منی اوکنفسی فلیضربن اعناق مقاتلیھم ولیسبین ذراریھم قال فرائی الناس انہ یعنی ابابکر وعمر فاخذ بید علی فقال ھذا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو طائف کی طرف آپ نے رخ کیا اور اسکا محاصرہ سترہ یا اٹھارہ دن کیا۔۔۔۔ خطبہ دیا کہ اے لوگو میں تمہارے لئے پہلے جاؤں گا اور اپنی عترت (خاص لوگوں) کے متعلق نیکی کی وصیت کرتا ہوں اور میرا وعدہ تم سے حوض پر ہے قسم ہے خدا کی کہ تم نماز کو رونق کے ساتھ، قائم کرو اور زکوٰۃ دو ورنہ اپنا یا اپنے جیسا ایک آدمی بھیجونگا جو تمہارے لڑنے والوں کی گردن ماریگا اور تمہارے بچوں کو قید کریگا (حضرت عبدالرحمٰن فرماتے ہیں) کہ لوگوں نے خیال کیا کہ وہ شخص ابوبکرؓ یا عمرؓ ہوں گے لیکن آپ نے حضرت علیؓ کا ہاتھ لیکر فرمایا کہ وہ یہ ہیں۔

(مستدرک ج ۲ ص ۱۲۰ کتاب الجہاد)

لہ یہ روایت مسند ابویعلی میں بھی ہے اس میں محاصرہ اٹھارہ یا انیس دن کا ہے ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

۳۶ ویں حدیث ۴۶ ویں حدیث کا ٹکڑا ہے اور ۴۳ ویں حدیث آپکی نہیں ہے تو اب ۶۵ حدیثیں آپ کی باقی رہیں۔

مسح خفین کی روایت جن جن صحابہ سے منقول ہے اس میں آپ کا نام بھی ہے لیکن تلاش پر بھی مجھ کو پتہ نہ چلا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی بات منسوب کرنے میں جو تشدد ہے اسکو بھی بہت سے صحابہ نے روایت کیا ہے۔ علامہ ابن جوزی نے اتنا لکھا ہے کہ آپ کی روایت کا مجھ کو ثبوت نہیں پہنچا۔ شاید آپ کی روایت بھی ہو۔

ابو عمرو ابن حفص بن المغیرہ نے اپنی بیوی فاطمہ بنت قیس کو طلاق دی تھی اسکے متعلق شاید آپ کی یہ روایت ہے کہ تین طلاق ایک کلمہ سے دی تھیں یہ روایت اتحاف المہرہ میں میں نے دیکھی تھی لیکن وہ حصہ کرم خوردہ ہوچکا ہے اسلئے قطعی مضمون نقل نہو سکا اسیطرح شہادت حضرت حمزہؓ اور ادھورے کفن میسر ہونیکی حدیث بھی اسی اتحاف میں دیکھی تھی تذکرہ میں اس کو لکھ بھی چکا ہوں۔ علامہ شامی نے العلم الظاہر فی نفع النسب الطاہر میں دیلمی سے آپکی یہ حدیث نقل کی ہے اوصیکم بعترتی خیراً وان موعدھم الحوض میرا خیال یہ ہے کہ ۶۱ ویں حدیث کا یہ ایک ٹکڑا ہے مستقل حدیث نہیں ہے۔

ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں ایک رویت آپ سے پنجتن پاک اور شیعوں کی فضیلت میں نقل کی ہے گو حاکم صاحب مستدرک نے اس قابل بنا دینا چاہا ہے کہ کم سے کم فضائل میں داخل کرلیجائے۔ لیکن اور محدثین اسکو قبول نہیں کرتے کیونکہ حضرت عبدالرحمن سے نیچے راوی جھوٹا ہے اور اس سے نیچے اور بھی جھوٹے ہیں۔ اس روایت میں اور بھی باتیں ہیں جو قوی قرینہ ہیں کہ یہ روایت گھڑی ہوئی ہے لیکن ہم صرف اسباب کو پیش کرتے ہیں کہ آپ

toobaa-elibrary.blogspot.com

حدیث بیان کرنے کے شائق نہ تھے آپ کو بہت احتیاط تھی پھر حدیث بیان کرنے سے پہلے یہ جملہ ارشاد فرمانا الا ھتماء لونی قبل ان تشوب الاحادیث الاباطیل اسکو بتلاتا ہے کہ یہ روایت تو آپ کی یقیناً نہیں ہے۔ جس نے آپ کے حالات کو پڑھا ہے وہ ہرگز نہیں مان سکتا کہ آپنے لوگوں کو اپنی روایت سنانے پر اس طرح آمادہ کیا ہو۔

محدثین جو نکتہ چینیاں کرتے ہیں وہ بہت زیادہ ہیں لیکن ہمارے موضوع سے خارج ہی کیونکہ اس مسند میں محدثین کے انداز پر مطالب احادیث کی تنقید نہیں کی گئی ہے۔

تذکرہ میں جو حدیثیں نقل ہو چکی ہیں انکے علاوہ ان حدیثوں کا اور مجھ کو پتہ چلا۔ ان سب کو پیش کر کے عرض کرتا ہوں کہ جو کچھ سامنے ہے میری حیثیت کے لحاظ سے بہت رفیع و وقیع ہے یہ صرف صاحب تذکرہ کا فیض تھا کہ مجھ جیسے کم مایہ نے اتنا مواد جمع کر دیا۔ اس میں عمدہ ترتیب مجھ سے نہ ہو سکی تو چنداں مضائقہ نہیں ؎

نیست عیبے گر عروس خوب بے زیور بود

آپکی شخصیت اس سے بہت بلند ہے کہ ہماری حسن ترتیب اور ہمارے رفیع الفاظ اس تک پہنچ سکیں بلکہ سچ تو یہ ہے کہ آپکے ذاتی کمالات اور عملی حالات ان سب باتوں سے بے نیاز ہیں

وصف ترا اگر کنند ورنہ کنند ہمچو فضل

حاجت مشاطہ نیست روئے دلآرام را

(ناچیز)

فضل بن احمد غفر لہما الاحد

صلی اللہ علی سیدنا محمد والہ وصحبہ وسلم الحمد للہ الذی بنعمتہ وجلالہ تتم الصالحات

کنٹونمنٹ پبلک لائبریری
لارڈ اوڈین ... مال ...
toobaa-elibrary.blogspot.com

تصوف کی نایاب و بے نظیر کتاب

ترجمہ

خیر المجالس

یعنی

ملفوظات حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ

حضرت حمید شاعر معروف بہ قلندر

جس کے لفظ لفظ سے حب الٰہی اور تعلق مع اللہ کا شوق پیدا ہوتا ہے۔
ہر صفحہ میں اولیائے کرام کے نصیحت آموز اور عبرت آموز و دل آویز واقعات ہیں۔

اس کتاب کو آپ ہمیشہ زیرِ نظر رکھنے پر مجبور رہیں گے۔
اس نایاب کتاب سے ایمان اور ایقان میں پختگی اور کیف و سرور حاصل کریں۔

بہترین کاغذ عمدہ طباعت دلکش ... قیمت مجلد ۵۰/-

٥٠

کریم سنز پبلشرز بکلاہٹن روڈ کراچی

toobaa-elibrary.blogspot.com